سکونِ دل

کے 100 نسخے

دور حاضر کی تمام دینی و دنیاوی مشکلات ... مصائب اور بے سکونی کے ماحول
میں سکون دل جیسی عظیم دولت سے مالا مال کرنے والے مجرب 100 نسخے ...
جن میں ایک مسلمان کیلئے زندگی کے نشیب و فراز میں مکمل نصاب تسکین ہے۔

مجموعه افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمہ اللہ

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ

و دیگر اکابر امت

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سکونِ دل

کے 100 نسخے

دورِ حاضر کی تمام دینی و دنیاوی مشکلات... مصائب اور بے سکونی کے ماحول میں سکونِ دل جیسی عظیم دولت سے مالا مال کرنے والے مجرب 100 نسخے... جن میں ایک مسلمان کیلئے زندگی کے نشیب و فراز میں مکمل نصاب تسکین ہے۔ ان میں سے کوئی بھی نسخہ آپ کو سکونِ دل کی راہ دکھا رہے تو وہ آپ کیلئے نسخہ کیمیا بلکہ ہفت اقلیم سے کم نہیں۔ ہزاروں مستند کتب سے کشید شدہ سکونِ دل کے وہ نسخے جو تسکین دل کیلئے اپنی مثال آپ ہیں۔

مرتب
محمد اسحاق ملتانی
(مدیر ماہنامہ "محاسن اسلام" ملتان)

اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان

عرض ناشر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

اما بعد! اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اس دنیا کو پیدا فرمایا اور حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے دنیا میں آباد فرمایا۔ چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کا قرار اول جنت اور اس کی پرسکون زندگی تھی۔ جب انسان کو دنیا میں پیدا فرمایا گیا تو ہر انسان دنیا کی اس زندگی کو پرسکون اور جنت جیسی بنانا چاہتا ہے۔ انسان نے دنیا میں سکون کیلئے ہر وہ کام کر دیکھا جو اس کی عقل میں سوجھا لیکن سکون جو کہ جنت کی خاص صفت ہے وہ یہاں دنیا میں کیسے میسر ہو۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سکون و راحت جو کہ اس دنیا میں ہے ہی نہیں تو ایک انسان اپنی زندگی کو خوشگوار اور خوشحال بنا سکتا ہے جبکہ دنیا اور اس کے مادی اسباب راحت میں سکون ہے ہی نہیں۔

اس بنیادی سوال کے حل کیلئے ہمیں علوم نبوت سے فیضیاب ہونا پڑے گا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام آکر انسان کو اس کی زندگی کا مقصد اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں محبوب طرز زندگی کی تعلیم سے روشناس کراتے ہیں پس جو شخص جس قدر تعلیمات نبوت کے مطابق زندگی بسر کرے گا وہ اسی قدر سعادت مند اور پرلطف زندگی کا مزہ پائے گا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا دعویٰ ہے کہ سکون میری یاد اور میرے ذکر میں ہے۔ نماز' تلاوت' اعمال صالحہ اور شریعت کی پابندی وغیرہ یہ سب ذکر خداوندی کی صورتیں ہیں جو اس دنیا میں بھی آدمی کو حقیقی سکون اور حیاۃ طیبہ سے نوازتی ہیں۔

ہر مسلمان یہ بات بخوبی جانتا ہے کہ اس دنیا کے عیش و آرام بھی فانی ہے اور اس کی مشکلات و مصائب بھی عارضی ہیں۔ اس لئے جب وہ اپنی نظر کو بلند کرکے دنیا کو راہ گزار رکھتے ہوئے آخرت کی فکر پیدا کر لیتا ہے تو اس کو دنیا کے مصائب و مشکلات ہیچ نظر آنے لگتے ہیں اور یہ سوچ کر وہ مطمئن و پرسکون ہو جاتا ہے کہ دنیا کی یہ چند روزہ زندگی جیسے کیسے گزر جائے گی لیکن اصل چیز آخرت کی کامیابی ہے جس کی فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ انسانی سوچ کے اس قبلہ کی درستگی صرف اور صرف علوم نبوت سے ہی حاصل ہو سکتی ہے جن کے مبارک ارشادات سے انسان کا زاویہ فکر درست ہوتا ہے۔

آج مسلمان موجودہ حالات میں جبکہ ہر قسم کی بے سکونیاں اسے گھیرے ہوئے ہیں۔ مصائب و امراض' بے روزگاری' گھریلو ناچاقی' امراض کی بہتات' علاج معالجہ کی قلت یا وسائل کی

کمی، باہمی محبت واخوت کا فقدان اور ایسے دیگر گھمبیر مسائل ہیں جن میں ہر دوسرا شخص کسی نہ کسی آزمائش میں مبتلا ہے۔ ان حالات میں دین اسلام اپنے پیروکاروں کو سکون و راحت کیلئے کیا دستورالعمل فراہم کرتا ہے اور علوم نبوت ہمیں کیا ہدایات دیتے ہیں۔ اس بنیادی سوال کو پیش نظر رکھتے ہوئے زیر نظر کتاب "سکون دل کے 100 نسخے" ترتیب دی گئی ہے جس میں ہر مسلمان کیلئے تقریباً زندگی کے تمام نشیب و فراز کے بارہ میں سکون کا نسخہ دیا گیا ہے۔

سکون و راحت کے یہ نسخے کسی جدید ریسرچ کا نتیجہ نہیں بلکہ سراسر علوم نبوت کے فیضان کے چند قطرے ہیں جو آج کے تشنہ لب انسان کی سیرابی کیلئے کافی وشافی ہیں۔

قرآن وحدیث اور اکابر ومشائخ کی تعلیمات سے منور یہ جدید کتاب ہر مسلمان کیلئے بالعموم اور حالات حاضرہ میں پریشانیوں میں گھرے انسان کیلئے بالخصوص نعمت عظمیٰ ہے جس کے سونسخوں میں سے ہر نسخہ دل کی دنیا بدلنے میں نسخہ کیمیا کی حیثیت رکھتا ہے۔

کتاب ہذا میں اکابر کی مستند کتب سے ایسے مضامین کا انتخاب کیا گیا ہے جو دین ودنیا کی بے سکونی میں باعث تسکین ہیں جن میں بنیادی پیغام یہی ہے کہ تمام پریشانیوں اور مصائب کا حقیقی حل یہی ہے کہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی فکر کی جائے کہ وہی قادر مطلق ذات ہے جو آنکھ جھپکنے سے بھی کم مدت میں حالات کو بدلنے کی طاقت رکھتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں خوشی کے تمام لمحات میں شریعت مقدسہ پر کاربند رہنے کی توفیق عطا فرمائیں اور دنیاوی مصائب ومشکلات کو ہماری آخرت میں نجات ومغفرت کا ذریعہ بنائیں اور ہمیں صبر وشکر کا دامن تھامتے ہوئے تمام مراحل سے بامراد گزاریں اور ہمارے اس دنیاوی سفر کو جنت کی تیاری اور فکر آخرت کا ذریعہ بنائیں اور ہم سب کو حقیقی سکون و راحت کے مقام یعنی جنت میں جگہ عطا فرمائیں کہ سب کچھ فضل خداوندی پر منحصر ہے۔

یا الہ العالمین! اس جدید کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف سے نوازیئے اور اس کے مبارک مضامین پر ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں کہ آپ کے بغیر نہ کوئی برائی سے بچنے کی توفیق دے سکتا ہے اور نہ کوئی کسی نیکی کی طاقت بخش سکتا ہے۔

والسلام

محمد اسحاق غفرلہ

شوال المکرم ۱۴۳۳ھ ستمبر 2012ء

ماخذ و مراجع

تفسیر ابن کثیر
تفسیر معالم العرفان
احیاء العلوم
خطبات و مجالس حکیم الاسلام
ذکر و فکر
خطبات فقیر
مواعظ درد محبت
دین و دانش
خطبات طیب
بکھرے موتی
جدید دلکش واقعات
معاشرتی حقوق و فرائض
فیض ابرار
گلدستہ تفاسیر
خطبات ء زرقی
معارف القرآن
دینی دستر خوان
مجمع الزوائد
مواعظ مفتی رشید احمد لدھیانویؒ
مجالس جوزیہ
خزینہ
گلستان دل
جواہرات فقیر
اعمال دل
خطبات افغانی
کلید بہشت

ماہنامہ ''محاسن اسلام'' و دیگر مستند اسلامی کتب و جرائد

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الا بذکر اللہ تطمئن القلوب
خبردار!
اللہ کی یاد سے ہی دِلوں کو سکون ملتا ہے
پارہ ۱۳، سورۃ الرعد، آیت نمبر ۲۸

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ان فی الجسد
مضغۃ اذا صلحت
صلح الجسد کلہ
واذا فسدت فسد الجسد کلہ
الا وھی القلب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تمہارے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو
تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جائے
تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے معلوم رہے کہ
وہ دل ہے

فہرست عنوانات

بسم الله الرحمن الرحيم
اللهم صل على محمد وعلى آل محمد
كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم
انك حميد مجيد
اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد
كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم
انك حميد مجيد

نسخہ 1

اللہ تعالیٰ پر ایمان

ایک مسلمان کیلئے سب سے بڑی تسکین و راحت اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے۔ یہی ایمان ہے جو بندہ کو بہار و خزاں ہر قسم کے حالات میں مطمئن رکھتا ہے۔ ایک مسلمان کو ایمان کی برکت سے زندگی میں قدم قدم پر جو سکون و راحت نصیب ہوتا ہے اسکا اندازہ خدا بیزار اقوام کا کوئی فرد کر ہی نہیں سکتا ذیل میں ایمان سے متعلق چند اہم باتیں درج کی جاتی ہیں۔

ایمان کامل کی چار علامتیں

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں۔

ایک حدیث شریف میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من اعطیٰ للہ و منع للہ، و احب للہ، و ابغض للہ فقد استکمل ایمانہ

یعنی جو شخص کسی کو کچھ دے تو اللہ کے لئے دے اور اگر کسی کو کسی چیز سے روکے اور منع کرے تو اللہ کے لئے منع کرے اور اگر کسی سے محبت کرے تو اللہ کے لئے کرے اور اگر کسی سے بغض رکھے تو اللہ کے لئے رکھے تو اس کا ایمان کامل ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کے ایمان کے کامل ہونے کی گواہی دی ہے۔

پہلی علامت: اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار چیزوں کو ایمان کی کامل علامت بتائیں، پہلی علامت یہ ہے کہ من اعطیٰ للہ جب دے تو اللہ کے لئے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نیکی کے موقع پر کچھ خرچ کر رہا ہو تو وہ خرچ کرنا اللہ کے لئے ہو، آدمی اپنی ضروریات میں بھی خرچ کرتا ہے، اہل وعیال پر بھی خرچ کرتا ہے، صدقہ خیرات بھی کرتا ہے، ان تمام مواقع پر خرچ کرتے وقت اللہ کو راضی کرنے کی نیت ہو صدقہ خیرات میں بھی آدمی یہ نیت کرے کہ یہ صدقہ میں اس لئے دے رہا ہوں تا کہ اللہ راضی ہو جائیں اور اپنے فضل و کرم سے اس کا ثواب مجھے عطا فرمائیں اور صدقہ دینے سے احسان جتلانا یا نام و نمود اور دکھاوا مقصود نہ ہو تو اس وقت یہ صدقہ دینا اللہ کیلئے ہوگا۔

دوسری علامت: دوسری علامت یہ ہے کہ منع للہ یعنی اگر روکے تو اللہ کیلئے روکے مثلاً کسی جگہ پر کسی موقعہ پر پیسہ خرچ کرنے سے بچایا وہ بچانا بھی اللہ کے لئے ہو اس لئے کہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فضول خرچی مت کرو تو اب فضول خرچی سے بچنے کے لئے میں اپنا پیسہ بچا رہا ہوں، یہ روکنا بھی اللہ کیلئے ہو گیا یہ بھی ایمان کی علامت ہے۔

تیسری علامت: تیسری علامت یہ ہے کہ واحب للہ یعنی اگر کسی سے محبت کرے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کیلئے کرے مثلاً کسی اللہ والے سے جو محبت ہو جاتی ہے تو یہ محبت پیسہ کمانے کے لئے نہیں ہوتی بلکہ ان سے محبت اس لئے ہوتی ہے کہ ان سے تعلق رکھیں گے تو ہمارا دینی فائدہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ راضی ہو جائینگے یہ محبت صرف اللہ کے لئے ہے یہ بھی ایمان کی علامت ہے۔

چوتھی علامت: چوتھی علامت یہ ہے کہ وابغض للہ یعنی بغض اور غصہ بھی اللہ کیلئے ہو جس آدمی پر غصہ ہے یا جس آدمی سے بغض ہے وہ اس کی ذات سے نہ ہو بلکہ اسکے کسی برے عمل سے ہو یا اسکی کسی ایسی بات سے ہو جو مالک حقیقی کی ناراضگی کا سبب بنے تو یہ غصہ اور ناراضگی اللہ تعالیٰ کیلئے ہوا۔

چار چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پہچان

معرفت کیلئے تین چیزیں ضروری ہیں: (۱) صحبت اہل اللہ (۲) کثرت ذکر اللہ (۳) تفکر فی خلق اللہ۔

صحبت اہل اللہ: کو مقدم اس لئے رکھا جاتا ہے کہ اللہ والوں کی صحبت ہی سے اللہ تعالیٰ کی یاد کا شوق پیدا ہوتا ہے ان کی صورت دیکھ کر اللہ یاد آجاتے ہیں ان کی نورانی گفتگو سے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور محبت سے ذکر کی توفیق ہوتی ہے۔

قرب خواہی آں بصحبت قائم است ۔۔۔ نہ زبانت کار می آید نہ دست

یعنی حق تعالیٰ کا راستہ صحبت ہی سے طے ہوتا ہے نہ محض زبان کام آتی ہے نہ ہاتھ کام آتا ہے اسی واسطے حق تعالیٰ جل شانہ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ یٰایُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو۔ اب سوال پیدا ہوا کہ ڈریں کیسے ڈرنے کا طریقہ کیا ہے اس کا جواب بھی حق تعالیٰ نے اسی آیت میں آگے دیدیا کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کہ سچوں کیساتھ رہو یعنی جن کا ظاہر اور باطن دونوں خدا کے خوف سے سچے ہوں انکی صحبت کی برکت سے انکا صدق فی الاعمال اور ان کا صدق فی الاقوال تمہارے اندر بھی آجائیگا۔ یعنی ان کا اندر باہر ایک ہو جو کہتے ہوں اس پر عمل پیرا ہوں۔

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتا دو قاعدہ ۔۔۔ اے اسیران قفس میں نو گرفتاروں میں ہوں۔

تو حق تعالیٰ نے کیسا پیارا قانون بتادیا کہ اللہ والوں کے ساتھ رہو خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑ لیتا ہے اللہ والوں کے ساتھ رہنے اور ان سے تعلق اور رابطہ رکھنے سے اللہ تعالیٰ سے تعلق پہلے سے زیادہ ہو جاتا ہے۔

کثرت ذکر اللہ: دوسری چیز ہے یعنی اللہ تعالیٰ جل شانہ کو بہت یاد کرنا اللہ تعالیٰ کے ذکر و تفکر فی الخلق (یعنی اللہ کی مخلوق میں غور و فکر) کے انوار سے نفس کے ظلمانی پردے ہٹتے چلے جاتے ہیں، ذکر کے انوار جب دل میں آتے ہیں تو دل کی تاریکیاں انوارات سے بدل جاتی ہیں، پہلے جب دل تاریک تھا تو افکار (سوچیں) بھی تاریک ہوتے تھے اب نورانی دل میں افکار بھی نورانی پیدا ہوتے ہیں، ذکر سے فکر کا جمود (بجھنا) دور ہو جاتا ہے، چوتھے پارہ میں حق تعالیٰ نے حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت کاملہ اور عبدیت کاملہ کا ذکر کیا ہے وہاں بھی پہلے يَذْكُرُونَ اللّٰهَ ذکر فرمایا کہ وہ لیٹے بیٹھے چلتے پھرتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں پھر بعد میں فکر ارشاد فرمایا کہ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کہ وہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ "اے ہمارے پروردگار! یہ آسمان بے ستون آسمان میں چاند اور سورج اور اتنے بے شمار ستارے اور زمین کے اتنے بے شمار ذرات کا اکٹھا کر دینا آپ ہی کی قدرت کاملہ کی صفت گری ہے"۔

بہر حال کثرت ذکر کے انوارات سے ان کی کچھ ایسی نورانی ہوگی جس سے اپنی غلامی اور بندگی کا اور حق تعالیٰ کی عظمت شان کا استحضار پختہ ہو گیا یہی وجہ ہے کہ عارفین باوجود کثرت ذکر و فکر کے عجب اور خود بینی میں مبتلا نہیں ہوتے بلکہ ڈرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "یارب! ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا" کثرت ذکر سے طالب کے اندر جو نور پیدا ہوتے ہیں وہ شیخ کے انوار و برکت کو جذب کر لیتے ہیں یعنی نور کھینچنے کی صلاحیت ذکر کے اہتمام سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

تفکر فی خلق اللہ: (۱) صحبت اہل اللہ سے کثرت ذکر اللہ کی توفیق ہوتی ہے۔ (۲) اور کثرت ذکر اللہ کی برکت سے فکر حرکت میں آتی ہے۔ (۳) پھر ذاکر حق تعالیٰ کی مصنوعات اور مخلوقات میں غور کرتا ہے اور جہان کا ہر ذرہ و ہر پتہ اس کے لئے معرفت کا دفتر بن جاتا ہے۔

ذکر سے زیادہ فکر سے قرب بڑھتا ہے مگر فکر میں نورانیت ذکر ہی سے آتی ہے، حدیث میں ہے کہ "فکر کا اجر ذکر سے دس درجہ زیادہ ہوتا ہے" اس کی تائید سورۂ بقرہ کی آخری آیات سے بھی ہوتی ہے کہ "بے شک متقین بندے باغوں میں ہونگے یا عمدہ مقام میں قدرت والے بادشاہ کے پاس" بیان القرآن میں ہے کہ جنت کے ساتھ قرب بھی نصیب ہوگا، جب تقویٰ کی

یہ برکات ہیں تو تقویٰ (ڈر) کیسے پیدا ہو، غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فکر ہی سے پیدا ہوتا ہے، اس کی تائید سورہ نازعات کی آیت سے بھی ہوتی ہے، حق تعالیٰ جل شانہ ہمیں ان تینوں چیزوں پر عمل کی توفیق دے آمین ثم آمین یارب العلمین۔

ایمان میں زندگی ہے

ایک مرتبہ دو شخص مچھلیوں کے شکار کی غرض سے نکلے' ان میں ایک کافر تھا اور دوسرا مسلمان' کافر اپنا جال ڈالتے وقت اپنے معبودوں کا نام لیتا جس کی وجہ سے اس کا جال مچھلیوں سے بھر جاتا اور مسلمان اپنا جال ڈالتے وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام لیتا لیکن کوئی مچھلی اس کے ہاتھ نہ آتی' اس کا جال خالی رہتا' اسی طرح غروب آفتاب تک دونوں شکار کرتے رہے' آخرکار ایک مچھلی مسلمان کے ہاتھ لگی۔ لیکن ہائے ناکامی! وہ مچھلی بھی اس کے ہاتھ سے اچھل کر پانی میں کود گئی' یہاں تک کہ یہ بیچارہ غریب مسلمان شکارگاہ سے ایسا خائب وخاسر لوٹا کہ اس کے ساتھ کوئی شکار نہ تھا' اور کافر ایسا کامیاب لوٹا کہ اس کا کشکول مچھلیوں سے بھرا ہوا تھا' اس عجیب وغریب حیرت ناک واقعہ سے فرشتہ مومن کو سخت افسوس ہوا اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ اے میرے رب! یہ کیا بات ہے کہ تیرا ایک مومن بندہ جو تیرا نام لیتا ہے ایسی حالت میں لوٹتا ہے کہ اس کے ساتھ کوئی شکار نہیں ہوتا' اور تیرا کافر بندہ ایسا کامیاب واپس آتا ہے کہ اس کا کشکول مچھلیوں سے لبریز ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس مرد مومن کا عالی شان محل دکھا کر جو اس کے لئے جنت میں تیار کر رکھا ہے فرشتہ مومن سے خطاب فرمایا کہ اے فرشتہ! کیا اس مقام کو حاصل کرنے کے بعد میرے اس بندہ مومن کو جو رنج وتعب جو دنیا میں مچھلیوں کے شکار میں ناکامی کے باعث ہوا تھا' باقی رہے گا؟ اور کافر کے اس بدترین مقام کو دکھلا کر جو اس کے لئے جہنم میں تیار کر رکھا ہے ارشاد فرمایا کہ کافر کی وہ چیزیں جو اس کو دنیا میں عطا کی گئیں اس جہنم کے دائمی عذاب سے نجات دلا سکتی ہیں؟ فرشتے نے جواب دیا کہ اے میرے پروردگار! آپ کی ذات کی قسم! بالکل ایسا نہیں ہو سکتا۔

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کے ہاں ایمان کی کتنی قدر ومنزلت ہے' مسلمانو! اس کی قدر کرو' کسی دنیوی مصیبت کی وجہ سے پست ہمت اور ملول مت ہوں! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دنیا کے عوض ایسی ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان نے سنی اور نہ ہی کسی کے دل میں ان کے بارے میں کوئی خیال گزرا۔

نسخہ 2

دل کا سکون کیا ہے؟

انسانی جسم میں جس طرح روح اصل ہے اسی طرح اعضاء انسانی میں دل اصل اور بادشاہ کی طرح ہے کہ دیگر تمام اعضاء اس کے تابع فرمان ہیں اور اس کی خواہش کے مطابق عمل کرنے کے پابند ہیں۔ دل کی صفائی اور تزکیہ کے بعد انسانی زندگی سکون و راحت کا گہوارہ کیسے بنتی ہے۔اس سلسلہ میں اہم مضمون پیش خدمت ہے جس پر غور و فکر اور عمل ہماری زندگی کو بھی سکون سے ہمکنار کر سکتا ہے۔

دل یوں تو یہ گوشت کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے لیکن یہ ایک عجوبہ ہے۔ کہنے والے کہتے ہیں یہ سادہ بھی ہے عیار بھی' مغرور بھی ہے خاکسار بھی ہے' بے خبر بھی ہے محرم اسرار بھی ہے' بت کا بندہ بھی ہے' خالق کا پرستار بھی ہے' مجلس عشق میں دیکھئے تو مدہوش ہوتا ہے عقل کی محفل میں دیکھیں تو ہوشیار بھی ہے' مسیحا بھی ہے بیمار بھی ہے' فرمانبردار بھی ہے گنہگار بھی ہے' بے خبر بھی ہے خبردار بھی ہے' یہ بکتا بھی ہے خریدار بھی ہے' گل بھی ہے خار بھی ہے۔ امن کا مرکز بھی ہے۔ برسر پیکار بھی ہے' برسر دار بھی ہے سردار بھی ہے' خاقتور بھی ہے لاچار بھی ہے' قتیل بھی ہے تلوار بھی ہے' مجبور بھی ہے مختار بھی ہے' مستحق خلد بھی ہے دوزخ کا سزاوار بھی ہے۔

ایک حکیم نے اسی دل کے بارے میں کہا ہے کہ نادان لوگ دولت کے لئے دل کا چین لٹا دیتے ہیں اور دانشمند دل کے چین کی خاطر دولت لٹا دیتے ہیں۔

دوسرے حکیم کا کہنا ہے دوسروں کا دل جیتنے کے لئے اپنا دل جیتنا ضروری ہے اگر تم نے اپنے دل پر قابو پا لیا تو دنیا تمہارے قبضے میں ہے۔

تیسرے حکیم کا خیال ہے دل کالا ہو تو گورے منہ پر اترانا بے وقوفی ہے۔

چوتھے حکیم کی رائے یہ ہے کہ بے وقوف کا دل اس کی زبان میں ہوتا ہے اور عقل مند کی زبان اس کے دل میں ہوتی ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اسی دل کے بارے میں فرماتے ہیں کہ پانچ چیزیں دل

کے بگڑنے کی نشانی ہیں۔

(۱) توبہ کی امید پر گناہ کرنا (۲) علم سیکھنا اور عمل نہ کرنا (۳) اخلاص مت ہونا

(۴) رزق کھانا اور شکر نہ کرنا (۵) مردوں کو دفن کرنا اور عبرت نہ پکڑنا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ دل کو روشن کرنا ہو تو غیر ضروری باتوں سے پرہیز کرو۔

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: حقیقی تقویٰ یہ ہے کہ جو کچھ تمہارے دل میں ہے اگر تم اس کو کھلے ہوئے طباق میں رکھ دو اور اس کو لے کر بازار کا گشت کرو تو اس میں ایک چیز بھی ایسی نہ ہو جس کو اس طرح ظاہر کرنے میں تمہیں شرم آئے یا کوئی حرف گیری کر سکے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: غم دنیا دل کو تاریک اور غم عقبیٰ دل کو روشن کرتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان مبارک ہے: دنیا میں دو چیزیں پسندیدہ ہیں ایک سخن دل پذیر دوم دل یا سخن پذیر۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اقدس ہے: تمہارے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو تو سارا جسم درست ہوتا ہے جب وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے معلوم ہے کہ وہ دل ہے۔

مسند احمد کی روایت میں حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ دل چار قسم کے ہوتے ہیں:

پہلا قلب اجرد یعنی ایسا دل جو صاف و شفاف ہو فرمایا اس کی مثال روشن چراغ جیسی ہے جس میں کسی قسم کی کوئی خرابی نہ ہو۔ دوسرا قلب اغلف ہے جو غلاف میں بند کر دیا گیا ہو اور پھر اوپر سے دھاگے کے ساتھ باندھ دیا گیا ہو۔ تیسرا قلب منکوس یعنی اوندھا ہے اس کا سر نیچے اور پیندا اوپر ہے۔ چوتھا قلب مصفح ہے یعنی دو پہلو والا دل۔

پہلی قسم کا دل مومن کا ہے جس میں نور ایمان بالکل صاف اور واضح ہے اس میں کوئی خرابی یا کسی قسم کی ملاوٹ نہیں ہوتی۔ غلاف میں بند دل کافر کا ہے۔ اوندھا دل منافق کا ہے جس نے ایمان کو پہچان تو لیا ہے مگر قبول نہیں کیا وہ محض اپنے بچاؤ کی خاطر فریب کاری کرتا ہے۔ دو پہلو دار دل تو وہ ایسا ہے جس میں ایمان بھی ہے اور نفاق بھی یہ گویا منافق ہے جسے کسی حد تک یقین بھی ہوتا ہے اور کبھی وہ متردد بھی ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو بکر وراق بڑے پائے کے بزرگ ہوئے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ قلب پر چھ قسم کی حالتیں وارد ہوتی ہیں۔ یعنی حیات اور موت، صحت اور بیماری، بیداری اور نیند۔ فرماتے ہیں قلب کی حیات ہدایت کی مرہون منت ہے اگر ہدایت نصیب ہو گئی تو سمجھ لیں کہ دل زندہ

ہے اور قلب کی موت گمراہی سے واقع ہوتی ہے۔ کوئی گمراہی دل میں پیدا ہو جائے تو سمجھ لیں کہ دل مردہ ہو گیا ہے۔ قلب کی صحت طہارت اور صفائی کی وجہ سے ہوتی ہے اور طہارت کا حصول ایمان اور تقویٰ کی بدولت ہے کہ ایمان سے اچھی طہارت نصیب نہیں ہو سکتی۔ قلب سلیم وہی ہوگا جس میں پاکیزگی اور تقویٰ ہوگا اس کے برخلاف قلب میں بیماری گندے تعلقات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ دل کی بیماری اگر آ گئی ہے۔ اگر انسان اللہ کے ذکر سے غافل ہے تو سمجھ لو کہ اس کے دل پر غفلت کی گندگی طاری ہے۔

ہمیں کوئی جسمانی بیماری لاحق ہو جائے تو ہم پریشان ہو جاتے ہیں لیکن دل کی بیماریوں کی طرف ہماری کوئی توجہ نہیں۔ ریاکاری دل کی بیماری ہے جھوٹ بھی۔ تکبر دل کی بیماری ہے ہوس دل کی بیماری ہے، حرص دل کی بیماری ہے، بغض دل کی بیماری ہے، کینہ دل کی بیماری ہے، حسد دل کی بیماری ہے اور انبیاء علیہم السلام انہی بیماریوں سے دل کو پاک کرنے کے لئے دنیا میں آتے رہے ہیں۔ انہوں نے سب سے زیادہ محنت قلوب کے تزکیہ پر کی ہے سب سے زیادہ دلوں کی صفائی پر دیا اس لئے کہ دل پاک ہو جائے تو انسان پاک ہو جاتا ہے۔ دل بدل جائے تو انسان بدل جاتا ہے اس کی زندگی بدل جاتی ہے، مقصد حیات بدل جاتا ہے، دیکھنے کا انداز بدل جاتا ہے، محبت و عداوت کے پیمانے بدل جاتے ہیں، نفرت اور محبت کے موقف بدل جاتے ہیں، گھر بدل جاتے ہیں۔ معاشرہ بدل جاتا ہے، زمانہ بدل جاتا ہے، تاریخ بدل جاتی ہے، اخلاق بدل جاتے ہیں، راستے بدل جاتے ہیں، ساقی بدل جاتے ہیں، پیمانے بدل جاتے ہیں، مے خوار بدل جاتے ہیں۔ میخانے بدل جاتے ہیں اور سے اور ہو جاتے ہیں ماحول بدل جاتے ہیں۔

آیئے ہم دلوں کے بدلنے کی محنت کریں اور قلوب کا تزکیہ کریں

اہل اللہ کے زندہ دل ہونے کا راز

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ذکر اللہ سے مناسبت کے ساتھ محبت بھی قلب میں بڑھ جاتی ہے اس سے اہل اللہ زندہ دل ہوتے ہیں مردہ دل نہیں ہوتے۔

نسخہ 3

تسکین دل کیلئے دل پر محنت کیجئے

دل بادشاہ ہے، دل صحیح ہو تو انسان کے تمام اعمال صحیح ہوتے ہیں، حدیث پاک میں ہے کہ جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ صحیح ہو جائے تو پورا جسم صحیح ہو جاتا ہے اگر وہ خراب ہو جائے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے اور وہ دل ہے۔ اللہ تعالی ہم سب کے دلوں کو سنوار دے۔ آمین

دل کی صفائی

ہم اپنے گھر میں صفائی پسند کرتے ہیں، ذرا بھی کہیں کوڑا کرکٹ نظر آئے عورتوں کو ڈانٹ پڑتی ہے، صفائی کیوں نہیں کی، اپنے گھروں میں صفائی چاہنے والے ذرا غور کریں دل بھی تو اللہ رب العزت کا گھر ہے، اس میں بھی صفائی آنی چاہئے، اس پر جو گناہوں کا میل پڑا ہے، کوڑا کرکٹ بھرا ہے، افسوس ہے کہ ہم نے اسے ردی کی ٹوکری بنا رکھا ہے، یہ اللہ رب العزت کا گھر ہے وہ بھی چاہتے ہیں کہ یہ دل صاف ہو، جب دل صاف ہو جائے گا تو پھر اللہ رب العزت کی رحمتیں خود بخود اس میں آئیں گی، صفائی کرنے میں ہماری طرف سے دیر ہے، فقہ کا مسئلہ ہے کہ جس کمرہ میں (جاندار کی) تصویر لگی ہو اللہ رب العزت کی رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے، بالکل اسی طرح جس دل میں کسی کی تصویر بیٹھی ہوگی اللہ رب العزت اس دل میں آنا کیسے پسند فرمائیں گے؟ جب رحمت کا فرشتہ نہیں آتا تو رحمتیں بھیجنے والے کی محبت کیسے آئے گی؟ اس لئے اس دل پر محنت کرنے کی ضرورت ہے۔

دل کی قیمت

دیکھئے انسان کے جتنے بھی اعضاء ہیں وہ اس دل کے تابع ہیں، دل کے سنورنے سے انسان سنورتا ہے اور دل کے بگڑنے سے انسان بگڑتا ہے۔

دل کے بگاڑ ہی سے بگڑتا ہے آدمی
جس نے اسے سنوار دیا وہ سنور گیا

ایک دفعہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے دہلی کی جامع مسجد میں خطبہ دیا فرمایا، مغل بادشاہو! تمہارے خزانوں کی بڑی تعریف سنی ہے لیکن ولی اللہ کے سینہ میں ایک دل ہے تمہارے خزانے سب مل کر بھی اس کی قیمت ادا نہیں کر سکتے، سوچو! یہ دل کتنا قیمتی بن گیا ہوگا۔

دل قیمتی کیسے بنتا ہے؟

اس دل کو قیمتی بنانے کے لئے اس پر محنت کرنی پڑتی ہے، اس کو سنوارنا پڑتا ہے، اس کو بنانا پڑتا ہے، اس سے دنیا کی محبت کو نکالنا پڑتا ہے، الٹی سیدھی خواہشات دل سے نکالنی پڑتی ہیں تب انسان کا دل سنورتا ہے، اس میں سے دنیا کی محبت کیسے نکلے؟ اس کے لئے اللہ والوں سے سیکھ کر ذکر کرنا پڑتا ہے، ذکر کرنے سے انسان کا دل سنور جاتا ہے۔

قرآن مجید کی ایک آیت اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْآ اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ہے اس کے تحت حضرت اقدس تھانویؒ نے ایک عجیب تمثیل لکھی ہے فرماتے ہیں کہ اگر اِنَّ الْمُلُوْكَ سے مراد مالک الملک کا نام لیا جائے یعنی اللہ رب العزت اور ان کا نام اور قریہ سے مراد دل کی بستی لے لی جائے تو فرماتے ہیں کہ پھر اسکے معنی بنیں گے اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً کہ جب اللہ رب العزت کا نام دل کی بستی میں سما جاتا ہے اَفْسَدُوْهَا انقلاب مچا دیتا ہے وَجَعَلُوْآ اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً اور دنیا جو دل میں معزز بنی ہوئی ہے اس کو ذلیل کر کے دل سے نکال دیا کرتا ہے، لہٰذا دوستو! اللہ رب العزت کے ذکر کرنے میں بڑی برکت ہوتی ہے، یہ دنیا کی محبت دل سے نکالتا ہے، اللہ رب العزت کی محبت سے دل کو منور کرتا ہے اور جب یہ دل بنا ہوا اور سنورا ہوا ہو تو پھر انسان کی کیفیت ہی کچھ اور ہوتی ہے۔

دل کا بگاڑنا آسان ہے

اس دل کا بگاڑ بڑا آسان ہے، دیکھئے جیسے گھر کے اندر روشندان ہوتے ہیں اگر وہ کھلے رہیں تو پھر سارے کمرے میں مٹی آتی ہے، اسی طرح سے اگر آنکھ، کان وغیرہ کا روشندان کھلا رہے تو دل کے کمرے میں مٹی آجاتی ہے اور آج کل کے نوجوان کا تو یہ روشندان بند ہی نہیں ہوتا۔

ایک شخص حسن بصریؒ کے پاس حاضر ہوا، کہنے لگا حضرت! ہمارے دل سو گئے ہیں فرمایا وہ کیسے؟ عرض کیا کہ حضرت! آپ درس دیتے ہیں، وعظ نصیحت کرتے ہیں لیکن دل پر اثر نہیں ہوتا، حضرت نے فرمایا، اگر یہ معاملہ ہے تو یہ نہ کہو کہ دل سو گئے ہیں، یوں کہو کہ دل سو گئے (مر گئے)، وہ

بڑا حیران ہوا، کہنے لگا، حضرت! یہ دل مر کیسے گئے؟ حضرت نے فرمایا، دیکھو جو انسان سویا ہوا ہو اسے جھنجھوڑا جائے تو وہ جاگ اٹھتا ہے اور جو جھنجھوڑنے سے بھی نہ جاگے وہ سویا ہوا نہیں، وہ مویا ہوا ہوتا ہے، جو انسان اللہ کا کلام سنے، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان سنے اور پھر دل اثر قبول نہ کرے، یہ دل کی موت کی علامت ہوتی ہے تو ہم اس دل کو مرنے سے پہلے پہلے روحانی اعتبار سے زندہ کر لیں، جب یہ دل سنور جائے پھر اس میں اللہ رب العزت کی محبت بھر جاتی ہے پھر اس کی کیفیت ہی کچھ اور ہوتی ہے؟

دل گلستاں تھا تو ہر شے سے ٹپکتی تھی بہار
یہ بیاباں جب ہوا عالم بیاباں ہو گیا

یہ اللہ والوں کی کیفیت ہوتی ہے، ان کا دل اللہ کی محبت سے بھرا ہوا ہوتا ہے، پھر اللہ کے سوا کسی اور کی جانب دھیان ہی نہیں جاتا، پھر بندہ کا دل قیمتی بن جاتا ہے، اس دل کو سنوارنے کے لئے مشائخ باقاعدہ ذکر کرواتے ہیں، ہم ان کو باقاعدگی سے کریں تاکہ دل اللہ رب العزت کی محبت سے لبریز ہوں، پھر ہمیں راتوں کو اٹھنے میں مزہ آئے گا، پھر ہمیں راتوں کو اٹھنے کے لئے گھڑیوں کی ضرورت نہیں پڑے گی بلکہ بستر ہی اچھال دے گا، حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ مہاجر مدنی رحمہ اللہ جب بیان میں اہل دل کے واقعات سناتے تو فرماتے کہ ان لوگوں کا دل بنا ہوا تھا، اے اللہ ہمارے دل کو بھی سنوار دیجئے۔

دل کی غذا

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

جیسے پیٹ کی غذا الگ ہے ماکولات و مشروبات اور آنکھ کی غذا الگ ہے مبصرات اور کان کی غذا الگ ہے مسموعات۔ اسی طرح دل کی بھی ایک غذا ہے اور وہ محبت ہے۔ دل کی غذا محبت کے سوا کچھ نہیں۔ دل کو اس میں لذت آتی ہے۔ پھر جس کا محبوب ناقص ہو اس کی لذت تو ناقص ہوگی اور جس کا محبوب ایسا کامل ہو کہ اس سے زیادہ کوئی بھی محبوب نہ ہو اس کی لذت سب سے زیادہ ہوگی۔ ایمان و عمل صالح اختیار کرنے پر دنیا ہی میں غذائے روحانی یعنی حق تعالیٰ کی محبت کامل عطا ہوگی جس سے زیادہ دل کی کوئی غذا نہیں۔

نسخہ 4

سکون دل کیلئے بنیادی چیز... ایمان

ایک مسلمان کیلئے دنیا و آخرت کی سب سے بڑی نعمت ایمان ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے مادی اسباب راحت کچھ بھی نہ ہوں تو بھی سکون و عافیت کیلئے بندہ کا حقیقی مومن ہونا ہی کافی ہے۔ اگر خدانخواستہ ایمان کی دولت نہیں ہے اور دنیا کے تمام مادی اسباب راحت جمع کر لئے جائیں تو بھی فطری سکون و قرار حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مسلم ممالک میں ہر طرح کی آرائش و راحت کے نت نئے سامان کے باوجود بے سکونی و بدامنی بلکہ خودکشی عام ہے۔ ایک روحانی تشنگی ہے جس کی غیر موجودگی میں سب کچھ ہوتے ہوئے بھی کچھ نہیں۔ ایمان کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ روز محشر وہ شخص جس کے نامۂ اعمال میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ ایک مسلمان کیلئے یہ ایک ایسی عظیم بشارت ہے جسکے ہوتے ہوئے دنیا کے تمام مشکل مراحل اور مصائب کافور ہو جاتے ہیں۔

آج کی خدا بیزار غیر مسلم اقوام کا سب سے زیادہ حملہ اسی نکتہ پر ہے کہ مسلمان جو عملی اعتبار سے جس درجہ پر بھی ہوں کسی نہ کسی طرح ان کے ایمان کا خاتمہ نہ کیا جا سکے تو کم از کم ضعیف ترین کر دیا جائے۔ مغربی میڈیا، غیر اسلامی چینلز، اخبار و رسائل اور پبلسٹی کے تمام امور میں براہ راست مسلم امت کے ایمان اور خدائے وحدہٗ لاشریک کی ذات پر پختہ اعتقاد و یقین کو متزلزل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اگر یہ معاملہ غیر مسلم افراد کی طرف سے ہو تو سمجھ میں آ سکتا ہے۔ لیکن اب مسلم ممالک کی مسلم برادری کے ٹی وی چینلز اور اخبار و رسائل کا مطالعہ کیجئے معلوم ہوگا کہ دنیا کے چند سکوں کے بدلے پوری امت مسلمہ کے ایمان کو داؤ پر لگایا گیا ہے۔ جتنے بھی قومی اخبار ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جسے ایک مسلمان اپنے گھر میں لگوا سکے۔ سوائے ایک دو اخبارات کے ہمارے ہاں تمام ٹی وی چینلز کو دیکھا جائے تو ایک دردمند مسلمان اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ یہ ہم مسلمانوں کے ایمان، معاشرت، کلچر اور پوری زندگی کا زاویہ و مقصد تبدیل کرنے کی تحریک ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مسلّم اصولوں کی برسرعام خلاف ورزی

اور اسلامی احکام کی توہین و تضحیک روز کا معمول ہے۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معمولی نافرمانی بھی گناہ ہے۔ گناہ کو گناہ سمجھتے ہوئے کرنے سے آج نہیں تو ایک نہ ایک دن توبہ کی توفیق مل جاتی ہے۔

لیکن خدانخواستہ اگر گناہ کو گناہ ہی نہ سمجھا جائے بلکہ اس پر ندامت کی بجائے فخر ہو تو معاملہ کفر تک پہنچ سکتا ہے۔ ٹی وی کے ڈرامے سیریل' فلموں کی کہانیاں' دانشوروں کے تبصرے اور مکالمے ریڈیو کی نشریات ہمارے ایمان کو ضعیف کرنے اور ہمیں مقصد حیات سے دور کرنے کا ایک نظام ہے جس میں ہمیں اور بالخصوص نسل نو کو جکڑا جا رہا ہے۔ اور اب تو پاکستان کے عام شہروں میں بالکل عریاں ڈانس دکھائے جا رہے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث شریف میں فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہارے نوجوان بدکار ہو جائیں گے اور تمہاری لڑکیاں اور عورتیں تمام حدود پھلانگ جائیں گی۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ایسا بھی ہوگا؟ فرمایا: ہاں اور اس سے بھی بڑھ کر اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب نہ تم بھلائی کا حکم کرو گے نہ برائی سے منع کرو گے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ایسا بھی ہوگا؟ فرمایا: اور اس سے بھی بدتر اس وقت تم پر کیا گزرے گی جب تم برائی کو بھلائی اور بھلائی کو برائی سمجھنے لگو گے۔ (ابن مبارک)

ایک زمانہ ایسا تھا جب معاشرہ میں ٹی وی / وی سی آر / ریڈیو کی خرافات نہیں تھیں اس وقت بھی لوگ زندہ تھے اور ان کے تمام ضروری کام چل رہے تھے۔ آج بھی جن گھروں میں یہ چیزیں نہیں ہیں۔ ان گھروں کے ماحول اور بچوں کے اخلاق و کردار سے واضح فرق محسوس کیا جا سکتا ہے۔ دیکھئے دشمن اپنے دشمن کی سب سے قیمتی چیز چھیننے کی کوشش کرتا ہے۔ عیسائی یہود و ہنود ہم مسلمانوں کے واضح دشمن ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ مسلمانوں کے پاس دنیا و آخرت کی سب سے قیمتی دولت ''ایمان'' ہے اسے چھینا جائے۔ ان حالات میں اگر ہم نے اپنے اور اپنے بچوں کے ایمان کی فکر نہ کی تو ہم اپنے دشمنوں کیلئے تر نوالہ ثابت ہوں گے آج کتنے ہی لوگ ہیں جو مغربی پروپیگنڈہ کی وجہ سے عقائد و ایمان جیسے بنیادی چیزوں میں بھی شک و شبہ کا شکار ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ارشادات میں قیامت کی علامات کے ضمن میں فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جس میں اپنے دین پر ثابت قدم رہنے والے کی مثال ایسی ہوگی جیسے کوئی شخص آگ کے انگاروں سے مٹھی بھر لے۔ (ترمذی)

درج بالا احادیث اور موجودہ حالات کے پیش نظر ایک مسلمان کیلئے سب اہم ضرورت اپنے ایمان کو بچانے کی ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ اس پرفتن دور میں ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے آمین۔

نسخہ 5

سکون قلب کیسے حاصل ہو؟

آپ اگر غور سے دیکھیں گے تو آپ کو اس دور میں ہر شخص مضطرب اور پریشان نظر آئے گا' جسے دیکھیں اسے روزگار' عزیز و اقارب کی اور دوست و احباب کی' حالات کی شکایت کرتا ہوا پائیں گے۔ کسی کو سکون اور راحت حاصل نہیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ دورِ حاضر کا سب سے بڑا مسئلہ نہ جمہوریت ہے نہ حقوق ہیں نہ معاشی مسائل ہیں بلکہ سب سے بڑا مسئلہ دل کے سکون اور اطمینان کا فقدان ہے حالانکہ آج کے انسان کو راحت اور آسائش کے وہ وسائل اور سامان حاصل ہیں جن کا اس کے آباؤ اجداد نے کبھی تصور بھی نہ کیا ہوگا۔ یہ فراٹے بھرتی کاریں' یہ دنوں کا سفر گھنٹوں میں طے کرنے والے ہوائی جہاز' یہ نرم و گداز گدیلے' یہ فریج اور ائر کنڈیشنڈ' یہ ساری چیزیں ہمارے آباؤ اجداد کو کہاں حاصل تھیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ ہمارے مقابلے میں زیادہ پرسکون زندگی گزارتے تھے اور ہم راحت کے تمام اسباب کے باوجود مضطرب اور پریشان ہیں بلکہ صورتحال تو کچھ ایسی ہوگئی کہ جن لوگوں کو زیادہ آسائشیں میسر ہیں وہ زیادہ پریشان ہیں۔

چنانچہ مضطرب اور بے قرار انسان نے دل کا سکون حاصل کرنے کے لئے بے شمار غلط راستے اختیار کئے لیکن اسے سکون نہ مل سکا۔ کسی نے سوچا کہ راحت اور سکون اقتدار میں ہے لیکن اقتدار ملنے کے بعد پتہ چلا کہ یہاں تو ایک لمحے کا سکون نہیں۔ عبدالرحمٰن اموی جو سپین میں پچاس برس تک مطلق العنان بادشاہ کی حیثیت سے حکومت کرتا رہا' جب دنیا سے رخصت ہوا تو لوگوں نے سنا وہ کہہ رہا تھا' میں نے اپنی پوری زندگی میں صرف چودہ دن سکون کے دیکھے ہیں۔

کوئی سمجھتا ہے کہ سکون دولت کی کثرت سے ملتا ہے لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ بڑے بڑے سرمایہ داروں کا یہ حال ہے کہ انہیں کاروباری اور دوسری پریشانیوں کی وجہ سے راتوں کو نیند نہیں آتی وہ خواب آور گولیوں کے بغیر سو نہیں سکتے۔

یونان کے کروڑ پتی تاجر اوناسس کی بیٹی کرسٹینا اپنے باپ کی وارث اور یونان کی صنعت جہاز رانی کی مالک ہے مگر اس ساری دولت سے وہ دل کا سکون نہیں خرید سکی۔ وہ ساری دنیا میں

ماری ماری پھرتی ہے' اس نے کئی شادیاں کیں مگر پھر بھی اسے سکون نہیں مل سکا۔

کسی کا خیال ہے کہ اگر انسان کی جنسی خواہشات پوری ہو جائیں تو اسے سکون مل سکتا ہے چنانچہ یورپ میں جنسی خواہشات کے لئے زنا عام کر دیا گیا۔

زنا کاری اور لواطت کو قانونی تحفظ دے دیا گیا' باہمی رضامندی سے جب چاہیں' جہاں چاہیں جس سے چاہیں زنا ہو سکتا ہے' بیویوں کا آپس میں تبادلہ ہو سکتا ہے' عورتیں کرائے پر مل جاتی ہیں۔ انڈیانا اسٹیٹ میں ایک شہر آباد ہے جس میں چھوٹے بڑے' مرد اور عورت سب مادر زاد ننگے رہتے ہیں لیکن اتنی آزادی کے باوجود اضطراب کا یہ عالم ہے امریکہ میں ہر تین منٹ میں ایک قتل ہوتا ہے

ہر تیرہ سیکنڈ میں ایک زنا بالجبر کیا جاتا ہے۔ ہر گیارہ سیکنڈ میں کوئی زبردست ڈاکہ پڑتا ہے۔

کسی کی سوچ یہ ہے کہ منشیات کے استعمال سے سکون ملتا ہے لیکن کون نہیں جانتا منشیات نے کتنے گھرانوں کو تباہ کر دیا ہے اور لاکھوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔

یہ تمام ذرائع انسان کو حقیقی سکون نہیں دے سکے اور انسان سکون کی تلاش میں دیوانوں کی طرح مارا مارا پھر رہا ہے' اب خدا کی طرف سے پکار آتی ہے۔

میرے بندے تو نے دولت کے انبار لگائے مگر تجھے سکون نہ مل سکا۔

تو نے وزارتیں اور بادشاہتیں حاصل کر لیں مگر تجھے سکون نہ مل سکا۔

تو نے رقص و سرور کی محفلیں جمائیں لیکن تجھے سکون نہ مل سکا۔

تو نے فحاشی' عریانی اور بدکاری کی انتہا کر دی مگر تجھے سکون نہ مل سکا۔

تو نے جوئے اور سٹے کا بازار گرم کیا مگر تجھے سکون نہ مل سکا۔

تو نے ساغر و مینا' شراب' ہیروئن' چرس اور سمیک کا استعمال کر کے دیکھا مگر تجھے سکون نہ مل سکا۔

تو نے نت نئے فیشن اختیار کیے مگر تجھے سکون نہ مل سکا۔

تو نے کوہ پیمائی کی مہمیں سر کیں مگر تجھے سکون نہ مل سکا۔

تو نے کھیلوں میں کمال حاصل کر لیا مگر تجھے سکون نہ مل سکا۔

تو نے سمندروں اور صحراؤں کو چھان مارا مگر تجھے سکون نہ مل سکا۔

تو چاند ستاروں تک جا پہنچا مگر تجھے سکون نہ مل سکا۔

تو نے سائنسی علوم سے حیرت انگیز مشینیں بنا لیں مگر تجھے سکون نہ مل سکا۔

آ! بھولے بھٹکے مسافر میرے در پر آ' میں تیرا رب ہوں' میں تیری ضروریات کا کفیل اور

مالک ہوں۔ میں تجھے حصول سکون کا راستہ دکھاؤں گا۔ یہ چیزیں تجھے سکون نہیں دے سکتیں۔

او ظلوم اور جہول انسان تو بھی کتنا پگلا ہے، انگاروں پہ بیٹھا ہے اور چاہتا ہے مجھے ٹھنڈک نصیب ہو۔

گندگی کے ڈھیر پر بیٹھ کر چاہتا ہے کہ مجھے خوشبو کے دلنواز جھونکے آئیں۔

کانٹوں پر بستر بچھایا ہے اور چاہتا ہے کہ چبھن نہ ہو۔

تیل چھڑک کر تیلی جلاتا ہے اور چاہتا ہے آگ بھی نہ لگے۔

اپنے خالق اور مالک کو ناراض رکھا ہے اور چاہتا ہے کہ مجھ پر پریشانیاں بھی نہ آئیں۔

او میرے پاگل بندے۔

تجھے نہ سیم وزر کی چھنا چھن سکون دے سکتی ہے۔

نہ تخت و تاج تیرے دل کے اضطراب کو دور کر سکتا ہے۔

نہ رقص و سرود اور میوزک تیری قلبی بیماریوں کا علاج ہے۔

نہ زنا کاری اور فحاشی تجھے مطمئن رکھ سکتی ہے۔

نہ منشیات کا استعمال تیرے قلب و دماغ کو سکون دے سکتا ہے۔

اگر تجھے سکون ملا تو میری یاد کی چھاؤں میں ملے گا۔

میرے ذکر کی خوشبو سے ملے گا۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

تمہیں دل کا سکون اور سچی خوشی اللہ کے ذکر کے بغیر کبھی حاصل نہیں ہو سکتی، تم جب تک گناہوں کو نہیں چھوڑو گے تمہاری پریشانیاں کبھی دور نہیں ہوں گی۔

آیئے! آج ہم عہد کریں کہ آج کے بعد ہم کبھی بھی زندگی کے کسی شعبے میں بھی کتاب و سنت کی مخالفت نہیں کریں گے۔ پھر دیکھئے گا ہمیں سکون قلب کیسے حاصل ہوتا ہے۔ ہمارا گھر جنت کا نقشہ پیش کریگا۔

ہمیں روکھی سوکھی روٹی میں وہ لذت نصیب ہوگی جو امراء کو مرغن غذاؤں میں نصیب نہیں ہوتی۔ ہمیں گھاس پھونس کے بستر پر ایسی نیند آئے گی جو اللہ کے باغیوں کو حریر و کمخواب کے بستر پر نہیں آتی۔

نسخہ 6

سکون وعافیت کے ضامن 3 آسان کام

اللہ تعالیٰ کا دین ہمارے لئے دین ودنیا ہر دو لحاظ سے رحمت ونعمت ہے جس میں ہماری ہر چیز کا تحفظ بھی ہے اور خیر وبرکت بھی۔ ایک آدمی خود اپنے بارہ میں اتنا مخلص نہیں ہوسکتا جس قدر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے حق میں مخلص رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے ہر موقع پر ایسے گراں قدر فرامین سے نوازا جو الفاظ کے اعتبار سے مختصر لیکن علم وعرفان کے اعتبار سے بحر بیکراں ہیں ایسے ہی ایک فرمان کا مطالعہ کرکے سکون حاصل کرتے ہیں۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اے اللہ کے رسول! نجات کا راستہ کیا ہے؟ اس سوال کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین نصیحتیں فرمائیں جنکے الفاظ اس قدر مختصر ہیں کہ یہ صرف 5 سیکنڈ میں ادا ہو جاتے ہیں

سنئے! آپ نے ارشاد فرمایا: اَمْلِکْ عَلَیْکَ لِسَانَکَ وَلْیَسَعْکَ بَیْتُکَ وَابْکِ عَلٰی خَطِیْئَتِکَ (مسند احمد)

1۔ اپنی زبان کو قابو میں رکھو

یہ پہلی نصیحت ہے آپ دیکھیں کہ دنیا میں جتنے جھگڑے ہیں یہ سارے زبان سے شروع ہوتے ہیں۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ پہلے سوچو پھر بولو۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ تم اپنی زبان کو قابو میں رکھو اور اپنی زبان سے کوئی ایسی بات نہ نکالو جو فتنہ وفساد اور بے ادبی کا ذریعہ بنے۔ اس جملہ کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری دنیا کو امن کا درس دیا کہ زبان کو قابو میں رکھوگے تو سب لڑائی جھگڑے ختم ہو جائینگے۔

2۔ بلا ضرورت اپنے گھر سے مت نکلو

یہ دوسری نصیحت ہے کہ ذکر وتلاوت نوافل و درود شریف کی کثرت سے اپنے گھر کو وسیع

کرلو۔ جو اپنے گھر میں اللہ کا ذکر کرتا ہے اس کا چھوٹا سا گھر بھی بہت بڑا معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ اللہ والا ہے اس کے برعکس جس آدمی کا گھر بہت بڑا ہے اگر وہ گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ساری دنیا کو اس کے لئے تنگ کر دیتے ہیں۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں

هٰذَا زَمَانُ السُّكُوْتِ وَ مُلَازَمَةِ الْبُيُوْتِ وَالْقَنَاعَةِ بِالْقُوْتِ حَتّٰى يَمُوْتَ

کہ یہ زمانہ خاموش رہنے کا ہے اور گھروں سے چپکے رہنے کا ہے اور اللہ نے جو رزق دیا ہے اس پر مرتے دم تک قناعت کرنے کا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ آدمی بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلے صرف ضروری کاموں کیلئے جائے جیسے ذریعہ معاش، تجارت وغیرہ کیلئے جاتا ہو اور جو رزق اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس پر قناعت کرے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہے۔

3۔ اپنی خطاؤں پر روتے رہو

یہ تیسری نصیحت ہے آج کون شخص ہے جو یہ دعویٰ کرے کہ مجھ سے کبھی خطائیں نہیں ہوئیں بلکہ ہر شخص جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید رکھے ہوئے ہے وہاں وہ اپنی خطاؤں کی وجہ سے لرزاں و ترساں بھی رہتا ہے کہ کہیں پکڑ نہ ہو جائے۔ اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے کی کوشش کرتا رہے اور اپنی خطاؤں پر اللہ کے سامنے روتا رہے اور ندامت کے آنسو بہاتا رہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں شہید کے خون کا قطرہ بھی بڑا قیمتی ہے اور اللہ کے سامنے رونے والے کی آنکھ سے جو آنسو نکلتا ہے یہ قطرہ بھی اللہ کو بہت محبوب ہے حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ اللہ کے سامنے روؤ اگر رونا نہ آئے تو رونے کی سی شکل بنالو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو عاجزی اور آہ و زاری بہت پسند ہے کہ اس کے ذریعے آدمی ترقی کرتا ہے۔

تو ان تین نصیحتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجات کا آسان راستہ بتادیا ہے۔

جب ایک ڈاکٹر کے انجکشن سے سیکنڈوں میں فائدہ ہو سکتا ہے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ سیکنڈ کے وعظ سے امت کے دل کی دنیا کیوں نہیں بدل سکتی؟

اللہ تعالیٰ ان جامع نصیحتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

نسخہ 7

دین کا علم ایمانی مسرت کا ذریعہ ہے

اللہ تعالیٰ کو اپنا دین محبوب ہے اور اس دین کو حاصل کرنیوالے خوش نصیب افراد بھی اللہ تعالیٰ کی نظر میں محبوب ہیں۔ دین کا علم اور اسکا فہم انسانی زندگی میں سکون وراحت کا پیش خیمہ ہے کہ اسکی روشنی میں دین پر عمل کرنیوالا انسان ہر قسم کی گمراہی سے محفوظ رہ کر صراط مستقیم پر گامزن رہتا ہے اور یہی روحانی تسکین زندگی کو خوشحال رکھتی ہے۔

دین کی بات سیکھنا

ہر مسلمان کے ذمے فرض ہے کہ وہ اپنے دین کی اتنی معلومات حاصل کرے جن کے ذریعے وہ اپنی روزمرہ کی زندگی اسلامی تعلیمات کے مطابق گزار سکے ہر شخص کے لئے پورا باضابطہ عالم دین بننا ضروری نہیں لیکن بقدر ضرورت دینی معلومات حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔

پھر جہاں اللہ تعالیٰ نے دین کی ضروری باتیں سیکھنے کو ضروری قرار دیا ہے۔ وہاں اس عمل پر بڑے اجروثواب کے وعدے فرمائے ہیں یعنی دین سیکھنے کا ہر عمل ایک مستقل نیکی ہے جس کی بہت فضیلتیں قرآن وحدیث میں آئی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جو شخص اس غرض کیلئے کسی راستے پر چلے کہ علم کی کوئی بات سیکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے راستے کو آسان فرمادیں گے اور علم طلب کرنے والے کے لئے اس کے عمل پر اظہار خوشنودی کے لئے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں۔ (ابوداؤد ترمذی)

اس فضیلت میں وہ طلبہ علم تو داخل ہیں ہی جو باقاعدہ علم دین کی تحصیل کے لئے اپنے گھروں سے نکلتے ہیں لیکن جو لوگ پورے عالم دین بننے کی نیت سے نہیں بلکہ اپنی ضرورت کے مطابق دین کی کوئی بات سیکھنے کے لئے کہیں جاتے ہیں یا ضرورت کے وقت کسی عالم یا مفتی سے کوئی مسئلہ پوچھنے جاتے ہیں یا کسی وعظ ونصیحت میں اس نیت سے شریک ہوتے ہیں کہ دین کی باتیں سیکھیں گے امید ہے کہ ان شاء اللہ ایسے لوگ بھی اس فضیلت میں حصہ دار ہوں گے۔ غرض دین کی کوئی بات سیکھنے

کیلئے جو کوئی اقدام کیا جائے ان شاء اللہ اس پر طلب علم کا اجر و ثواب حاصل ہوگا یہاں تک کہ اس غرض سے مستند دینی اور اصلاحی کتابوں کے مطالعے پر بھی اسی اجر و ثواب کی پوری امید ہے بشرطیکہ کتابیں مستند ہوں جس کیلئے مناسب یہ ہے کہ کسی عالم سے پوچھ کر کتابوں کا انتخاب کیا جائے۔ لہٰذا جہاں کہیں سے دین کی کوئی بات سیکھنے کا موقع ملے اس کو غنیمت سمجھنا چاہئے۔ اس سے اپنی معلومات میں بھی اضافہ ہوتا ہے زندگی سنوارنے میں بھی مدد ملتی ہے اور نیکیوں میں مستقل اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

علم دین کی برکات

شیخ الاسلام علامہ شمس الحق صاحب افغانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دیوبند کے مدرسہ دارالعلوم میں حدیث کا ایک طالب علم فوت ہو گیا۔ جو افغانستان کا رہنے والا تھا جنازہ پڑھ کر دفنا یا گیا۔ اور اسکے ورثاء کو خط بھیجا۔ فاصلہ لمبا تھا خط چھ ماہ بعد اسکے گھر میں پہنچ گیا۔ اسکے عزیز آ گئے۔ مہتمم قاری محمد طیب صاحب سے ملاقات ہوگئی تو وہ کہنے لگے کہ ہم میت کو نکال کر اپنے وطن افغانستان میں لے جانا چاہتے ہیں۔ مہتمم صاحب نے بہت سمجھایا مگر وہ بضد تھے۔ بات نہیں مان رہے تھے تو مہتمم صاحب نے انکو میرے پاس بھیجا میں نے بھی انہیں بہت سمجھایا وہ کہنے لگے یا تو ہم میت لے جائیں گے یا ہمارا سارا خاندان یہاں منتقل ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں میں نے کہا جاؤ۔ خدا کے بندو! تم تو خدا تعالیٰ کا راز ظاہر کرو گے جب قبر کھودی گئی تو چھ ماہ بعد میت اپنے کفن سمیت صحیح سالم پڑی تھی اور اس سے بہت اعلیٰ خوشبو آ رہی تھی۔ میت کی لاش صندوق میں رکھ دی گئی اور احتراماً ایک طالبعلم ان کے ساتھ بھیج دیا گیا۔ لاہور کے راستے سے پشاور جانا تھا۔ پشاور کے ریلوے اسٹیشن پر ایکسائز اور پولیس والوں نے کہا کہ اس صندوق میں میت نہیں بلکہ کستوری (مشک) ہے جو سمگل ہو رہی ہے جب صندوق کو پولیس والوں نے کھولا تو اس میں حدیث پاک کا طالب علم تھا اور اس سے خوشبو آ رہی تھی۔

یہ حال تو حدیث کے طالب علم کا تھا اب تصویر کا دوسرا رخ دیکھئے!۔ اسی دن پشاور کے ایک نواب کے بیٹے کی لاش انگلینڈ سے ایئر پورٹ پہنچی جو انگلینڈ میں انگریزی تعلیم حاصل کرنے گیا ہوا تھا اور فوت ہوئے اس کو تیسرا دن تھا مگر عفونت اور بدبو اتنی تھی کہ رشتے دار بھی چارپائی کے قریب نہیں آتے تھے نوبت یہاں تک پہنچی کہ لوگوں کو اجرت دیکر چارپائی لے جائی گئی تھی تاکہ اس کو دفنایا جائے۔ حضرت افغانی صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ لوگوں نے اس واقعے سے بہت بڑی عبرت حاصل کی تھی۔ (خطبات افغانی)

علم دین کے ذریعے دنیا و آخرت میں عزت

حدیث صحیح میں ہے کہ علم کا طلب کرنا فرض ہے ہر مسلمان پر (خواہ وہ مرد ہو یا عورت) اور فرض کا چھوڑنا گناہ کبیرہ ہے۔ جاننا چاہیے کہ جس کام کا کرنا بندہ پر فرض ہے اس کام کے کرنے کا طریقہ بھی سیکھنا اس کے ذمہ فرض ہے اور جس کام کا کرنا مستحب ہے اس کا طریقہ سیکھنا بھی مستحب ہے پس جب نماز فرض ہوگی تو اس کے مسائل سیکھنے بھی فرض ہوں گے۔ اسی طرح روزہ وغیرہ کا حال ہے۔ جب نوکری تجارت وغیرہ کرے گا تو نوکری تجارت وغیرہ کے متعلق جو شریعت کے حکم ہیں ان کا سیکھنا اور ان پر عمل کرنا لازم ہوگا۔ یہ تفصیل اس علم کی ہے جو ہر شخص پر فرض ہے اور بعض علوم ایسے ہیں کہ اگر تھوڑے سے آدمی خواہ ایک یا دو بستیوں سے کام چل جائے ان علوم کو حاصل کر لیں تو باقی لوگوں کے ذمہ ان علوم کا طلب کرنا ضروری نہیں رہتا۔ مثلاً ہر قصبہ و ہر شہر میں ایک ایسا عالم ہونا ضروری ہے جو قرآن و حدیث و فقہ وغیرہ کے علوم اچھی طرح جانتا ہو کہ مخالفین اسلام کا رد بھی کر سکے اور جب کوئی مسئلہ اس سے پوچھا جائے تو بے تکلف اس کا جواب دے سکے۔ ایسے علوم ہر شخص پر فرض نہیں ہوتے۔ ہاں اگر کسی کو فرصت ہو اور شوق و موقع ہو اور بغیر فرض ہونے کے وہ ان علوم کو حاصل کرے تو مستحب ہے اور بڑا ثواب ہے۔

یہ بات ذہن نشین رکھئے کہ جس علم دین کا سیکھنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ضرور عربی ہی پڑھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دین کی باتیں سیکھے خواہ عربی کتابیں پڑھ کر۔ خواہ اردو کی کتابیں پڑھ کر خواہ معتبر عالموں سے زبانی پوچھ کر۔ جو عورتیں خود نہ پڑھ سکیں اور نہ کسی عالم تک پہنچ سکیں وہ اپنے مردوں کے ذریعہ سے دین کی باتیں عالموں سے پوچھتی رہیں۔ دین کی جو بات معلوم ہوا کرے وہ دوسرے مسلمان بھائیوں کو بتلا دیا کرے اس کا ثواب تمام خیر خیرات سے زیادہ ہے۔ سبحان اللہ خدا تعالیٰ کی کیسی رحمت ہے کہ ذرا سی زبان ہلانے میں ہزاروں روپیہ خیرات کرنے سے بھی زیادہ ثواب مل جاتا ہے نیز اپنے بیوی بچوں کو دین کی باتیں سکھلانا ویسے بھی بہت ضروری ہے۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایمان والے کے عمل اور نیکیوں میں سے جو چیز اس کے مرنے کے بعد بھی اس کو پہنچتی رہتی ہے ان میں یہ چیزیں ہیں۔ ایک علم دین کہ کسی کو پڑھایا ہو یا مسئلہ بتایا ہو یا دین کی کتابیں تصنیف کی ہوں۔ یا نیک اولاد جس کو چھوڑ کر مرا ہو۔ کسی اولاد نے اپنی اولاد کو کوئی دینے کی چیز ایسی نہیں دی جو اچھے ادب اور علم سے بڑھ کر ہو۔ یہ سب چیزیں صدقہ جاریہ بنتی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایماندار آدمی وہ ہے جو مجسم پیکر محبت ہو جو شخص کسی سے الفت نہ رکھے اور نہ اس سے کوئی الفت

رکھے یاد رکھو کہ اس میں بھلائی کی بو بھی نہیں۔ (مشکوۃ صفحہ ۴۲۵)

تشریح: حدیث مذکورہ میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ایک مسلمان کہ انس و محبت میں حاکم و محکوم۔ غریب و امیر۔ عالم و جاہل ہر کس و ناکس کا امتیاز اٹھا دینا چاہئے کیونکہ محبت ہی وہ نعمت ہے جس سے نظام عالم وجود میں آیا اور اسی نعمت کے ساتھ اس کا بقا بھی مربوط ہے۔ ایک حدیث میں اس حقیقت کو یوں ادا فرمایا گیا ہے کہ تمام مسلمانوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے کہ اگر اس کا ایک عضو بھی بیمار پڑ جاتا ہے تو اس کی بے چینی سے اس کا تمام جسم بے چین رہتا ہے۔ عرب کا ایک شاعر کہتا ہے

وما سمی الانسان الا لانسہ   وما القلب الا انہٗ یتقلب

یعنی انسان کو انسان کہتے ہی اس لئے ہیں کہ وہ سراپا انس ہی انس ہوتا ہے اور قلب کا نام اسی لئے قلب ہے کہ وہ ہر وقت دھڑکتا ہے۔

دین بھی اپنے خزانے سے ملتا ہے

ہر چیز اپنے خزانے سے ملتی ہے۔ آگ اپنے خزانے سے پانی اپنے خزانے سے اسی طرح دین بھی اپنے خزانے (انعام یافتہ بندوں) سے ملے گا، یعنی انعام یافتہ چار طبقے ہیں، انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین ان کی تابعداری سے دین ملتا ہے، جب تک کہ منعم علیہ بندہ سے تعلق نہ ہو دین حاصل نہیں ہوتا وجہ یہ ہے کہ انعام یافتہ چار طبقے صراط مستقیم پر ہیں اور صراط مستقیم ہی ایک راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ تک گیا ہے، منعم علیہ لوگوں کی تفصیل۔

نبی: جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آوے یعنی فرشتہ ظاہر میں پیغام لاوے۔

صدیق: جو وحی آئے ان کا جی آپ ہی اس پر گواہی دے (صدیق آئینہ نبوت ہوتا ہے)

شہید: جو پیغمبر کے حکم پر ایسا صدیق (اور یقین آیا) کہ اس پر جان دیدی۔

صالحین: جن کی طبیعت نیکی ہی پر پیدا ہوئی ہے اور اسی طرح جو لوگ انکی حکم برداری پر لگ جاتے ہیں اللہ انکو بھی صالحین اور نیک طبقہ میں شمار فرمائیں گے جنکے پیچھے لگنا ہے انکی تحقیق کرے کہ واقعی وہ صالحین میں سے ہے بھی کہ نہیں کہیں دھوکہ نہ کھالیں (یعنی جعلی پیروں کے پھندے میں نہ جا پھنسیں)۔

قرآنی ہدایت: فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

(ترجمہ) کہ اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھ لیا کرو، یعنی اس بات کی تعلیم فرما دی کہ جو لوگ علم والے بھی ہوں اور غلبہ ذکر سے ذکر میں ڈوبے ہوئے ہوں ان سے پوچھ کر چلتے رہو دین معلوم ہوتا جائے گا عمل کرتے رہیں گے تو سرایت کرتا جائیگا یعنی پختہ ہوگا۔

نسخہ 8

قرآن کریم اور اس کے تقاضے

اللہ تعالیٰ کی عظیم کتاب قرآن کریم بندہ اور خالق کے درمیان ہم کلامی کا شرف نصیب کرنے میں اکسیر کا درجہ رکھتی ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت اس کا ترجمہ و تفسیر کا علم حاصل ہو جائے اور انسان اس کے حقوق اور تقاضوں پر عمل کرنے والا بن جائے تو اپنی مسلمان آخرت میں عزت کے علاوہ دنیا میں بھی پر سکون زندگی بسر کرتا ہے۔ آیئے اس بارہ میں ضروری باتیں پڑھتے ہیں۔

قرآن کریم، فضائل اور حقوق

قرآن عزیز مسلمانوں کی مقدس ترین کتاب ہے قرآن مقدس کی سب سے بڑی خوبی (وصف) یہ ہے کہ اسے ارض و سماوات کے خالق و مالک نے خود کلام کیا، کلام الٰہی کے سب سے پہلے سامع سید الملائکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں، سید الملائکہ نے اس کلام الٰہی کی تلاوت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر اس مقدس کلام کو نازل کیا گیا، قرآن مقدس کی ایک آیت جیسی آیت دنیا بھر کی تمام مخلوقات ایک دوسرے کی مدد کر کے بھی نہیں بنا سکتی، قرآن مقدس وہ کتاب ہے جسے وضو کے بغیر ہاتھ نہیں لگایا جا سکتا، اس مقدس کتاب کی تلاوت صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو پاک اور صاف ہو، قرآن مجید وہ کتاب ہے جس کی دنیا بھر میں سب سے زیادہ طباعت ہوتی ہے قرآن شریف وہ کتاب ہے جس کی دنیا بھر میں ہر وقت تلاوت ہوتی ہے، قرآن عزیز وہ کتاب ہے جس کی تلاوت تمام کتابوں سے بڑھ کر ہے، قرآن شریف ہی وہ کتاب ہے جس کو سمجھ میں نہ آنے کے باوجود پوری توجہ سے پڑھا جاتا ہے، قرآن شریف ہی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کو دنیا کی ہر زبان بولنے والا بآسانی پڑھ سکتا ہے، قرآن شریف ہی کا یہ معجزہ ہے کہ بار بار پڑھنے کے باوجود دوبارہ پڑھنے پر توجہ باقی رہتی ہے اور اکتاہٹ نہیں ہوتی، قرآن شریف ہی کا یہ اعجاز ہے کہ اسے زبانی (حفظ) مکمل طور پر یاد کیا جا سکتا ہے،

قرآن شریف کا یہ بھی اعجاز ہے کہ اس کے الفاظ کی حفاظت، کم عمر، نا سمجھ، غیر ذمہ دار، سچ، جھوٹ اور کھرے کھوٹے میں تمیز نہ کر سکنے والے، جلد لالچ میں آجانے والے، فوراً خوف میں مبتلا ہو جانے والے، دباؤ برداشت نہ کر سکنے والے بچوں اور بچیوں سے کرائی جاتی ہے، قرآن مقدس کی تلاوت کرنے والے کی آواز پر خود اللہ تعالیٰ شانہٗ توجہ دیتے ہیں، قرآن مقدس کی تلاوت پر ہر ہر حرف کے بدلے میں دس دس نیکیاں اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے ملتی ہیں، قرآن مقدس کی تلاوت کرنے والے پر اللہ تعالیٰ شانہٗ فرشتوں کے مجمع میں فخر فرماتے ہیں، قرآن مقدس کی تلاوت جہاں ہوتی ہے، فرشتے اس جگہ پر جمع ہو کر اس مجلس کو گھیر لیتے ہیں، قرآن مقدس کی تلاوت والی مجلس کو اللہ رب العزت کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے، قرآن مقدس کی تلاوت والی مجلس پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت (سکینہ) نازل ہوتی ہے، قرآن مقدس کی تلاوت کے بعد تلاوت کرنے والے کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا جاتا ہے، قرآن مقدس کی تلاوت دلوں کے میل کی صفائی کا اکسیر نسخہ ہے، قرآن مقدس کی تلاوت کے بعد تلاوت کرنے والے کی مغفرت کا اعلان کر دیا جاتا ہے، قرآن مقدس کی تلاوت فتنوں سے بچنے کی ڈھال ہے، قرآن مقدس کی تلاوت قیامت کے دن تلاوت کرنے والے کے حق میں نور کی صورت میں ظاہر ہوگی قرآن مقدس آخرت میں بہت بڑا سفارشی ہوگا، قرآن مقدس کی سفارش و شفاعت قبول کی جائیگی، قرآن مجید کا یہ حق ہے کہ سال میں کم از کم دو مرتبہ شروع سے آخر تک مکمل تلاوت کی جائے، قرآن مقدس کی اشاعت کا، تبلیغ کا، پھیلانے کا ہر ہر مسلمان پر حق ہے، لہٰذا تلاوت قرآن کے اہتمام کے ساتھ قرآنی مکاتب کے قائم کرنے، باقی رکھنے کی اپنے قول و عمل سے، رقم سے، مقدم سے ہر ممکن کوشش تا حیات کی جائے۔ اللہ پاک ہم سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے آمین۔

قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟

قرآن کی تعلیمات نے خلفائے راشدین، صحابہ کرام، سفیان ثوری، سفیان عیینہ، امام ابو حنیفہ، امام بخاری، عمر بن عبد العزیز، البیرونی و ابن بطوطہ، رومی و شیرازی، رازی و غزالی رحمہم اللہ جیسی نابغۂ روزگار شخصیات تخلیق کیں اور دیگر وہ خاندان جنہوں نے دور اسلامی میں خلافت و بادشاہت کے منصب پر آکر انسانیت کی بے مثال خدمت کی وہ بھی تعلیمات قرآنی ہی کا معجزہ ہیں۔

آج دنیا چاند پر چلی گئی مگر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی سیرت و کردار تخلیق نہیں کر سکی، جنید بایزید

پیدا نہ کرسکی کوئی عمر بن عبدالعزیز انسانیت کو نہ دے سکی، مگر اسلام نے ایسی خدا پرست و انسان دوست شخصیات تعمیر کرکے انہیں انسانیت کی خدمت کے لئے وقف عام کیا۔

اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے ہی برصغیر میں مسلمانوں کا زوال شروع ہوا اسی دور میں ملت اسلامیہ کے عظیم مفکر و مجدد حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے زوال کے مرض کا علاج یہی تجویز کیا کہ مسلم عوام کو قرآنی تعلیمات کی دعوت دی جائے، چنانچہ آپ نے قرآن کریم کا ترجمہ اس وقت کی رائج زبان فارسی میں کیا اور مختصر تشریح بھی لکھی، پھر آپ کے صاحبزادوں نے اس سلسلہ کو آگے بڑھایا اور اردو تراجم لکھے، حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے درس قرآن مجید کے حلقے قائم کئے اور اس پر اتنی محنت کی کہ ایک وقت ایسا آیا جب برصغیر میں جہاں کہیں بھی تعلیم قرآن کا کوئی حلقہ قائم تھا وہاں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ کا کوئی شاگرد یا شاگرد کا شاگرد ہی اس کا روح رواں تھا، جنگ عظیم دوم خلافت عثمانی کے خاتمہ اور ملت اسلامیہ کے شیرازہ بکھرنے کے بعد کے حالات میں بھی شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ (حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی) نے اپنی پوری زندگی کے غور و فکر اور تجربات کا نچوڑ مالٹا کی قید سے واپسی کے بعد یہی بیان فرمایا کہ مسلمانوں کی پسماندگی کے دو اسباب ہیں قرآن کریم سے دوری اور فرقہ پرستی، چنانچہ آپ نے بھی حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ قرآن کی تجدید کی تاکہ عوام کو قرآنی مطالب تک رسائی میں آسانی ہو۔

اس پورے تحقیقاتی پس منظر کے علاوہ ایک جامع بات پہلے سے موجود ہے کہ "ان اللہ یرفع بھذا اقواما ویضع بہ آخرین" اللہ تعالیٰ قرآن ہی کے ذریعہ کسی قوم کو ترقی عطا فرماتے ہیں اور اسی کی نافرمانی کی وجہ سے کسی قوم کو پستی میں گرادتے ہیں۔

آج قرآن کریم سے ہمارا سلوک کیسا ہے جو درج ذیل اشعار میں بیان کیا گیا ہے۔

طاقوں میں سجایا جاتا ہوں، آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں
تعویذ بنایا جاتا ہوں، دھو دھو کے پلایا جاتا ہوں
جزدان حریر و ریشم کے اور پھول ستارے چاندی کے
پھر عطر کی بارش ہوتی ہے، خوشبو میں بسایا جاتا ہوں
یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے، قانون پر راضی غیروں کے
یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں ایسے بھی ستایا جاتا ہوں

کسی بزم مجھ کو یار نہیں کسی بزم میں میری دھوم نہیں
پھر بھی میں اکیلا رہتا ہوں مجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں

وقت کی پکار: موجودہ حالات کا اہم تقاضا یہ بھی ہے کہ ہم اپنے گھروں میں، مسجدوں میں، دکانوں اور دفتروں میں درس کے حلقے بنائیں روزانہ کے درس کے لئے پندرہ منٹ کوئی زیادہ وقت نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں ادارہ کا شائع کردہ "درس قرآن" کافی مفید و عام فہم تفسیر پر مشتمل ہے جو دس پندرہ منٹ کے سبق وار دروس کا مجموعہ ہے اور ہر پارہ علیحدہ مجلد ہے۔

اس مبارک سلسلہ کے خوشگوار اثرات و برکات سے آپ بھی محروم نہ رہیں بلکہ روزانہ کے ایک سبق کے مطالعہ سے آپ اپنے اہل خانہ، دوست احباب، مساجد و مدارس، دفاتر و مجالس کے ہم نشین حضرات کو قرآنی تعلیمات سے قریب کر کے اپنی اور معاشرہ کی اصلاح میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

قرآن مجید اور دینی اوراق کی بے ادبی، ایک مہلک جرم

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کے علاقے میں قرآن مجید لے کر سفر کرنے سے منع فرماتے تھے اس خطرے کی وجہ سے کہیں قرآن مجید دشمنوں کے ہاتھ نہ لگ جائے" (مسلم جلد۲)

علامہ نوویؒ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ "اس حدیث شریف میں کافروں کے علاقے میں قرآن مجید لے کر جانے کی مخالفت اس وجہ سے ہے کہ کہیں قرآن مجید دشمن کے ہاتھ نہ لگ جائے اور وہ اس کی بے حرمتی نہ کر ڈالے، یہ وجہ خود حدیث شریف میں مذکور ہے"۔

آگے چل کر علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی جگہ پر یہ وجہ (یعنی بے حرمتی کا خوف) موجود نہ ہو تو پھر اسلامی لشکر کیلئے قرآن مجید لے جانا جائز ہے مثلاً اسلامی لشکر کو اس قدر غلبہ حاصل ہو کہ دشمنوں کی طرف سے بے حرمتی کا امکان ہی باقی نہ رہے۔

"قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مالک اور بعض دوسرے حضرات نے کافروں کے ساتھ معاملہ کرنا مکروہ قرار دیا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا نام یا اس کا ذکر لکھا ہوا ہو" حدیث شریف اور اس کی مختصر تشریح سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ مسلمانوں کیلئے قرآن مجید اور اللہ تعالیٰ کے نام کی بے حرمتی کا ذریعہ بننا بھی جائز نہیں ہے چہ جائیکہ وہ خود بے حرمتی کے مرتکب ہو جائیں وہ اسلامی دستہ جو کافروں سے لڑنے کیلئے جا رہا ہے یقیناً ان کے دل میں قرآن مجید کا بے حد ادب و احترام ہوتا ہے لیکن اگر وہ اپنے ساتھ قرآن مجید لے کر چلا گیا اور لڑائی کے دوران یہ قرآن مجید

کافروں کے ہاتھ لگ گیا اور نعوذ باللہ اس کی بے حرمتی کی گئی تو اس گناہ میں وہ مسلمان بھی شریک ہو گئے جو اپنے ساتھ قرآن مجید لے کر گئے تھے حالانکہ اس بے حرمتی کے ساتھ ان کا براہ راست تعلق نہیں ہے، آج اگر ہم اس روایت مبارکہ پر غور کریں اور پھر اپنے عمل کو دیکھیں تو سر شرم سے جھک جاتا ہے اور دل خوف سے لبریز ہو جاتا ہے، آج گھر گھر میں جس طرح قرآن مجید اور دینی اوراق کی بے حرمتی کی جا رہی ہے وہ بیان سے باہر ہے اور یہ غفلت اور بے حرمتی ہمارے لئے بہت سارے نقصانات کا باعث بنی ہوئی ہے، اس موضوع پر گفتگو کو آگے بڑھانے سے پہلے یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ بعض لوگ اپنی کم علمی کی وجہ سے ان علماء اور اداروں کو اس جرم کا قصوروار قرار دیتے ہیں جو کتابوں یا رسالوں پر قرآنی آیات و احادیث شائع کرتے ہیں حالانکہ یہ درست نہیں کیونکہ دین کی دعوت کو عام کرنے کیلئے اس بات کی اجازت ہے کہ قرآن مجید کی آیات اور دینی علوم کو خوب پھیلایا جائے اور تو اور کافروں کو دین کی دعوت دینے کیلئے خطوط میں قرآنی آیات لکھ کر بھیجنا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے چنانچہ یہ تو ممکن بھی نہیں ہے کہ لوگوں کی غفلت کا بہانہ بنا کر دین کی دعوت و اشاعت کا کام ہی روک دیا جائے البتہ یہ بات بہت ضروری ہے کہ مسلمانوں میں اس بات کا شعور بیدار کیا جائے کہ وہ قرآنی آیات اور دینی اوراق کا احترام بجا لائیں اور اس سلسلے میں دینی جرائد و اخبارات کو مسلسل محنت کرنی چاہئے، اس مختصر وضاحت کے بعد عرض یہ ہے کہ آج پڑھے لکھے دیندار گھرانوں میں بھی قرآن مجید اور دینی اوراق کا وہ احترام نہیں کیا جاتا جو ان کا حق ہے بلکہ اب تو معاملہ غفلت سے بڑھ کر مجرمانہ کوتاہی تک پہنچ گیا ہے اور حالت یہاں تک جا پہنچی ہے کہ کئی گھرانوں میں دینی اخبارات کو نعوذ باللہ دسترخوان کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، بعض لوگ دینی اوراق کو کتابوں کی جلد بنا کر ان کتابوں کو بے ادبی سے پھینک دیتے ہیں اسی طرح کئی گھروں میں دینی اوراق جوتوں میں پڑے رہتے ہیں یا جھاڑوں کے ذریعے انہیں کوڑا کرکٹ میں ڈال دیا جاتا ہے۔ مسلمانوں میں پھیلنے والی اس مجرمانہ کوتاہی کے بے شمار نقصانات ہیں جن میں سے چند ایک کا تذکرہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

1- قرآنی آیات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے نام و کلمات کی توہین ایک سخت نقصان دہ گناہ ہے، ماضی کی کئی قومیں اس طرح کی گستاخیوں کی لپیٹ میں آ کر تباہ ہو چکی ہیں کیونکہ توہین آہستہ آہستہ انسانوں کو کفر کی طرف لے جاتی ہے۔

2- قرآن مجید اور دینی اوراق کی بے حرمتی سے انسان کا دل بے ادب بن جاتا ہے

اور آہستہ آہستہ اس دل میں قساوت اور سختی پیدا ہو جاتی ہے پھر گناہوں پر رونا نہیں آتا اور دل کی نرمی ختم ہو جاتی ہے۔

3- عملیات کا فن جاننے والے لوگ جانتے ہیں کہ ناپاک جادو کرنے کا ایک طریقہ مقدس آیات وکلمات کی توہین ہے، چنانچہ ناپاک جادوگر اکثر نجس رہتے ہیں اور شیطان کو خوش کرنے کے لئے قرآنی آیات و اوراق کی بے حرمتی کرتے ہیں، آج ہر گھر میں جادو کی شکایت ہے، باہر سے کوئی یہ حرکت کرے یا نہ کرے لیکن جب اپنے گھر میں دینی اوراق بچوں کے پیشاب کے ساتھ پڑے ہوں گے اور دینی کتابوں پر تصویروں والے ڈائجسٹ رکھے ہوں گے تو اس گستاخی اور بے ادبی کی نحوست کیا جادو سے کم تماشہ دکھائے گی؟

4- علم کی توہین کرنے کی وجہ سے ہر گھر سے علم نکلتا جا رہا ہے اور اس کی جگہ جہالت قابض ہو رہی ہے، علم ہمیشہ باادب لوگوں کو نصیب ہوتا ہے اور بے ادب اس سے محروم رہتے ہیں، مراتب کا فرق کئے بغیر کتابوں کو ایک دوسرے پر رکھنے اور دینی اوراق کی بے حرمتی کرنے سے اور بھی بے شمار نقصانات ہوتے ہیں جس کا آئے دن ہم مشاہدہ کرتے رہتے ہیں اس لئے اس بات کی فوری ضرورت ہے کہ جس طرح اپنے کپڑوں، قیمتی جوتوں اور زیورات کی حفاظت کی جاتی ہے اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر دینی اوراق کی حفاظت کی جائے اور اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ کسی گھر کی چار دیواری کے اندر قرآن مجید کی کسی آیت، اللہ تعالیٰ کے نام اور دینی اوراق کی کوئی بے حرمتی نہ ہو، یہ کام مشکل نہیں البتہ تھوڑا سا توجہ طلب ضروری ہے، اسی طرح گھر میں دینی کتابوں کو رکھتے ہوئے ان کے مراتب کا خوب خیال رکھا جائے، ایسا نہ ہو کہ تفسیر و حدیث کی کتاب پر کوئی تاریخی ناول رکھا ہوا ہو یا فقہ کی کتاب پر کوئی باتصویر اخبار رکھ دیا جائے آج ہی سے اپنے گھر اور کمرے کا جائزہ لیجئے اور خود کو اس مہلک گناہ اور نقصان سے بچائیے جو دیمک کی طرح اندر ہی اندر ہمارے گھروں کے سکون اور دل کے ادب کو چاٹ رہا ہے۔

نسخہ 9

ہر دن کا آغاز دُعا سے کیجئے

فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ یا اللہ! یہ دن طلوع ہو رہا ہے اور اب اس میں کارزارِ زندگی میں داخل ہونے والا ہوں۔

اے اللہ! اپنے فضل و کرم سے اس دن کے لمحات کو صحیح مصرف پر خرچ کرنے کی توفیق عطا فرما، کہ کہیں وقت ضائع نہ ہو جائے۔ کسی نہ کسی خیر کے کام میں صرف ہو جائے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب سورج طلوع ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے کہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَقَالَنَا یَوْمَنَا ھٰذَا وَلَمْ یُھْلِکْنَا بِذُنُوْبِنَا

"یعنی اس اللہ کا شکر ہے جس نے یہ دن ہمیں دوبارہ عطا فرما دیا اور ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہمیں ہلاک نہیں کیا۔"

ہر روز سورج نکلتے وقت یہ کلمات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم تو اس کے مستحق تھے کہ یہ دن ہمیں نہ ملتا اور اس دن سے پہلے ہی ہم اپنے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیئے جاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں ہلاک نہیں کیا اور یہ دن دوبارہ عطا فرمایا۔ لہٰذا پہلے یہ احساس دل میں لائیں کہ یہ دن جو ہمیں ملا ہے یہ ایک نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں عطا فرما دی ہے۔ اس دعا کے ذریعے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے ہیں کہ ہر دن کی قدر اس طرح کرو جیسے ہم سب رات کے وقت ہلاک ہونے والے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے زندگی دے دی۔ اب یہ جو نئی زندگی ملی ہے وہ کسی صحیح مصرف میں استعمال ہو جائے۔

یا اللہ ہر نئے دن کو ہمارے لئے خیر و برکت کا ذریعہ بنا دیجئے آمین

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مناجات

حالات حاضرہ کے پیش نظر اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم دن میں کوئی وقت مقرر کر کے

اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی بھلائیاں مانگیں۔ شرور و فتن سے پناہ مانگیں۔ جسمانی و روحانی امراض سے شفا چاہیں اور قرآن کریم کی تعلیم فرمودہ وہ دعائیں مانگیں جو حضرات انبیاء علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ سے مانگیں اور محبوب خدا خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی مبارک دعاؤں میں اللہ کے حضور مناجات کیں جو قبولیت کے زیادہ قریب ہیں۔

ان دعاؤں کے مطالعہ کے بعد انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ انسان اپنی عقل و فہم سے بھی وہ ضروریات نہیں بیان کر سکتا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعاؤں کی صورت میں امت کو تعلیم دے گئے ہیں۔ حدیث شریف میں پریشانی میں پڑھنے کے لئے یہ دعا تلقین فرمائی گئی ہے آپ بھی صدق دل اور آواز بلند اس دعا کو پڑھیے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ.

پریشانیوں سے نجات کیلئے استغفار مجرب عمل ہے جس کا ان الفاظ میں پڑھنا مجرب ہے۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ.

اسی طرح مصائب و مشکلات میں یہ قرآنی آیت پڑھنا بھی بے حد نافع ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ

اسی طرح دیگر قرآن و حدیث میں وارد صبح و شام کی دعائیں ہیں جن میں خیر ہی خیر ہے۔ اس کے لئے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ "مناجات مقبول" بہت نافع ہے۔ چلتے پھرتے بکثرت حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ پڑھتے رہنا چاہیے۔

نسخہ 10

سب سے عظیم نیکی... تقویٰ اور اسکے انعامات

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار تقویٰ اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے کہ تقویٰ اختیار کرو اور گناہ چھوڑ دو اور آج کل تحقیقیں بھی کہتی ہیں کہ چھوڑ دو اور پھر لوگ دنیاوی کام چلاؤ تو اللہ تعالیٰ نے ہم سے گناہ چھڑوا کر ہمیں کیا دیا... لہٰذا تقویٰ پر اللہ تعالیٰ کے دنیا و آخروی انعامات دیکھئے

پہلا انعام... ہر کام میں آسانی

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تم تقویٰ سے رہو گے تو ہم تمہارے سب کام آسان کر دیں گے۔ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ اَمْرِہٖ یُسْرًا ہم اپنے حکم سے اس کے سب کام آسان کر دیں گے۔ کیوں صاحب یہ نعمت نہیں ہے کہ انسان کے سب کام آسان ہو جائیں؟

ارتکاب گناہ خود ایک مشکل ہے

گناہ سے ہمارے کام آسان ہوتے ہیں یا مشکل؟ خود گناہ مشکل ہے۔ خود گناہ اتنا مشکل ہے کہ انسان اس کے لیے کتنی تدبیریں کرتا ہے؟ چھپاتا ہے۔ ہر وقت ڈرتا رہتا ہے کہ کہیں لوگوں کو خبر نہ ہو جائے اور صحت بھی خراب ہو جاتی ہے۔ ہر گناہ سے صحت کو نقصان پہنچتا ہے، دل کمزور ہو جاتا ہے کیونکہ پکڑے جانے کا خوف رہتا ہے کہ کوئی جان نہ جائے۔

دوسرا انعام... مصائب سے چھٹکارا

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا اس کو اللہ تعالیٰ مصیبت سے جلد نکال دیں گے اس کو مصائب سے مخرج اور ایگزٹ (Exit) جلد ملے گا۔

تیسرا انعام... بے حساب رزق

وَیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ اللہ ایسے راستے سے اس کو روزی دے گا جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہو گا۔ تقویٰ بے خسارہ کی تجارت ہے یہ اللہ تعالیٰ سے تجارت ہے، بے خسارہ

کی ہے اور سود بھی نہیں۔ تقویٰ میں نفع ہی نفع ہے اس میں کبھی خسارہ نہیں ہے، ہماری طرف سے کبھی وعدہ خلافی نہیں ہوتی۔ اگر وعدہ پورا ہونے میں کبھی تاخیر نظر آئے تو سمجھ لو کہ تم نے کہیں نالائقی کی ہے، تمہارے تقویٰ میں کمی آ گئی۔ نگاہ چشمی کی حفاظت بھی فرض ہے اور نگاہ قلبی کی حفاظت بھی فرض ہے یعنی دل کی نگاہ کو بھی بچاؤ، گندے خیالات بھی دل میں نہ لاؤ۔

چوتھا انعام.... نورِ فارق

اللہ تعالیٰ ایک نورِ فارق بھی عطا کرتے ہیں، جس سے بُرائی بھلائی کی تمیز رہتی ہے۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا (انفال پ ۹)

پانچواں انعام.... نورِ سکینہ

جو شخص تقویٰ سے رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو نورِ سکینہ عطا کرتے ہیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ اگر وہ اللہ کا ولی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائیں گے اور گناہ سے بچالیں گے۔ اسکے دل میں ایسی بے چینی آئے گی اور گناہ میں اس کو ایسی موت نظر آئیگی کہ وہ گناہ اور تقویٰ دونوں کا جنس بنا لے گا اور سمجھ گا کہ نہیں بھائی تقویٰ ہی میں فائدہ ہے اس گناہ میں تو بہت مصیبت نظر آرہی ہے۔

چھٹا انعام.... پُرلطف زندگی

فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً اگر تم اعمال صالحہ کرو گے تو ہم تم کو ضرور ضرور بالطف زندگی دیں گے۔ اللہ کی فرمانبرداری پر اللہ کا وعدہ ہے کہ ہم تم کو بالطف زندگی دیں گے۔ ہماری نالائقی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ اہتمام فرمایا کہ ظالم تم نفس کی بدمعاشیوں کے چکر میں ہو لہٰذا ہم یہ تین تاکید یا نون ثقیلہ نازل کر رہے ہیں تاکہ تم کو اطمینان ہو جائے کہ واقعی اللہ پُرلطف اور مزیدار زندگی دے گا ورنہ بغیر تاکید کے بھی اللہ تعالیٰ کا کلام انتہائی موکد ہے، آپ یہ ہماری نالائقی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اتنا اہتمام فرمایا۔

ساتواں انعام.... عزت و اکرام

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ معزز وہی لوگ ہیں جو تقویٰ سے رہتے ہیں۔ ایک اعلیٰ خاندان والا اگر خدانخواستہ بدمعاش ہے شرابی ہے زنا کرتا ہے اور ایک جولاہا جو تقویٰ سے رہتا ہے بتاؤ کون افضل ہے؟ ایک کالے رنگ والا ہے لیکن اللہ کا ولی ہے اور ایک سفید گوری چمڑی والا انگریز ہے چاہے مسلمان بھی ہو لیکن شراب اور زنا نہیں چھوڑتا تو وہ کالا حبشی اللہ کا ولی ہے اس کے پیر دھو کر پی لے۔ چمڑی سے کچھ نہیں ہوتا۔

آٹھواں انعام.... اللہ کی ولایت کا تاج

سب سے بڑا انعام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تم تقویٰ سے رہو گے تو ہم تمہاری غلامی کے سر پر اپنی دوستی کا تاج رکھ دیں گے یعنی تم کو ولی اللہ بنا لیں گے اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ۔ اللہ کا ولی بن کر مرنا فائدہ مند ہے یا گنہگار اور فاسق ہو کر مرنا؟ اور متقی ہو کر پھر گھر والوں میں بھی تاکہ اللہ کی ولایت اور دوستی کا صحیح مزہ دنیا سے لے کر جاؤ۔

نواں انعام.... گناہوں کا کفارہ

تقویٰ کا ایک انعام سیئات اور بُرے اعمال کا کفارہ ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ یُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ (سورۂ انفال پ ۹) یعنی جو خطائیں اور لغزشیں اس سے سرزد ہوتی ہیں دنیا میں ان کا کفارہ اور بدل کر دیا جاتا ہے یعنی اس کو ایسے اعمال صالحہ کی توفیق ہو جاتی ہے جو اس کی سب لغزشوں پر غالب آ جاتے ہیں۔

دسواں انعام.... آخرت میں مغفرت

تقویٰ کے انعامات میں سے ایک انعام آخرت میں مغفرت اور سب گناہوں خطاؤں کی معافی ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ یُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ

متقی بننے کیلئے تین عمل

اگر گناہ چھوڑنا چاہتے ہو متقی بننا چاہتے ہو اللہ کا ولی بننا چاہتے ہو تو تین کام کر لو۔

1۔ ہمت کیجئے: گناہ چھوڑنے کی پہلے خود ہمت کرو۔ بغیر ہمت کے کوئی کام نہیں ہوتا لہٰذا پہلے ہمت کیجئے کہ اب ہرگز یہ گناہ نہیں کروں گا۔

2۔ ہمت کو استعمال کرنے کی توفیق و ہمت مانگئے: اللہ تعالیٰ سے ہمت کی درخواست کرو کہ یا اللہ مجھے اپنی عطا فرمودہ ہمت کو استعمال کرنے کی توفیق دے۔ ہمت ہوتی ہے مگر آدمی استعمال نہیں کرتا۔ اے خدا آپ نے گناہ سے بچنے کی جو ہمت دی ہے اور تقویٰ کی جو طاقت دی ہے اس کو مجھے استعمال کی توفیق دے کیونکہ اگر طاقت نہ ہوتی تو تقویٰ فرض نہ ہوتا۔ کمزور پر تقویٰ فرض کرنا ظلم ہے اور اللہ ظلم سے پاک ہے۔ معلوم ہوا کہ تقویٰ کی طاقت ہے گناہ سے بچنے کی طاقت ہے ہم اس طاقت کو استعمال نہیں کرتے۔

3۔ خاصانِ خدا سے درخواست دعا کیجئے: خاصانِ خدا اور مقبول بندوں سے ہمت کی دعا کراؤ۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کی دعا قبول کرتا ہے۔

نسخہ 11

پرمسرت زندگی کیلئے ہمیشہ باوضو رہئے

ہمیشہ باوضو رہنے سے کئی طرح کی بلیات دور ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں کا ایک سچا واقعہ اس کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک عورت نیک بخت تھی اس نے آٹا گوندھ کر خمیری روٹی بنا کر تنور میں لگائی۔ چونکہ نماز کا وقت تنگ ہو رہا تھا۔ اس لئے اسی وقت اس نے نماز کا تحریمہ باندھا۔ ایسے وقت ابلیس ملعون ایک عورت کی صورت بن کر اس کے پاس آ کر کہنے لگا کہ اری روٹی تنور میں جلی جاتی ہے مگر اس نیک بخت عورت نے اس کے کہنے کا کچھ خیال نہ کیا۔ اور نہایت خشوع و خضوع سے نماز پڑھتی رہی۔ جب ابلیس ملعون نے دیکھا کہ اس نے نماز نہیں توڑی اور میرا داؤ نہیں چلا تو پھر اس نے ایک اور زبردست داؤ چلایا۔ وہ یہ کہ اس کا شیر خوار بچہ جو کھیل رہا تھا اس کو اٹھا کر تنور میں پھینک دیا۔ مگر اس پارسا نے نہ نماز کو توڑا اور نہ ہی اس کا دل خدا کی طرف سے ایک بال برابر پھرا۔ خدا کی شان دیکھو کہ اسی وقت اس عورت کا خاوند باہر سے آیا اور دیکھا کہ بچہ تنور میں کھیل رہا ہے اللہ تعالیٰ نے تنور کی آتش کو گل و گلزار بنا دیا۔ جب یہ خبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہنچی تو اسی وقت آپ نے اس عورت کو بلا کر پوچھا کہ تو نے کونسا ایسا عمل کیا ہے جس کی برکت سے تجھے یہ کرامت ملی۔ اس نے کہا کہ میرا کوئی ایسا زبردست عمل تو نہیں ہے مگر ہاں ایک عمل کی میں بڑی پابند ہوں۔ وہ یہ ہے کہ جس وقت میرا وضو ٹوٹتا ہے اسی وقت پھر وضو کر لیتی ہوں شاید اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رحم کیا اور اس جانکاہ صدمہ سے محفوظ رکھا اور حق تعالیٰ نے مجھے یہ کرامت بخشی اور جو کوئی حاجت و مراد مجھ سے مانگے وہ بھی خدا تعالیٰ پوری کر دیتا ہے۔ (مقصد الصالحین)

کتاب طبقات میں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اے موسیٰ! ہمیشہ وضو کے ساتھ رہ جس وقت بے وضو رہے گا اس وقت اگر بلا اور مصیبت تجھ کو پہنچے تو کسی کو ملامت نہ کر اپنے نفس کو ملامت کر کیونکہ بے وضو رہنے کے سبب سے بلا و مصیبت آ پہنچتی ہے۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو فرمایا وضو سے ہمیشہ رہنے کی اگر قدرت ہو تو ہمیشہ وضو سے رہو۔ کیونکہ ملک الموت جس وقت بندے کی روح قبض کرتا ہے اور وہ بندہ اس وقت اگر وضو سے ہے تو اس کو شہید کا ثواب ملتا ہے۔

نسخہ 12

دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اجاگر کیجئے

محبت ہو تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے بھی محبت ہو تو اس میں بھی خود غرضی یا نفسانی خواہش مطلوب نہ ہو بلکہ اس میں بھی حق تعالیٰ جل شانہ کی محبت کا ثبوت وظہور ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی محبت بنیادی چیز ہے تمام نیکیوں کے کرنے اور سب گناہوں سے بچنے میں اسی محبت کو دخل ہے۔ جس کو جتنی زیادہ حق تعالیٰ جل شانہ سے محبت ہوگی اس کے لئے سلوک اور دین کے راستے اور آخرت کی تمام منزلیں آسان ہوتی چلی جائیں گی یہی وہ محبت ہے جو دار فانی (دنیا) اور دار باقی (آخرت) میں عافیت اور سکون کا باعث ہے۔ کسی کی نماز محبت سے پڑھی جاتی ہے اور کسی کی بوجھ سمجھ کر اور کوئی گناہ سے بڑے شوق سے بچتا ہے اور کوئی بڑی مصیبت سے محبت والے کے اعمال وافعال وحرکات سب محبوب کی مرضی کے مطابق ہوتے ہیں۔ آئیے ہم چند اللہ والوں کے واقعات یاد کرلیں تاکہ ہمیں بھی دلی محبت کا شوق پیدا ہو۔

محبت خداوندی کا پہلا واقعہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کسی نے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے محبت کا ایک ذرہ بذریعہ دعا دلوا دیں چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اس کو برداشت نہیں کرسکو گے اس نے دوبارہ کہا کہ آدھا ذرہ دلوا دیں جواب ملا کہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادیا ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کچھ عرصے کے بعد اس شخص کو ملنے گئے تاکہ اس کا حال دریافت کریں اس کے پاس پہنچے تو وہ پیارا اللہ تعالیٰ کی محبت میں مست بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو کافی ہلایا مگر اس نے ایک نہ سنی وہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی محبت میں مست رہا نیز کو بھی نہ پہچان سکا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا اے عیسیٰ کہ اگر آپ اس کے سر کے بالوں سے لیکر پاؤں کے ناخن تک ٹکڑے بھی کردیں تو پھر بھی آپ کی طرف توجہ نہیں کرے گا۔ یہ آدھے ذرے والے کی محبت کا حال ہے۔

محبت خداوندی کا دوسرا واقعہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک شخص نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی محبت دلوا دیں چنانچہ بذریعہ موسیٰ

علیہ السلام ان کو اللہ تعالیٰ کی محبت نہ کی چند دنوں کے بعد اس کی بکری مر گئی پھر ایک دن اس کے شوہر مر گئے اس نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ میں کمزور آدمی ہوں اللہ پاک سے کہہ دیں کہ میں آپ سے دوستی نہیں کر سکتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کر دیا اللہ تعالیٰ جل شانہ نے فرمایا جس کو ہم ایک دفعہ اپنا دوست بنا لیں پھر ہم اسکو چھوڑتے نہیں اس سے اندازہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کو اپنے بندوں کے ساتھ بے انتہا محبت ہے اور ہمیں بھی چاہیے کہ ہم بھی ہر دم اپنے خالق اور مالک سے محبت کا ثبوت ظاہر کریں۔

محبت خداوندی کا تیسرا واقعہ

کسی نے بارش کے لیے ایک بزرگ سے دعا کروائی تو ان بزرگوں نے جواب دیا کہ آج کل اللہ تعالیٰ جل شانہ مجھ سے ناراض ہیں چنانچہ تم ایسا کرو کہ رومال گیلا کر کے صحن میں لٹکا دو وہ ناراض تو ہیں ہی وہ رومال کو خشک نہ ہونے دیں گے چنانچہ رومال ڈالتے ہی بارش شروع ہو گئی یہ بھی اللہ والوں کی راز و نیاز کی باتیں ہوتی ہیں۔ جو آئے دن محبت بڑھاتی رہتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ بے انتہا محبت

اب ذرا اس بات کو ملاحظہ فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنی مخلوق کے ساتھ کس قدر محبت فرماتے ہیں اور ساتھ ہی اس بات کا دھیان رکھیے کہ ہم کس درجے میں محبت کرتے ہیں۔

1۔ حق تعالیٰ جل شانہ نے ہمیں مسلمان گھرانے میں پیدا فرمایا یہ انکی محبت ہی کا نتیجہ ہے۔

2۔ ہمیں آخری نبی کا امتی بنایا ہے یہ بڑی محبت کا نتیجہ ہے۔

3۔ بے شمار نعمتیں عطا فرمائیں جن میں سب سے بڑی دولت قرآن پاک کی دولت ہے۔

4۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے فرما بھی دیا ہے کہ ایمان والے بڑی محبت رکھنے والے ہیں یہ بھی ان کی محبت اور شفقت کا نتیجہ ہے۔

5۔ جب بندہ سورۃ فاتحہ پڑھتا ہے تو حق تعالیٰ جل شانہ ایک ایک آیت سن کر جواب دیتے رہتے ہیں یہ خالص محبت ہی کی علامت ہے۔

6۔ حق تعالیٰ جل شانہ فرماتے ہیں: (قرآن مجید میں) کہ تم میرا نام لو میں تمہارا نام لوں گا اور (حدیث میں) فرماتے ہیں کہ جو میرا تنہائی میں نام لے گا میں بھی اس کا تنہائی میں نام لوں گا۔ اور جو کسی مجلس میں میرا نام لے گا میں اس سے بہتر مجلس (فرشتوں کی) میں نام لوں گا۔

7۔ حق تعالیٰ جل شانہ بندے کی کوشش دیکھتے ہیں۔ بندہ ایک بالشت بڑھتا ہے وہ ایک

(گز) بڑھتے ہیں جب بندہ اور ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو حق تعالیٰ جل شانہ دو ہاتھ بڑھتے ہیں جب بندہ دو ہاتھ بڑھتا ہے تو حق تعالیٰ بھاگ کر پکڑ لیتے ہیں۔

8۔ ہر روز رات کے آخری تیسرے حصے میں ہم سے باتیں کرتے ہوئے فرماتے ہیں کوئی بخشش مانگنے والا ہے؟ کوئی صحت مانگنے والا ہے؟ کوئی رزق مانگنے والا ہے؟ میں اسے عطا کروں کئی بار یہ فرما کے ہمیں سویا ہوا دیکھ کر بھی ناراض نہیں ہوتے جبکہ آسمان دنیا یعنی ہماری چھتوں پر تشریف فرما ہوتے ہیں اور ہم پھر بھی غافل رہتے ہیں۔

9۔ حق تعالیٰ جل شانہ کی کتنی بڑی محبت کا اظہار اس طرح بھی ہوتا ہے وہ ہمارے گناہوں پر پردہ ڈالتے رہتے ہیں۔

10۔ حق تعالیٰ جل شانہٗ کی محبت کا اس طرح بھی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ ہم سے معمولی مزدوری لے کر لامحدود زندگی کے لیے بے انتہا اجر و ثواب دے دیتے ہیں۔

11۔ حق تعالیٰ جل شانہٗ نے ہمیں دنیا میں بھیجا اور ہماری سہولتوں اور ضرورتوں کا خیال فرما کر ہمیں بشری تقاضے پورے کرنے کی بھی اجازت دی جیسے کوئی بادشاہ دوسرے ملک سے ملازمت کیلئے کسی کو بلاتا ہے اور اس کی سہولت کی خاطر اپنے خرچے پر اسکے بیوی بچے بھی بلوا دیتا ہے تاکہ اسکی ضرورتیں پوری ہوسکیں اس طرح حق تعالیٰ جل شانہٗ کی کیسی عمدہ محبت ہے کہ وہ دنیا میں رہ کر نکاح کرنے والے سے خوش ہوتے ہیں اور تمام بشری تقاضوں کی بھرپور اجازت دیتے ہیں کسی سخت کام یا مجاہدے کا حکم نہیں کرتے۔

12۔ اس امت کو آخر میں بھیجا اور حساب کتاب اس کا پہلے لے لینا یہ بے انتہا محبت کا ثبوت ہے۔

13۔ اللہ کے لیے آپس میں محبت کرنے والے وہ شخص عرش کے سایہ کے نیچے ہوں گے۔ یہ بھی محبت ہی کا پھل ہے۔

14۔ بندہ جب غفلت سے بھی اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کو یاد کرلے تو وہ پھر بھی بندہ کا نام لیکر یاد کرتے ہیں۔ جیسا کہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک آدمی کئی سالوں سے بت کی پوجا کرتے ہوئے یاصنم یاصنم کہہ رہا تھا کہ غلطی سے ایک دفعہ یاصمد (اللہ تعالیٰ کا نام) منہ سے نکل گیا اسی وقت پیارے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لبیک یا عبدی (اے میرے بندے میں حاضر ہوں مانگ کیا مانگتا ہے) فرشتوں نے عرض کیا کہ یا اللہ یہ تو اپنے بت کی عبادت کررہا تھا اس کے منہ سے غلطی سے آپ کا نام نکل آیا۔ تو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے فرمایا کہ اگر وہ بھی جواب نہ دے اور میں بھی جواب نہ دوں تو میرے اور اس میں کیا فرق ہوگا۔

نسخہ 13

پُرلطف زندگی کا دستور العمل

ایک مسلمان کیلئے دین و دنیا میں کامیابی کا واحد معیار اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ جب مسلمان اس بنیادی نکتہ سے معزول ہوتا ہے تو اس کی زندگی زیر و زبر ہو جاتی ہے اور وہ مختلف پریشانیوں میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔ ایسی پریشانیوں سے نجات کا واحد ذریعہ یہی چیز ہے کہ مسلمان اپنے ناراض رب کو راضی کرنے کی فکر کرے اور تمام گناہوں سے بچ جائے۔ زندگی کو پرسکون بنانے میں یہ چیز نہایت اہمیت کی حامل ہے۔

عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ جو میری یاد کو چھوڑ دے گا' میرے ساتھ غفلت کا معاملہ کرے گا۔ میری نافرمانی سے منہ کالا کرے گا اس کا انجام کیا ہوگا؟ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا یاد رکھو اس کی زندگی تلخ کر دی جائے گی۔ یہ شاہانہ کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں اس کی زندگی تلخ کر دوں گا۔ دنیاوی بادشاہوں کا کلام بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ بادشاہ کہتا ہے کہ مجرم کو سزائے موت دی جائے گی' اس کو کوڑے لگائے جائیں گے' اس کو جوتوں سے پٹوایا جائے گا۔ بادشاہ یہ نہیں کہتا کہ میں اس کو کوڑے اور جوتے لگاؤں گا۔ اللہ تو بادشاہوں کا بادشاہ ہے' سوچو کہ کیا شاہانہ کلام ہے فرماتے ہیں۔ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا پس اس کی زندگی تلخ کر دی جائے گی اور جب انعام دینا ہوتا ہے تو بادشاہ کہتے ہیں کہ ہم دولت اس کو یہ انعام دیتے ہیں تو ملک الملوک کا کلام دیکھئے فرماتے ہیں فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ہم اس کو بالطف زندگی دیں گے یعنی مزے دار زندگی دیں گے۔

دوستو! اللہ کا وعدہ سچا ہے یا شیطان کا وعدہ سچا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے کہ اگر تم نیک بن گئے اللہ والے بن گئے متقی پرہیزگار بن گئے' گناہوں کو چھوڑ دیا میرے فرمانبردار ہو گئے تو میں تم کو ضرور بالضرور بالطف زندگی دوں گا۔ وہ ظالم ہے جو اللہ کے بتائے ہوئے راستہ کو چھوڑ کر وی سی آر سینما اور ٹیلی ویژن میں مزہ تلاش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو قرآن پاک میں فرماتے ہیں

جو میرا فرمانبردار ہوگا اور گناہوں کی حرام لذتوں کو چھوڑ کر نیک عمل کرے گا اس کو میں مزے دار زندگی دوں گا۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اللہ کے وعدہ پر ایمان لاؤ، نفس و شیطان کے وعدہ کو چھوڑو ان کے وعدے جھوٹے ہیں، معاشرہ کوئی چیز نہیں ہے۔ معاشرہ کچھ بھی بکتا رہے جو ہمارا اللہ فرماتا ہے وہ سچا ہے باقی سب جھوٹے ہیں۔ امریکہ، جاپان، روس کے چکر میں مت آؤ۔ اللہ کے وعدہ پر ایمان لاؤ کہ جو اللہ کا فرمانبردار ہوتا ہے اس کی بات پر عمل کرتا ہے اس کو راضی رکھتا ہے اور اس کی ناراضگی سے بچتا ہے۔ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ لام تاکید با نون ثقیلہ سے فرما رہے ہیں کہ میں ضرور ضرور اس کو بالطف زندگی دوں گا۔ حضرت والا نے روتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اگر نون خفیفہ سے بھی فرماتے تو بھی بہت تھا لیکن ہماری نالائقی کی وجہ سے نون ثقیلہ سے بیان کیا کہ ہم نالائقوں کو یقین آجائے۔ یارو کہاں گناہ میں مزہ تلاش کرنے جاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تو فرما رہے ہیں کہ میری فرمانبرداری میں مزے دار زندگی ہے اور تم میری نافرمانی میں مزے تلاش کرتے ہو۔ نافرمانوں کی زندگی کو حیات نہیں فرمایا مَعِيْشَةً فرمایا کہ ان کا جینا ہے جانوروں کا سا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں میرے ولی صرف وہ ہیں جو گناہوں سے بچتے ہیں۔ یہ کیا بات ہے تہجد پڑھ رہے ہو، تقریر کر رہے ہو اللہ کے نام پر امت سے دعوتیں اور حلوے مانڈے کھا رہے ہو مگر گناہ کیوں نہیں چھوڑتے ہو۔ اللہ کی نافرمانی کیوں کرتے ہو۔ بس یاد رکھو اللہ کی ولایت کا دار و مدار تقویٰ پر ہے۔ اللہ کی نافرمانی چھوڑنے پر ہے۔ تہجد پڑھنے پر نہیں ہے، نفلی روزہ رکھنے پر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ میرا کوئی ولی نہیں ہے مگر متقی بندے جو گناہ چھوڑ دیتے ہیں جو نافرمانی نہیں کرتے۔ اگر کبھی گناہ ہو جاتا ہے بشری کمزوری سے مغلوب ہو گئے تو روتے روتے اپنے ناک میں دم کر دیتے ہیں کیونکہ حسینوں کی دم میں ناک لگائی تھی تو اب روتے روتے اپنے ناک میں دم کرو۔ اگر کبھی گناہ ہو جائے تو اس قدر روؤ کہ فرشتے بھی کانپ جائیں، عرش الٰہی بھی تمہارے آہ و نالوں سے ہل جائے، آہ و نالوں سے، ندامت سے رونے سے اللہ تعالیٰ صرف معاف ہی نہیں کرتے اپنا محبوب بنا لیتے ہیں۔ اللہ سے شرم کرو اللہ سے عہد کرو ہم سب عہد کریں کہ اے اللہ! ہم عہد کرتے ہیں کہ آئندہ کبھی آپ کو ناراض نہیں کریں گے چاہے جان نکل جائے مگر نافرمانی نہیں کریں گے۔

نسخہ 14

نسخہ سکون... اللہ تعالیٰ سے محبت و تعلق

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے محبت کرتے ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اپنے دلوں میں محبت الٰہی موجزن رکھتے ہیں اور محبت و معیت الٰہیہ کا احساس رکھتے ہیں۔ دنیا کے مسائل میں جب کوئی بڑا آپ سے یہ کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم فکر نہ کرو تو ہمیں کس قدر اطمینان ہو جاتا ہے۔ جب ہمارا احکم الحاکمین ذات سے تعلق قوی ہوگا محبت ہوگی تو پھر آدمی کس طرح اس دنیا میں پریشان رہ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے جو پیارے پیارے القاب اپنے نبیوں کو دیئے ہیں وہ سارے القاب آخری پیغمبر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دیئے ہیں اور مخصوص خطاب حبیب اللہ مزید عطا فرمایا۔ یہ خاص لقب محبت کی ترجمانی کرتا ہے۔ آخر محبت بنیادی چیز تھی تو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اس لقب سے سرفراز فرمایا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی ساری زندگی کا ہر ہر عمل حق تعالیٰ کی محبت سے مالا مال رہتا تھا۔ یہی وجہ ہے رات کے آخری حصے میں تنہا آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم مصلے پر کھڑے ہو جاتے تہجد کی نماز میں تقریباً سوا چھ پارے پڑھ لیتے۔ پہلی رکعت میں سورہ بقرہ دوسری رکعت میں سورہ آل عمران، تیسری رکعت میں سورہ نساء اور چوتھی رکعت میں سورہ مائدہ تلاوت فرما لیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ کے قدم مبارک پر ورم ہو جایا کرتا تھا۔ آخر یہ کیا بات تھی؟ صرف حق تعالیٰ جل شانہ کی محبت تھی جس سے آپ نے امت کو بھی تعلیم دے دی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کو حق تعالیٰ جل شانہ کی سب سے زیادہ محبت تھی۔ ساری کائنات میں آپ سے زیادہ کسی کی محبت نہیں ہو سکتی مگر آپ کا حال یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا فرمایا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّقَرِّبُنِیْ اِلٰی حُبِّکَ

کہ اے اللہ میں آپ سے آپ کی محبت مانگتا ہوں اور ان لوگوں کی محبت جن کو آپ سے محبت ہے اور ایسے کام کی محبت جو آپ کی محبت کے نزدیک کردے ایسی محبت مانگتا ہوں۔ حالانکہ

آپ مجسمہ محبت ہیں۔ آپ کے کام محبت والے آپ کا قلب حبیب اللہ آپ کے ہر عمل سے محبت کا ثبوت ملتا ہے پھر بھی آپ ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ جل شانہ سے مختلف انداز سے محبت مانگتے رہتے تھے۔ یہ کیا بات تھی۔؟ یہ محبت کے لامحدود درجوں میں ترقی کرنا اور امت کو تعلیم دینا مقصود تھا۔

اہل اللہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ

ایک دفعہ ایک میاں بیوی جا رہے تھے کسی بزرگ کے پاؤں سے عورت پر چھینٹیں پڑ گئیں اس عورت کے شوہر نے غصہ میں ان بزرگ کو طمانچہ مارا کہ دیکھ کر نہیں چل سکتے میری بیوی کے سارے کپڑے خراب کر دیے ہیں۔ وہ بزرگ خاموش رہ کر چلتے بنے آگے شہر آ گیا شہر کے شروع میں ایک حلوائی کی دکان تھی حلوائی نے یہ سوچ رکھا تھا کہ آج صبح صبح جو سب سے پہلے شہر میں داخل ہوگا اس کو گرم دودھ کا پیالہ پلاؤں گا چنانچہ وہ پیالہ ان بزرگ کی قسمت میں آیا اور حلوائی نے وہ پلایا یہ بزرگ کہنے لگے کہ اے اللہ واہ تیری بڑی عجیب شان ہے کہ تھوڑی دیر پہلے میری پٹائی کرادی اور پھر اب گرم گرم دودھ کا پیالہ پلا رہے ہیں چنانچہ تھوڑی دور گئے تو وہ میاں بیوی اپنے گھر پہنچ گئے سیڑھیاں چڑھتے میاں کا اوپر والی سیڑھی سے پاؤں پھسلا اور دھڑام کر کے گرا اور فوت ہو گیا بیوی بولنے لگی لوگ اکٹھے ہو گئے کہ ایک بابا جی نے چھینٹے مارے تھے انہوں (خاوند) نے ایک طمانچہ مار دیا تھا لگتا ہے کہ بابا جی کی بددعا لگ گئی ہے اتنے میں وہ بابا جی بزرگ صاحب بھی پہنچ فرمانے لگے کہ میں نے اس کے لیے کوئی بددعا نہیں کی تھی اس کو اپنی بیوی سے محبت تھی اس نے اس کا بدلہ مجھ سے لے لیا اور مجھ سے میرے اللہ کو محبت ہے اس لیے میری طرف سے اللہ تعالیٰ نے اس سے بدلہ لے لیا۔ اور حدیث شریف میں بھی آتا ہے کہ جو اللہ کے ولی کو تنگ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے اعلان جنگ کرتا ہے۔ اس لیے کبھی اللہ والے (نیک آدمی) کو تنگ نہ کرنا چاہیے۔ اور کسی کے ماتھے پر تو لکھا نہیں کہ یہ نیک ہے اس لیے کسی آدمی کو بھی تنگ نہ کرنا چاہیے۔

آج ہم اس بنیادی (محبت) عبادت سے محروم ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کو حاصل کرنے کی فکر نہیں کرتے حالانکہ حق تعالیٰ جل شانہ کو ہم میں سے ہر ایک کے ساتھ بے انتہا محبت ہے جبکہ ان کو ہماری کوئی ضرورت بھی نہیں ہے۔

نسخہ 15

خوش رہنے کیلئے مسنون زندگی اپنائیے

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ طیبہ کو اس قدر بلند مقام عطا فرمایا کہ تا قیامت اللہ تعالیٰ کی محبوبیت اور دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کرنے کیلئے مسنون زندگی مدار ٹھہرائی گئی کہ اگر اللہ کا محبوب بننا چاہتے ہو تو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی اپنا لو۔ اسوہ حسنہ کے مطابق خود کو ڈھال لو۔ اس سے بڑھ کر ایک مسلمان کیلئے سعادت و بشارت کی کوئی چیز نہیں۔

ایک مسلمان کیلئے دین و دنیا کی سب سے عظیم سعادت اور زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسنون زندگی میں رکھا ہے کہ جو بھی میری رضا کا طالب ہے وہ میرے محبوب کی مسنون زندگی کو اپنا لے تو وہ بھی مجھے محبوب ہو جائے گا۔ دور حاضر میں ایک عام مسلمان کس طرح سہولت کے ساتھ اپنی زندگی کو مسنون بنا سکتا ہے اس بارہ میں ایک اہم مضمون پیش خدمت ہے۔

1۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ آدمی شریعت پر عمل کرنے کی نیت ہمت اور پختہ ارادہ کر لے جیسا کہ بخاری شریف کی سب سے پہلی حدیث "انما الاعمال بالنیات" سے ثابت ہے اور نیت کا مطلب پختہ ارادہ ہے قلبی نیت کے بغیر صرف لفظی نیت کافی نہیں۔ ایسی پکی نیت جس کے بعد عمل کا آغاز ہو۔

2۔ سنتوں کا عمل کرنے کی نیت سے صحیح صحیح مطالعہ کرنا یعنی ایک ایک سنت کا مطالعہ کرتے جائیں اور اپنے عمل میں لاتے جائیں اس کیلئے عربی میں تو بے شمار احادیث کی کتب موجود ہیں اور ہمارے اکابر نے (اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے) اردو میں بھی بہت بڑا ذخیرہ احادیث منتقل فرمایا ہے۔

اس موضوع پر اردو میں بہترین تین کتابیں ہیں۔

۱۔ اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۲۔ بہشتی گوہر۔

۳۔ پیارے رسول کی پیاری باتیں۔

3۔ تیسری چیز جو ان دونوں سے اہم اور بڑھ کر ہے وہ یہ ہے کہ کسی متبع سنت اللہ والے

بزرگ سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کرلیں۔ یہ دراصل بنیادی چیز ہے کیونکہ نیت کو خالص کرنے کیلئے اور سنتوں کا مطالعہ کرنے کیلئے اور پھر مطالعہ کے بعد اپنے آپ کو ان پر عمل پیرا کرنے کیلئے دل کے اندر ایک کشش کی ضرورت ہوتی ہے جسے عشق و محبت کہتے ہیں اور جب تک اللہ تعالیٰ اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت اور سچا عشق ہمارے اندر نہیں ہوگا تو بعض مرتبہ خالص نیت اور مطالعہ بھی کارآمد نہیں ہوتا اور ظاہر ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کتابیں پڑھنے سے نہیں آتی بلکہ اصل محبت تو کسی اہل محبت سے تعلق قائم کرکے اس سے آداب محبت سیکھنے اور انکی صحبت و خدمت کرنے سے آتی ہے۔

اس لئے جس کو جس کسی اللہ والے متبع سنت بزرگ سے مناسبت اور محبت ہو اور جس کو جس سے زیادہ فائدہ ہوتا ہو تو ان کی صحبت کو اختیار کرے اور اپنا ایک ایک حال اور کیفیت ان کو بتاتا کر ان سے تعلیم اور مشورہ لیتا رہے اور اس کے مطابق عمل کرتے ہوئے اپنی ساری زندگی گزار دے تو جب کسی اللہ والے کی صحبت میں بیٹھے گا اور طلب صادق لے کر ان کے پاس آتا جاتا رہے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس میں اتباع سنت کا سچا جذبہ پیدا ہو جائے گا۔

یہ تیسرا درجہ ایسا ہے کہ اس سے پہلی بات بھی زندہ اور کارآمد ہو جائیگی اور دوسری بات بھی ان شاء اللہ کارآمد اور نافع ہو جائیگی اور اللہ والوں کی خدمت و صحبت ہی کی برکت سے ان شاء اللہ العزیز اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا ہو جائیگی اور ان احادیث طیبہ سے جو پیغام یعنی اتباع سنت کا ہمیں ملتا ہے۔ ان شاء اللہ اس پر عمل کرنیکی منزل قریب آ جائیگی اور اس پر عمل کی توفیق ہو جائے گی۔

قلب کا اثر

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

کہ قلب کا اثر انسان کے کلام اور لباس تک ظاہر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ کے تبرکات میں اثر ہوتا ہے اور صحبت میں اس سے زیادہ اثر ہوتا ہے۔

نسخہ 16

تسکین وراحت کا نسخہ

ایک بزرگ فرماتے ہیں: ''دنیا میں راحت سے رہنے کا ایک نسخہ یہ ہے کہ: ''مخلوق سے توقعات ختم کر دو'' مثلاً یہ توقع رکھنا کہ فلاں شخص میرے ساتھ اچھائی کرے گا... فلاں شخص میرے کام آئے گا... فلاں میرے دکھ درد میں شریک ہوگا... یا میں نے اس کے ساتھ اتنے احسانات کیے ہیں اس لیے اس کو میرے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہیے تھا... یا مجھے اس سے یہ توقع نہیں تھی کہ وہ میرے ساتھ ایسا کرے گا... یہ بھی نہ سوچے کہ میری اولاد میرے بڑھاپے کی بیساکھیاں بنے گی یا فلاں کو بہو بناؤں گا تو میرا خیال رکھے گی وغیرہ وغیرہ۔ یہ تمام توقعات ختم کر کے صرف ایک ذات یعنی اللہ جل شانہ سے توقع رکھو۔ مخلوقات سے توقع ختم کرنے کے بعد اگر ان کی طرف سے کوئی اچھائی ملے گی تو وہ خلاف توقع ملے گی، اس کے نتیجے میں خوشی بہت ہوگی، کیوں کہ خلاف توقع ملی ہے۔ اور اگر مخلوق کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے گی تو پھر رنج زیادہ نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ اچھائی کی توقع تو تھی نہیں، وہ تکلیف توقع کے مطابق ہی ملی اس لیے صدمہ اور رنج زیادہ نہیں ہوگا۔

شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم مخلوقات سے توقعات رکھنے کے متعلق فرماتے ہیں: ''دنیا کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کو دکھ ہی پہنچاتی ہے، اگر کبھی خوشی اور منفعت حاصل ہو جائے تو سمجھ لو کہ اللہ کا خاص انعام ہے، اور اگر دکھ آئے تو سمجھ لو کہ یہ تو آنا ہی تھا، اس لیے اس پر زیادہ صدمہ کرنے کی ضرورت نہیں۔''

اگر ہم اس بات کو پلے باندھ لیں اور اس پر عمل کر لیں تو پھر سارے شکوے اور شکایتیں ختم ہو جائیں، اس لیے کہ یہ شکوے اور شکایتیں توقعات کے بعد ہی پیدا ہوتے ہیں۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اگر دنیا کے بادشاہوں کو ہماری عافیت، سکون اور راحت کا پتہ چل جائے تو وہ تلواریں لے کر ہمارا مقابلہ کرنے کیلئے آجائیں کہ یہ راحت اور سکون ہمیں دے دو۔ یہ سکون مخلوق سے نگاہیں ہٹانے اور مخلوق سے توقعات ختم کرنے سے حاصل ہوتا ہے، جب مخلوق سے توقعات ختم ہو جاتی ہیں تو پھر دیکھو کیسا سکون حاصل ہوتا ہے۔''

نسخہ 17۔

اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے کا طریقہ

آج کل کون مسلمان ہے جو اللہ پاک کا محبوب بننے کا شوق نہ رکھتا ہو، درج ذیل مضمون اگر غور سے پڑھ لیا جائے تو ان شاء اللہ یہ بات کافی حد تک نصیب ہو جائیگی۔

تبلیغ دین میں ایک روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص دنیا کو چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اس کو محبوب بنا لیتے ہیں اور جو شخص گناہوں کو ترک کر دے اس کو فرشتے محبوب بنا لیتے ہیں اور جو شخص مسلمانوں سے اپنی امیدیں منقطع کر لے تو تمام مسلمان اس کو اپنا محبوب سمجھتے ہیں۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس زاہد شخص کو اللہ کی محبت کا مزا آ جاتا ہے اس کو دنیا کی طلب بالکل نہیں رہتی اور وہ آدمیوں سے وحشت کھانے لگتا ہے۔

سید احمد کبیر رفاعیؒ نے فرمایا کہ زاہد عاشق اپنے محبوب کے پاس اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک اس کے دشمن سے دور نہ ہو جائے، (اب سن لے، دنیا خدا کی دشمن ہے اور تو اس میں پھنسا ہوا ہے پھر تو خدا کا مقرب اور اللہ والا کیونکر ہو سکتا ہے)۔

ایک مرید نے پانی نکالنے کے لئے اپنا برتن کنویں میں ڈالا تو وہ سونے سے بھرا ہوا نکلا، اس نے برتن کو کنویں ہی میں لوٹا دیا اور (حق تعالیٰ سے) عرض کیا میرے محبوب تیرے حق کی قسم! میں تیرے سوا کسی چیز کو نہیں چاہتا، اللہ والے ایسے ہوتے ہیں اگر ایسا نہ بن سکے تو کم از کم اتنا تو ہو کہ حرام طریقہ سے دنیا نہ کمائے، مریدوں کے مال پر نظر رکھنا اور لوگوں سے نذرانے و ہدایا وصول کرنے کے لئے اللہ والوں کی صورت بنانا حرام ہے، جس کو توکل کامل حاصل نہ ہو اس کو اپنے ہاتھ سے مزدوری کر کے غذا حاصل کرنا چاہئے۔ دل میں صرف ایک کی محبت سما سکتی ہے: لہٰذا دل میں حقیقی محبت یا تو اللہ تعالیٰ کی ہوگی یا دنیا کی ہوگی، دونوں محبتیں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں، اسی وجہ سے مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ ۔

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

یعنی دنیا کی محبت بھی دل میں سمائی ہوئی ہو اور اللہ تعالیٰ کی محبت بھی سمائی ہوئی ہو، یہ دونوں

باتیں نہیں ہو سکتیں اس لئے کہ یہ صرف خیال ہے اور محال ہے اور جنون ہے اس واسطے اگر دل میں دنیا کی محبت سما گئی تو پھر اللہ کی محبت نہیں آسکے گی، جب اللہ کی محبت نہیں ہوگی تو پھر دین کے جتنے کام ہیں وہ سب محبت کے بغیر بے روح ہیں، بے حقیقت ہیں ان کے ادا کرنے میں پریشانی، دشواری اور مشقت ہوگی اور صحیح معنی میں وہ دین کے کام انجام نہیں پاسکیں گے بلکہ قدم قدم پر آدمی ٹھوکریں کھائے گا، اس لئے کہا گیا کہ انسان دل میں دنیا کی محبت کو جگہ نہ دے اسی کا نام "زہد" ہے۔

ایک یہ کہ دنیا کے تعلقات کو ختم کیا جائے اور غیر اللہ کی محبت دل سے نکالی جائے کیونکہ اللہ کی محبت سے کمزور ہونے کا سبب دنیا کی محبت کا غلبہ ہے، جتنا دل دنیا سے مانوس ہوگا اتنا ہی اس کا انس اللہ سے کم ہوگا، مشہور مقولہ ہے کہ دنیا اور آخرت آپس میں دو سوکنیں ہیں، دنیا کو دل سے نکالنے کا واحد طریقہ زہد کے راستے پر چلنا ہے جو عبارت ہے صبر اختیار کرنے، خوف اور امید کے خلاف جہاد کرنے اور اللہ کی کامل فرمانبرداری سے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے اپنے خطبات میں ایک واقعہ نقل فرمایا ہے: حضرت جنید بغدادیؒ کی مجلس خوب جمی ہوئی تھی اور دین کی باتیں ہو رہی تھیں اچانک ایک عورت آئی اور اس نے آواز دی کہ حضرت مجھے کچھ کام ہے، تو حضرت جنیدؒ نے ایک طرف ہو کر اس سے پوچھا کہ بتاؤ کیا کام ہے؟ تو اس نے کہا کہ حضرت مجھ جیسی حسین و جمیل عورت شاید ہی کوئی ہو اور پھر بھی میرا شوہر مجھے پسند نہیں کرتا وہ مجھے چھوڑ کر غیروں کی طرف دیکھتا ہے، یہ کہہ کر اس نے اپنا نقاب ہٹا دیا، جیسے ہی اس نے نقاب ہٹایا، حضرت جنیدؒ نے ایک چیخ ماری اور وہیں بے ہوش ہوگئے تھوڑی دیر کے بعد جب افاقہ ہوا تو متعلقین نے پوچھا کہ حضرت کیا واقعہ ہوگیا ہے؟ فرمایا کہ اس عورت نے کہا کہ میں اس وقت دنیا کی حسین ترین عورت ہوں اور اس کو یہ غم ہے کہ میرے حسن بے مثال کے ہوتے ہوئے میرا شوہر غیر عورتوں کی طرف کیوں دیکھتا ہے، تو فوراً مجھے خیال آیا کہ قیامت کے دن اگر حق تعالیٰ شانہ نے مجھ سے پوچھ لیا کہ مجھ جیسے جمیل اور مجھ جیسے پیارے مالک کے ہوتے ہوئے تم نے غیروں کی طرف دیکھا تو تمہارا کیا جواب ہوگا؟

اس دل کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بنایا ہے نہ کہ غیر اللہ کے لئے حضرت جنید بغدادیؒ کا قول ہے فرمایا اہل سلوک کا یہ مذہب ہوتا ہے اولیاء اور انبیاء میں سے جو شخص محبت الٰہی کا دعویٰ کرے اور غیر اللہ کی طرف متوجہ ہو اور غیر کی محبت کو اپنے دل میں جگہ دے تو جان لو کہ وہ شخص سخت مصیبت میں مبتلا ہوگا، اس کی واضح مثال یعقوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی اور اس کا دعویٰ کیا اور بعد میں یوسف علیہ السلام سے بھی محبت کی تو چالیس سال رونا پڑا اور جدائی برداشت کرنا پڑی۔

نسخہ 18

ایمان اور حقوق العباد کا تقاضا پورا کیجئے

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ! کیا جو جھگڑے ہمارے دنیا میں تھے وہ دوبارہ وہاں قیامت میں دہرائے جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں وہ ضرور دہرائے جائیں گے اور ہر شخص کو اس کا پورا پورا بدلہ دلوایا جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے پہلے پڑوسیوں کے آپس کے جھگڑے پیش ہوں گے اور ایک حدیث میں ہے کہ اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ سب جھگڑوں کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔ یہاں تک کہ دو بکریاں جو لڑی ہوں گی اور ایک نے دوسرے کو سینگ مارے ہوں گے ان کا بدلہ بھی دلوایا جائے گا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ دو بکریوں کو آپس میں لڑتے دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو یہ کیوں لڑ رہی ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا یارسول اللہ! مجھے کیا خبر۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے اور وہ قیامت کے دن ان دونوں میں انصاف کریگا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ہر سچا جھوٹے سے، ہر مظلوم ظالم سے، ہر ہدایت یافتہ گمراہی میں مبتلا ہونے والے سے، ہر کمزور زورآور سے اس روز جھگڑے گا۔

اور فرمایا کہ لوگ قیامت کے دن جھگڑیں گے یہاں تک کہ روح اور جسم کے درمیان بھی جھگڑا ہوگا۔ روح تو جسم کو الزام دے گی کہ تو نے یہ سب برائیاں کیں اور جسم روح سے کہے گا کہ ساری چاہت اور شرارت تیری ہی تھی۔ ایک فرشتہ ان میں فیصلہ کرے گا وہ کہے گا سنو ایک آنکھوں والا انسان ہے لیکن اپاہج بالکل لولا لنگڑا چلنے پھرنے سے معذور دوسرا ایک آدمی اندھا ہے لیکن پیر اس کے سلامت ہیں چلتا پھرتا ہے یہ دونوں ایک باغ میں ہیں۔ لنگڑا اندھے سے کہتا ہے بھائی یہ باغ تو میووں اور پھلوں سے لدا ہوا ہے لیکن میرے تو پاؤں نہیں ہیں جو میں چل کر یہ پھل توڑ لوں

اجھا جواب دیتا ہے آؤ میرے پاؤں ہیں میں تجھے اپنی کمر پر چڑھا لیتا ہوں اور لے چلتا ہوں چنانچہ یہ دونوں اس طرح پہنچے اور خوب مرضی کے مطابق باغ سے پھل توڑے۔ بتلاؤ کہ ان دونوں میں مجرم کون ہے؟ جسم روح دونوں جواب دیں گے کہ جرم دونوں کا ہے۔ فرشتہ کہے گا کہ بس اب تو تم نے اپنا فیصلہ آپ کر دیا یعنی جسم گویا سواری ہے اور روح اس پر سوار ہے۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے ذمہ کسی کا حق ہے اس کو چاہئے کہ دنیا ہی میں اس کو ادا یا معاف کرا کر حلال ہو جائے کیونکہ آخرت میں درہم اور دینار تو ہوں گے نہیں اگر ظالم کے پاس کچھ اعمال صالحہ ہیں تو بقدر ظلم یہ اعمال صالحہ اس سے لے کر مظلوم کو دے دیئے جاویں گے اور اگر اس کے پاس حسنات نہیں ہیں تو مظلوم کی برائیاں اور گناہوں کو اس سے لے کر ظالم پر ڈال دیا جائے گا۔ (اعیاذ باللہ تعالیٰ)

مفلس کون؟

ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے سوال کیا کہ تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہوتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم تو مفلس اس کو جانتے ہیں جس کے پاس نہ کوئی نقد رقم ہو نہ ضروریات کا سامان۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اصلی اور حقیقی مفلس میری امت میں وہ شخص ہے جو قیامت میں بہت سے نیک اعمال نماز روزہ زکوٰۃ وغیرہ لے کر آئے گا مگر اس کا حال یہ ہوگا کہ اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی۔ کسی پر تہمت باندھی کسی کا مال ناجائز طور پر کھا گیا۔ کسی کو قتل کرایا کسی کو مار پیٹ سے ستایا تو یہ سب مظلوم اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے اپنے مظالم کا مطالبہ کریں گے اور اس کی حسنات ان میں تقسیم کر دی جائیں گی پھر جب اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور مظلوم کے حقوق ابھی باقی ہوں گے تو مظلوموں کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے اور اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ تو گویا یہ شخص سب کچھ سامان ہونے کے باوجود قیامت میں مفلس وقلاش رہ گیا۔ یہی اصلی مفلس ہے۔

ایمان بڑی دولت ہے

مگر ایک بات یہاں یہ سمجھ لی جائے کہ قیامت میں سارے نیک اعمال مظالم اور حقوق العباد کے بدلے میں مظلوموں کو دے دیئے جائیں گے مگر ایمان نہیں دیا جائے گا جب ظالم کے تمام اعمال صالحہ علاوہ ایمان کے سب مظلوموں کو دے کر ختم ہو جائیں گے اور صرف ایمان رہ جائے گا تو

ایمان اس سے سلب نہیں کیا جاوے گا بلکہ مظلوموں کے گناہ اس پر ڈال کر حقوق کی ادائگی کی جائے گی جس کے نتیجہ میں یہ گناہوں کا عذاب بھگتنے کے بعد بالآخر کبھی نہ کبھی جنت میں داخل ہو جائے گا اور پھر یہ حال اس کا دائمی ہوگا۔ اللہ اکبر! یہ ہے ایمان کی قدر و قیمت مگر افسوس کہ آج اس بے دینی کے زمانہ میں ہر چیز قابل وقعت اور قابل قدر ہے۔ اگر نہیں ہے تو ایمان صادق کی کچھ وقعت اور پروا نہیں۔ الا ماشاء اللہ اور ابھی کیا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں وہ وقت نہ دکھائیں جب کہ کفر اتنا سستا ہو جائے گا کہ صبح کو آدمی مسلمان ہوگا تو شام کو کافر ہو جائے گا اور شام کو مسلمان ہوگا تو صبح کو کافر ہوگا۔ معمولی سے دنیوی نفع کے عوض دین کو فروخت کر دے گا جیسا کہ مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث میں بروایت مسلم بتلا دیا گیا ہے۔ (العیاذ باللہ) مشکوٰۃ شریف ہی کی ایک دوسری حدیث بروایت ابی داؤد میں وارد ہے کہ قیامت کے قریب ایسے سخت فتنے برپا ہوں گے جیسے اندھیری رات کے ٹکڑے صبح کو آدمی ان میں مسلمان ہوگا شام کو کافر شام کو مسلمان ہوگا صبح کو کافر۔ ان میں بیٹھنے والا آدمی کھڑے ہونے والے سے بہتر ہے اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہے۔ اس وقت اپنے گھروں کے ٹاٹ بن جانا۔ یعنی ٹاٹ کی طرح گھر کے ایک کونے میں پڑے رہنا (الاعتدال فی مراتب الرجال)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اسلام میں فوجیں کی فوجیں داخل ہو رہی ہیں۔ لیکن ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ اسی طرح فوجیں کی فوجیں اسلام سے خارج ہونے لگیں گی۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

وقت کی اور اپنے ایمان و اسلام کی قدر کیجئے اور حق تعالیٰ کا اس قرآن کریم میں وعدہ ہے یعنی اگر تم اللہ کی کسی نعمت پر شکر کرو گے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس نعمت میں زیادتی عطا فرمائیں گے تو اسلام اور ایمان سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے۔ ہم کم از کم صبح و شام حق تعالیٰ کا اس نعمت اسلام و ایمان پر شکر ادا کرنے کا معمول بنا لیں تو اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق ہمارے اسلام اور ایمان میں ترقی و زیادتی اور اضافہ ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس کی توفیق نصیب فرمائیں۔

نسخہ 19

عافیت... ایمان کے بعد سب سے بڑی دولت

عافیت عربی کا لفظ ہے جس کے عالمگیر مفہوم کا ہم احاطہ نہیں کر سکتے۔ اس مختصر سے لفظ میں دنیا و آخرت کی تمام پریشانیوں سے نجات کا وسیع مفہوم سما سکتا ہے۔ اس کی وسعت مفہوم کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ دنیا و آخرت کی سب سے بڑی نعمت ایمان کے بعد عافیت کا نمبر ہے۔ اس لئے پرسکون زندگی میں اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال برابر کرتے رہنا چاہئے اور ناگہانی مصیبت و تکلیف سے پناہ بھی مانگنی چاہئے۔

آج کے مشینی دور میں نت نئے امراض و آفات، ناگہانی حادثات اور طرح طرح کی پریشانیاں وباء عام کی شکل اختیار کر چکی ہیں ہر شخص اپنی جگہ حیران و پریشان اور سرگردان ہے اس کا بنیادی سبب تو ہماری بداعمالیاں ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور تم کو جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے کاموں سے اور بہت سے تو در گزر کر دیتا ہے (۴۲۔۳۰) لیکن ان مصائب کے نزول میں بڑا دخل ہماری اس کوتاہی کا بھی ہے کہ ہم مصیبت کی گھڑیوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کرتے نہ ہی اس سے عافیت کی دعا کرتے ہیں جبکہ عافیت ایک ایسی عظیم نعمت ہے جسے صحیح حدیث میں ایمان کے بعد سب سے بڑی دولت قرار دیا گیا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی اور عافیت و سلامتی کا سوال کرتے رہو اس لیے کہ ایمان و یقین کے بعد کسی مسلمان کو عافیت سے بڑھ کر کوئی دولت عطا نہیں کی گئی (احمد ترمذی نسائی)

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! افضل ترین دعا کونسی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اپنے رب سے دنیا و آخرت کی عافیت و سلامتی اور معافی کا سوال کرو" پھر وہ دوسرے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! افضل ترین دعا کونسی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی جواب ارشاد فرمایا۔ پھر تیسرے دن آئے۔

وہی سوال دوہرایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وہی جواب ارشاد فرمایا اور فرمایا جب تمہیں دنیا اور آخرت کی عافیت عطاء کی گئی تو تم فلاح پا گئے۔ (ترمذی)

مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے! اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اس سے محبوب کوئی اور دعا نہیں کہ اس سے عافیت کا سوال کیا جائے۔ (ترمذی)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر کچھ ایسے لوگوں پر ہوا جو مصیبت میں مبتلا تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا نہیں کرتے۔ (بزار)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائش کی کہ یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسی دعا سکھا دیجئے جو میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتا رہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چچا جان اللہ تعالیٰ سے دنیا وآخرت کی عافیت کا سوال کیجئے۔ (ترمذی)

عافیت کی اس ضرورت واہمیت کے پیش نظر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے موقع بموقع دعاء عافیت کی امت کو تلقین فرمائی اور خود بھی اس کا اہتمام فرمایا مثلاً قرآنی دعا:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

(اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھلائی عطا کیجئے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کیجئے اور ہمیں جہنم کی آگ سے بچا لیجئے)

جو دونوں جہانوں کی عافیت وسلامتی اور خیر وبھلائی پر مشتمل جامع ترین دعا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ دعا مانگتے تھے (بخاری ومسلم)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ لوگوں نے دعا کی درخواست کی تو آپ نے ان کے حق میں یہی دعا مانگی انہوں نے مزید دعا کی فرمائش کی تو آپ نے فرمایا میں دنیا وآخرت (کی عافیت وبھلائی) تو مانگ چکا مزید کیا چاہتے ہو۔ (تفسیر قرطبی)

نسخہ 20

اللہ تعالیٰ موجود ہے

آج کل جدید تعلیم یافتہ حضرات کو خدا نظر نہیں آتا، درج ذیل واقعہ سے جو حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ نے اپنے خطبات میں نقل فرمایا ہے کہ اسکے پڑھنے سے ان شاء اللہ ان حضرات کو خدا تعالیٰ نظر آجائیگا۔ یہ کائنات از خود نہیں بنی، بلکہ ایک حکیم ذات نے بنائی ہے جو اسے چلا رہا ہے، بہت سے دہریوں نے انکار کیا کہ خدا کا وجود ہی نہیں ہے، یہ کائنات از خود بن گئی یہ بالکل جہالت ہے اور فطرت کیخلاف ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا واقعہ ہے کہ ان کے زمانے میں مہدی جو اموی خلیفہ تھا، اس کے دربار میں ایک دہریہ آیا، جو خدا کی ذات سے انکار کرتا تھا، اس نے کہا میں نہیں مانتا کہ خدا موجود ہے، یہ کائنات طبعی رفتار سے خود بنی ہے اور خود چل رہی ہے۔ لوگ مر رہے ہیں اور پیدا ہو رہے ہیں وغیرہ۔ یہ سب ایک طبعی کارخانہ ہے کوئی بنانے والا نہیں ہے یہ اس کا دعویٰ تھا اور اس نے چیلنج کیا کہ مسلمانوں میں جو سب سے بڑا عالم ہو اس کو میرے مقابلے میں لایا جائے تا کہ اس سے بحث کروں اور لوگ غلطی میں مبتلا ہیں کہ اپنی طاقتوں کو خواہ مخواہ ایک غیبی طاقت کے تابع کر دیا ہے، جو سارے جہان کو چلا رہی ہے تو اس زمانے میں سب سے بڑے عالم امام ابوحنیفہؒ تھے، مہدی نے امام صاحبؒ کے پاس آدمی بھیجا، رات کا وقت تھا، رات ہی کو خلیفہ کا دربار منعقد ہوتا تھا، آدمی بھیجا کہ وہ آ کر اس دہریے سے بحث کریں اور اسے سمجھائیں اور راہ راست پر لائیں۔ چنانچہ آدمی پہنچا، بغداد میں ایک بہت بڑا دریا ہے، اسے دجلہ کہتے ہیں، اس کے ایک جانب شاہی محلات تھے، ایک جانب شہر تھا امام ابوحنیفہ شہر میں رہتے تھے، اس لئے دریا پار کر کے آنا پڑتا تھا، اس نے کہا محل میں دربار میں ایک دہریہ آیا ہے اور وہ دعویٰ کر رہا ہے کہ خدا کا وجود نہیں ہے یہ کائنات خود بخود چل رہی ہے، آپ کو مناظرہ کیلئے بلایا ہے۔

امام صاحبؒ نے فرمایا، اچھا، آپ جا کے کہہ دیں کہ میں آ رہا ہوں، وہ آدمی واپس گیا اور کہا کہ امام صاحبؒ کو میں نے خبر کر دی ہے اور آپ آنے والے ہیں۔

اب دربار لگا ہوا ہے۔ خلیفہ، امراء، وزراء بیٹھے ہوئے ہیں اور دہریہ بھی بیٹھا ہوا ہے، امام صاحبؒ کا انتظار ہے مگر امام صاحبؒ نہیں آ رہے۔ رات کے بارہ بج گئے امام صاحبؒ ندارد۔

دہریے کی بن آئی، اس نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحبؒ ڈر گئے ہیں اور سمجھ گئے ہیں کہ

کوئی بڑا فلسفی آیا ہے، میں اس سے نمٹ نہیں سکوں گا، اس واسطے گھر میں چھپ کر بیٹھ گئے اور آپ یقین رکھیں وہ نہیں آئیں گے، میرے مقابلے میں کوئی نہیں آ سکتا۔

اب خلیفہ بھی متامل ہے، درباری بھی حیران ہیں اور دہریہ بیٹھا ہوا شیخی دکھا رہا ہے۔

جب رات کا ایک بجا تو امام صاحبؒ پہنچے، دربار میں حاضر ہوئے، خلیفہ وقت نے تعظیم کی، جیسے علماء ربانی کی کی جاتی ہے، تمام دربار کھڑا ہو گیا۔

خلیفہ نے امام صاحبؒ سے کہا کہ آپ اتنی دیر میں کیوں آئے؟ آدمی رات کے آٹھ بجے بھیجا گیا تھا، اب رات کا ایک بجا ہے، آخر اتنی تاخیر کی کیا وجہ پیش آئی؟ شاہی حکم تھا، اس کی تعمیل جلد ہونی چاہئے تھی، نہ یہ کہ اس میں اتنی دیر لگائی جائے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک عجیب و غریب حادثہ پیش آ گیا، جس کی وجہ سے مجھے دیر لگی اور عمر بھر میں، میں نے ایسا واقعہ کبھی نہیں دیکھا تھا، میں حیران ہوں کہ کیا قصہ پیش آیا، اس شدومد سے بیان کیا کہ سارا دربار حیران ہو گیا کہ کیا حادثہ پیش آ گیا۔

فرمایا بس عجیب و غریب ہی واقعہ تھا اور خود مجھے بھی ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا قصہ تھا؟ جب سارے دربار کو خوب شوق دلا دیا اور سب سراپا شوق بن گئے حتیٰ کہ خود امیر المومنین نے کہا کہ فرمایئے کیا قصہ پیش آیا۔ . فرمایا قصہ یہ پیش آیا، جب میں شاہی محل میں آنے کے لئے چلا ہوں تو دریا بیچ میں تھا دریا کے کنارے پر جو پہنچا تو اندھیری رات تھی، نہ کوئی ملاح تھا نہ کشتی تھی، آنے کا کوئی راستہ نہ تھا، میں حیران تھا کہ دریا کو کس طرح پار کروں، اس کشمکش میں کھڑا ہوا تھا کہ میں نے یہ حادثہ دیکھا کہ دریا کے اندر سے خود بخود لکڑی کے نہایت عمدہ بنے بنائے تختے نکلنے شروع ہوئے اور ایک کے بعد ایک نکلتے چلے آ رہے ہیں، میں تحیر سے دیکھ رہا تھا کہ یا اللہ دریا میں سے موتی نکل سکتا ہے، مچھلی نکل سکتی ہے مگر یہ بنے بنائے تختے کہاں سے آ گئے؟ ابھی میں اسی حیرت میں تھا کہ اس سے زیادہ عجیب واقعہ پیش آیا کہ تختے خود بخود جڑنے شروع ہوئے، جڑتے جڑتے کشتی کی صورت ہو گئی، میں نے کہا یا اللہ! یہ کس طرح سے کشتی بن گئی، آخر انہیں کون جوڑ رہا ہے کہ اوپر نیچے خود بخود تختے لگتے چلے جا رہے ہیں۔

ابھی میں اسی حیرت میں تھا کہ دریا کے اندر سے لوہے کی کیلیں نکلنی شروع ہو گئیں اور خود بخود اس کے اندر ٹھکنے لگیں اور جڑ جڑا کے بہترین قسم کی کشتی بن گئی۔

میں حیرت میں کہ یہ کیا ماجرا ہے، یہ تختے جو جڑے ہوئے تھے، ان کی درزوں سے پانی اندر گھس رہا تھا کہ دریا کے اندر سے خود بخود ایک روغن نکلنا شروع ہوا اور ان درزوں میں وہ بھرنا شروع ہوا جس سے پانی اندر گھسنا بند ہو گیا۔

ابھی میں اسی حیرت میں تھا کہ وہ کشتی خود بخود میری طرف بڑھنی شروع ہوئی اور کنارے پر آ کر ایسے جھک گئی، گویا مجھے سوار کرانا چاہتی ہے، میں بھی بیٹھ گیا، وہ خود بخود چلی اور مجھے لے کر روانہ ہوگئی، دریا کی دھار پر پہنچی۔ پانی ادھر کو جارہا تھا کشتی خود بخود ادھر کو جارہی تھی، کیونکہ شاہی محلات ادھر کو تھے۔

میں حیران تھا کہ یا اللہ! آخر پانی کے بہاؤ کے خلاف کون اسے لے جارہا ہے؟ یہاں تک کہ شاہی محل کے قریب کنارے پر پہنچ گئی اور آخر جھک کر پھر کنارے پر کھڑی ہوگئی کہ میں اتر جاؤں تو میں اتر گیا، پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ کشتی غائب بھی ہوگئی، گھنٹہ بھر اس کنارے اور گھنٹہ بھر اس کنارے سوچتا رہا کہ یہ کیا قصہ تھا؟ یہ سانحہ جس کی وجہ سے تحیر میں کئی گھنٹے لگ گئے، اب تک سمجھ میں نہیں آیا کیا ماجرا تھا؟ اور میں امیر المؤمنین سے معافی چاہتا ہوں کہ آٹھ بجے بلایا گیا اور ایک بجے پہنچا ہوں۔

دہریے نے کہا، امام صاحب! میں نے تو یہ سنا تھا کہ آپ بڑے عالم ہیں، بڑے دانش مند اور فاضل مستند آدمی ہیں مگر بچوں کی سی باتیں کررہے ہیں، بھلا یہ ممکن ہے کہ پانی میں سے خود بخود تختے نکل آئیں، خود ہی جڑنے لگیں، خود ہی کیلیں ٹھک جائیں، خود ہی روغن لگ جائے، خود آ کے کشتی اپنے آپ کو جھکا دے، آپ اس پر بیٹھ جائیں اور خود ہی لے کے چل دے، خود ہی وہ کنارے پر پہنچا دے، یہ کوئی عقل میں آنے والی بات ہے؟ میں نے سمجھا تھا کہ آپ بڑے دانش مند، فاضل اور عالم ہیں، امام آپ کا لقب ہے اور باتیں کررہے ہیں آپ نادانوں اور بچوں جیسی؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی کشتی بنانے والا نہیں، خود بخود بن گئی، کوئی کیلیں ٹھونکنے والا نہیں، خود بخود ٹھک گئیں، کوئی روغن بھرنے والا نہیں، خود ہی بھر گیا، کوئی چلانے والا ملاح نہیں، خود ہی چل پڑی، کوئی سمجھانے والا نہیں، خود ہی سمجھ گئی کہ مجھے شاہی محل کے اوپر جانا ہے، یہ عقل میں آنے والی بات ہے؟

امام صاحبؒ نے فرمایا، اچھا یہ بات نادانی اور بے وقوفی کی ہے؟

اس نے کہا، جی ہاں! فرمایا: ایک کشتی بغیر بنانے والے کے بن نہ سکے، بغیر چلانے والے کے چل نہ سکے، بغیر کیلیں ٹھونکنے والے کے اس کی کیلیں ٹھک نہ سکیں اور یہ اتنا بڑا جہان جس کی چھت آسمان ہے، جس کا فرش زمین ہے، جس کی فضا میں لاکھوں جانور ہیں، یہ خود بخود بن گیا، خود ہی چل رہا ہے، سورج بھی، چاند بھی، خود ہی چل رہے ہیں، یہ کوئی عقل میں آنے والی بات ہے؟ ایک معمولی کشتی جسے انسان بنا سکتا ہے، یہ تو بغیر بنانے والے کے نہ بنے اور اتنا بڑا جہان جو انسان کے بس میں نہیں وہ خود بخود بن جائے تو تمہاری عقل بچوں جیسی ہے یا میری عقل بچوں جیسی؟ میں نادان ہوں یا تم نادان ہو؟

مناظرہ ختم ہوگیا اور بحث تمام ہوگئی اور دہریہ اپنا سا منہ لے کر واپس ہوگیا، اب کیا بحث کرے، جو اس کی بنیاد تھی وہ ساری کی ساری ختم ہوگئی۔

نسخہ 21

تسکین دل کیلئے کتب دینیہ کا مطالعہ کیجئے

مطالعہ کتب ہر انسان کا فطری تقاضہ ہے۔ مطالعہ کتب سے آدمی بہت کچھ سیکھ لیتا ہے اور اپنے وقت کو قیمتی بنا سکتا ہے۔ حالات حاضرہ میں ایک مسلمان اس سلسلہ میں احتیاط کی کن تدابیر کو اختیار کرے کہ اس کا شوق مطالعہ اس کیلئے دینی و دنیاوی تسکین و راحت کا ذریعہ بنے۔ اس بارے میں مفید اور اہم باتیں پڑھتے ہیں۔

ہر کتاب کا مطالعہ نہیں کرنا چاہیے!

آج کل (لوگ) کثرت سے یہ غلطی کرتے ہیں کہ جو کتاب دین کے نام سے دیکھی یا سنی خواہ اس کا مضمون حق ہو یا باطل خواہ اس کا مصنف ہندو ہو یا عیسائی یا دہری ہو یا مسلمان۔ پھر مسلمان بھی گو صاحب بدعت ہی ہو غرض تفتیش کچھ نہیں اور اس کا مطالعہ شروع کر دیتے ہیں اس میں وہ مضامین بھی آ گئے جو کسی مسئلہ سے متعلق اخبارات و رسائل میں چھپتے رہتے ہیں اس میں چند مضرتیں ہیں۔

بغیر تحقیق... مطالعہ کرنے کے نقصانات

بعض اوقات کم علمی کی وجہ سے یہ ہی امتیاز نہیں ہوتا کہ ان میں کون مضمون صحیح ہے کون غلط (۱) کسی غلط بات کو صحیح سمجھ کر عقیدہ یا عمل میں خرابی کر بیٹھے ہیں (۲) بعض اوقات پہلے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر غلط ہے مگر بعض مصنفین کا طرز بیان ایسا تلبیس آمیز یا دل آویز ہوتا ہے کہ دیکھنے والا فی الفور اس سے متاثر ہو جاتا ہے اور اس کے مقابلہ میں اپنے پہلے اعتقاد کو ضعیف اور بے وقعت خیال کر کے اس کو غلط اور اس کو صحیح سمجھنے لگتا ہے۔ (۳) اور بعض دفعہ اس کو گو قبول نہیں کرتا مگر متزلزل اور مذبذب ہو کر (شک میں پڑ کر) دل میں رکھتا ہے اور پریشان ہوتا ہے۔

مطالعہ کا انتخاب کس شخص سے کرائیں؟

کسی ایک عالم متبع سنت کو اپنا رہبر بنا لیجئے یہ نہیں کہ جس کو مولوی دیکھا اسی کو قبلہ و کعبہ بنا لیا۔ دیکھ بھال کر خوب سمجھ بوجھ کر ایک کو متعین کر لیا جائے پھر جب متعین ہو جائے تو ہر بات کو اس سے

پوچھو۔ اسی سے پوچھ کر کتابیں سننے اور پڑھانے اور دیکھنے کیلئے منتخب کرو۔ خیال کیجئے کہ دنیاوی معاملات میں ہر شخص ایک معتمد کو تجویز کرلیتا ہے اور اس میں مصلحت یہی ہے کہ ایک کے متعین کرنے میں انتخاب بھی اچھا ہوتا ہے اور اس معتمد کو بھی تعلق کی وجہ سے زیادہ ہمدردی ہوتی ہے دیکھئے جس وکیل کے یہاں ہمیشہ مقدمات لیکر جاتے ہیں جیسی عنایت (خیرخواہی) وہ کریگا دوسرا نیا آدمی نہیں کرسکتا سو آپ نے دین کے معاملہ میں ایسا کیوں نہیں کیا یعنی آپ نے اپنی اصلاح کیلئے کوئی عالم محقق کیوں نہیں تجویز کیا۔

مطالعہ صرف محققین کی کتابوں کا کرنا چاہئے

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہر کتاب کے دیکھنے میں کیا حرج ہے اگر ہم اپنے مسلک پر پختہ رہیں تو کسی کتاب کے دیکھنے میں کیا مضائقہ ہے؟ سو بات یہ ہے کہ میں ہر شخص کی تصنیف کے مطالعہ سے نہیں روکتا اگر اس کا برا اثر نہ دیکھتا۔ مگر جب میں لوگوں کو متاثر ہوتا ہوا دیکھتا ہوں تو منع کرتا ہوں پس آپ کی خیر اسی میں ہے کہ صرف محققین کے رسالے دیکھئے اور نئے نئے خودرو مصنفوں کے رسالے ہرگز نہ دیکھئے۔

باطل مسلک کی کتابیں نہ دیکھنا چاہئے

غیر علماء کی کتابیں ان کی نظروں سے گزرنا بھی جرم ہے جیسا کہ کوئی شخص باغیانہ کتابیں اپنے گھر میں رکھے۔ ظاہر ہے کہ قانون سلطنت کی رو سے یہ بڑا جرم ہے اور حکومت ایسے شخص کو سزا دے گی۔

خلاصۂ کلام

کوئی کتاب کوئی اخبار کوئی رسالہ کوئی تقریر تاوقتیکہ کسی محقق عالم کو نہ دکھالیں اور اس سے رائے نہ لے لیں ہرگز نہ دیکھیں اس کا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ کسی اخبار یا کسی کتاب کا مطالعہ ہر حالت میں حرام ہے مقصود صرف یہ ہے کہ چونکہ ان چیزوں میں بعض اوقات مفاسد ہوتے ہیں اور ان مفاسد سے بچنا ملت اسلامیہ پر واجب ہے اور بچنا بغیر پہچان کے ہو نہیں سکتا اور پہچان خود ہے نہیں اسلئے کسی صاحب معرفت یعنی محقق عالم سے مشورہ لے کر اس کی اتباع کرنا ضروری ہوگا افسوس اس امر کے اتنا واضح ہونے کے باوجود پھر بھی اس ممانعت کو تنگ نظری اور تعصب پر محمول فرمایا جاتا ہے۔

کیا خیرخواہ باپ اگر اپنے بچے کو زہر ملی ہوئی مٹھائی کے کھانے سے روکے تو کوئی عاقل آدمی اس باپ کو متعصب یا تنگ نظر کا لقب دے گا؟ (از افادات حکیم الامت رحمہ اللہ)

غیر مستند کتب سے بچئے

جب ہم جسمانی دوا کو کسی مستند معالج کے مشورہ کے بغیر استعمال کرنا جان کیلئے مہلک سمجھتے ہیں تو دینی کتب کا انتخاب بھی مستند اہل علم کی رہنمائی کے بغیر کرنا اپنے ایمان کو داؤ پر لگانے کے مترادف ہے۔ غلط دوا زیادہ سے زیادہ مہلک جان بن سکتی ہے جبکہ غلط لٹریچر و کتابیں پوری زندگی کے نظریات و اعمال کو متاثر کر کے دنیا و آخرت کی تباہی کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ایسی چیز مت دیکھو جس سے شک یا تردد پیدا ہو اور جو بلا قصد ایسی بات کان میں پڑ جائے تو بے التفاتی اختیار کرو اور کتنا ہی وسوسہ ستائے پرواہ مت کرو۔

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں غیر مستند لوگوں کی تصانیف سے دماغی تفریح تو ممکن ہے لیکن سکون قلب و روح اور محبت آخرت کا وجود عنقا ہی رہے گا۔

حضرت علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ کے سامنے کسی شخص نے ہندوستان کے ایک بڑے ادیب اور حکیم الامت رحمہ اللہ کی تصانیف کے بارہ میں اپنا موازنہ ذکر کیا کہ ادیب صاحب کی کتب پڑھنے سے دل میں تکبر جبکہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی کتب پڑھنے سے عبدیت اور تواضع پیدا ہوئی ہے۔ آپ نے یہ موازنہ سن کر تصدیق فرمائی کہ واللہ بات اسی طرح ہے۔

اکابر امت کی مفید عام یہ تجاویز ہمارے لئے ہر دور میں نہایت مفید و موثر ہیں اور آج کے دور میں جبکہ شر و فتن اپنی جڑیں معاشرہ میں مضبوط کر چکے ہوں۔ ہمیں زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مستند اکابر علماء کی دینی کتب کا ذخیرہ اردو میں اس قدر موجود ہے کہ آدمی کو انکے مطالعہ سے فرصت نہیں مل سکتی۔ تو پھر ان مستند کتب کو پس پشت ڈال کر غیر مستند کتب کے درپے ہونا عقلمندی نہیں۔

یا اللہ ہمیں فکر آخرت اور ایمان پر خاتمہ عطا فرمایئے آمین

دینی کتب کا مطالعہ اللہ والوں کی صحبت کا بدل

کتب دینیہ کے مطالعہ ہی کے ذریعہ آپ اپنی اندرونی صلاحیتوں اور علم و حکمت کے ان نوادرات کو اجاگر کر سکتے ہیں جن کو قدرت کے ہاتھوں نے آپ کے قلب و دماغ میں محفوظ کئے

ہیں، جس طرح ایک دریا اور سمندر میں غوطہ زن اس کی گہرائیوں میں پہنچ کر قیمتی اور نایاب گوہر
حاصل کرتا ہے اسی طرح علم و حکمت کے سمندر میں غوطہ لگانے والا شخص بھی بے شمار علمی نکات اور
معلومات کو اپنے دامن علم میں بھر لیتا ہے اس کو "مطالعہ" یا "کتب بینی" سے تعبیر کرتے ہیں۔

ہمارے اسلاف اہل علم حضرات اسی "قوت مطالعہ" سے آسمان علم تک پہنچے ہیں، اور آسمان
علم پر شمس و قمر کی طرح عالم انسانیت پر انوارات علم کی ضیاء پاشیاں کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، یہ
نور برابر روشنی پھیلاتا رہتا ہے نہ اس کو گہن ہوتا ہے اور نہ اس میں غروب ہوتا ہے، چنانچہ بے شمار اہل
علم و حکمت حضرات کے نفوس ہمارے درمیان اگرچہ موجود نہیں مگر ان کے علوم آج بھی تابندہ
ہیں جن کا انکار ممکن ہی نہیں، کتابوں کا اس قدر بڑی تعداد میں موجود ہونا اس کی کھلی شہادت ہے۔

ہر دور کے بڑے بڑے اہل علم و فضل کے علمی کمالات کی بنیاد مطالعہ کی یہی کثرت تھی کہ ایک
ایک کتاب کو سو سو بار پڑھتے تھے اور پچاس پچاس برس دیکھتے، اب مطالعہ معدوم لہذا علمیت معدوم!

ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ ایک ایک مصنف سو سو بلکہ کئی سو تصانیف تصنیف کرنے لگا، تاریخ
میں یہ تعداد بعض وقت پانچ سو (۵۰۰) سے بھی زیادہ تجاوز کرتی نظر آتی ہے اور ایک زمانہ آیا کہ
فرد واحد نے ایک ہزار (۱۰۰۰) سے بھی زیادہ تصنیف و تالیف کا کام سرانجام دیا، تاریخ کے
چند بہت ہی بڑے مصنفین میں ایک نمایاں شخصیت ولی کامل مجدد الملت حکیم الامت حضرت
مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام نیر تاباں کی طرح روشن ہے اور انہیں یہ ایک انفرادی
اعزاز حاصل ہے کہ آپ کی تصنیف کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے علم و فن کا کوئی ایسا موضوع نہیں
جس پر آپ کی رشحات قلم موجود نہ ہوں۔

آپ کے خطبات و ملفوظات اصلاح نفس کیلئے بالاتفاق نسخہ اکسیر ہیں جس پر اس صدی کے
تمام علمی حلقوں کا اتفاق ہے، جس شخص کو اللہ والوں کی صحبت میسر ہو اس کے لئے ان کا مطالعہ نور علیٰ نور
ہے اور جسے کسی اللہ والے کی صحبت میسر نہ آسکے اس کے لئے یہ کتابیں اہل اللہ کی صحبت کا بدل ہیں۔

علماء کرام کی مشاورت سے مستند اکابر کی کتب ہی زیر مطالعہ رکھیں جس طرح ہر چمکنے والی
چیز سونا نہیں ہوتی اسی طرح بازار میں موجود ہر خوبصورت ٹائٹل سے آراستہ کتاب کے مطالعہ سے
گریز کریں۔ فرماتے ہیں کہ کسی کافر یا فاسق کی کتاب چاہے وہ دینی موضوع پر ہی ہو نہ پڑھی
جائے کیونکہ اس میں مصنف کے کفر و فسق کی تاریکی بھری ہوگی۔ جس کے مطالعہ سے معلومات میں
اضافہ تو ہو جائے گا لیکن دل سیاہ ہو جائے گا۔ اس لئے صرف مستند بزرگوں کی کتب کا مطالعہ کیا جائے۔

نسخہ 22

پُرتاثیر دُعا کا اہتمام کیجئے

اللہ تعالیٰ قادر و مطلق ذات ہے اور بندہ سراپا محتاج ہے شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ بندہ اپنی ہر ضرورت کے سلسلے میں بارگاہ خداوندی میں آہ و زاری کے ساتھ دنیا و آخرت کی خیر و برکات اور جملہ ضروریات کیلئے دعا و مناجات کرے۔ دعا وہ پُرتاثیر عبادت ہے جس سے کوئی بھی مسلمان مستغنی نہیں ہو سکتا۔ اس بارے میں دعا کی طاقت و تاثیر اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حسن قبولیت کے متعلق مضمون پڑھتے ہیں تاکہ ہم بھی اپنی مشکلات و ضروریات کیلئے بارگاہ خداوندی میں دعا جیسی عبادت کو حرز جاں بنا سکیں۔

دُعاء کی طاقت

دعا ہماری زندگی، ہماری عاقبت اور مقصد حیات کو تبدیل کر سکتی ہے۔ ایک ایمان رکھنے والے کیلئے یہ انتہائی مؤثر ہتھیار ہے! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ایک پریشان حال شخص کے پاس سے ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے حفاظت کی دعا کیوں نہیں کرتے؟" یہی سوال آج دنیا کے مختلف حصوں میں موجود پریشان حال اور مصیبت زدہ مسلمانوں سے کیا جا سکتا ہے!

اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ہم دعا کو مکمل طور پر فراموش کر بیٹھے ہیں بلکہ ہم دعا تو مسلسل کرتے ہیں۔ لیکن دعا سے وابستہ نہ تو ہمارے خیالات صحیح ہیں اور نہ ہی دعا کی قبولیت کے لیے ہمارے کردار سیرت میں مطلوب اوصاف موجود ہیں!! اکثر اوقات دعا تو بس ایک رسم ہی رہ گئی ہے! عموماً خیال کیا جاتا ہے کہ جب تمام تدبیریں ناکام ہو جائیں تو یہ ایک آخری سہارا ہے! اس رسم کو چند حرکات و سکنات اور الفاظ کے ذریعہ ادا کر دیا جاتا ہے! کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ "دعا کرو" کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ موجودہ حالات میں کوئی امید باقی نہیں ہے! دعا کے ساتھ یہ کیسی ستم ظریفی ہے۔!!

دعا تو صاحب ایمان کا انتہائی مؤثر ہتھیار ہے اور تقدیر کو اس وقت بدل دیتی ہے کہ جب کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو رہی ہوتی! یہ ہماری عبادت اور اطاعت کا اصل جوہر ہے۔ اس کی مدد سے ہم کبھی ناکام نہیں ہو سکتے اور اس کے بغیر ہم کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ چیزوں کی صحیح ترتیب میں

دعا اول اور آخری کوشش ہے، جب کہ ہمارے تمام منصوبے اور تکمیل کی کوششیں ان کے درمیان واقع ہیں! دعا ہمارے اور اللہ کے درمیان مکالمہ ہے! اللہ، جو ہمارا پیدا کرنے والا اور پالنے والا مالک ہے۔ جو سب کچھ جانتا اور سب سے زیادہ طاقت والا ہے۔

دعا ہمارا سب سے موثر ہتھیار ہے۔ عام زندگی کی ہر جدوجہد میں اور دوران جہاد میدان جنگ میں بھی! غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام شب عبادت میں کھڑے رہے تاکہ دوسرے روز ہونے والی جنگ کے لیے جس میں مسلمانوں کی مختصر جماعت کا ایک کثیر فوج سے مقابلہ تھا، اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کر سکیں۔ فیصلہ کن صلیبی جنگوں میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے دن جہاد کے لیے وقف تھے اور راتیں اللہ کی تائید حاصل کرنے کے لیے رو رو اور گڑگڑا کر دعا کرنے میں صرف ہوتی تھیں ... اور یہی تمام سچے مجاہدین کا معمول رہا ہے جو رات کے عابد اور دن کے غازی تھے!!

ہمیں چاہیے کہ فقیر کی طرح عاجزی و بے کسی سے مانگیں کہ اللہ کے ساتھ ہمارا یہی حقیقی رشتہ ہے! اس کے ساتھ ساتھ ہمیں بھرپور امید اور یقین ہونا چاہیے کہ ہماری دعائیں یقیناً قبول ہوں گی۔ ہمیں یہ حدیث یاد رکھنی چاہیے کہ "اللہ کے نزدیک اس شخص سے زیادہ محبوب کوئی نہیں جو ایک غلام کی طرح اس سے مانگتا ہے۔" دوسری طرف یہ بھی ذہن میں رہے کہ بغیر ذہنی ارتکاز اور معقولیت کے زور زور دعا نہیں ہوتی! صرف مصیبت کے وقت ہی نہیں، ہمیں ہر وقت دعا کرنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص یہ چاہتا ہے کہ ناموافق اور مشکل حالات میں اللہ تعالیٰ اس کی دعا کا جواب دے تو اس کو چاہیے کہ آرام اور آسائش کے دنوں میں کثرت سے دعا کیا کرے" اور یہ بھی فرمایا کہ "جو شخص اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے سامنے آہ وزاری

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حالات میں ہے کہ راتوں کو تنہائی میں ایسے بے قرار ہو کر روتے تھے جیسے کسی چھوٹے بچے کو زہریلے سانپ اور بچھو نے کاٹ لیا ہو۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ ان کی آہیں ایسی تھیں کہ جس حجرہ میں آپ سوتے اس کی چھت سیاہ ہوگئی تھی اور آپ کی اندرونی سوزش کا یہ عالم تھا کہ آپ کے اطراف میں بھنے ہوئے گوشت کی بو آتی تھی جس کی وجہ سے بعض مرتبہ بلی بھی آپ کے ارد گرد چکر لگاتی تھی۔ بتائیے یہ کیا کیفیت ہوگی؟ عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک آگ لگی ہوئی تھی۔ تو فرماتے کاش! میں کوئی تنکا ہوتا۔ کاش! میں مومن کے بدن کا بال ہوتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے کاش! میں بکرا ہوتا کہ کسی مسلمان

کے گھر پر بندھا ہوا ہوتا اور کوئی مہمان آتا تو مجھے ذبح کر دیا جاتا ان حضرات کو اصل آخرت کی فکر تھی۔
دیکھو! جن لوگوں کو جنت کی بارش دی گئی تھی وہ تو راتوں کو بے قرار ہو کر روتے تھے اللہ تعالیٰ ہمیں راتوں کا رونا نصیب فرمائیں۔ بعض بزرگوں نے کہا کہ یہ امت راتوں کو جب روتی تھی تو اللہ تعالیٰ ان کو دن میں ہنستے ہوئے رکھتے تھے اور جب سے امت نے راتوں کو رونا چھوڑ دیا تو دنوں میں رونا پڑتا ہے۔ آج حالات ایسے ہی ہیں کہ سب طرف رونا ہی رونا ہے۔ ہندوستان جائیے' پاکستان جائیے' عربستان جائیے' ہر طرف ایک آگ لگی ہوئی ہے' کہیں آپس کے کہیں غیروں کے کہیں اقتصادی جھگڑے لگے ہوئے ہیں۔ سارے عالم میں ایک شور مچا ہوا ہے' امن و امان رخصت ہے اور خاص طور سے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر حالات کی بارش ہے۔

خدائی انصاف :۔ فرعون کو بھی اس وقت ڈوبتے یقین آ گیا تھا اس میں بھی ایک پتے کی بات سنئے' خدائی انصاف دیکھئے کہ اس نے عذاب کے دیکھنے کے بعد ایمان کے کلمے کہے "اٰمَنْتُ بِرَبِّ ھٰارُوْنَ وَمُوْسٰی' اٰمَنْتُ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" مگر ایمان بالغیب کی روح باقی نہیں تھی۔ اس لئے کہ مشاہدہ ہو رہا تھا عذاب کا' وہی بات کہ کافر دیکھ کر مانتا ہے وہ تو کافروں کا بھی باپ تھا۔ بہرحال فرعون عذاب دیکھ کر ایمان لایا تھا اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کے الفاظ تھے اس کی صرف صورت تھی اس کی روح اور حقیقت نہیں تھی' تو اللہ تعالیٰ نے بھی صورت اور بدن کو تو پانی سے نجات دی مگر روح گرفتار عذاب ہو گئی' قربان جائیے اس کے انصاف پر کہ روح ایمان نہیں ہے تو روح فرعون کو نجات نہیں اور بدن کو نجات بھی تنبیہ کے لئے ہے کہ ساری دنیا دیکھ لے کہ متکبرین کا یہ حشر ہوتا ہے"۔

خدا السبوں کی بھی سنتا ہے :۔ صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ فرعون کے پاس کچھ لوگ آئے اور کہا کہ بارش نہیں ہو رہی ہے اور دریائے نیل بند ہے آپ جاری کرا دیجئے اس لئے کہ آپ کو ہم نے معبود بنایا ہے اس نے کہا اچھی بات ہے دریائے نیل جاری ہو جائے گا رات کے وقت اٹھا تاج شاہی پہنا اور پہنچا "نیل" میں یا "قلزم" میں۔ دریا خشک تھا تاج زمین پر رکھا اور مٹی اپنے سر پر ڈالی (دیکھنے سننے کے لائق بات ہے) اس نے کہا کہ اے حکم الحاکمین اے رب العالمین میں جانتا ہوں کہ آپ ہی مالک ہیں آپ ہی سب کچھ ہیں میں نے ایک دعویٰ کیا وہ بھی غلط آج تک آپ نے اس دعوے کو نبھایا اور ظاہر کے اعتبار سے مجھے رسوا نہیں کیا میں آپ سے دعا کرتا ہوں کہ آج بھی میری بات رہ جائے خوب گڑگڑا کر دعا کی تو خدا السبوں کی بھی سنتا ہے۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایسے وقت میں بھی حق تعالیٰ اس دشمن کی بات کو سنتے ہیں تو اگر مومن گڑگڑا کر یقین کیساتھ ہاتھ اٹھا کر مانگے گا تو کیا حق تعالیٰ محروم فرما دیں گے؟

بہر حال فرعون نے رو کر گڑ گڑا کر عاجزی اور انکساری کے ساتھ دعا مانگی۔ دعا کا مانگنا تھا کہ
پانی آنا شروع ہوا مسرت محسوس ہوئی فوراً تاج لیا اور چلا آیا اور دریائے نیل جاری ہو گیا۔
جبرئیل امین زندگی میں ایک مرتبہ فرعون کے پاس انسانی شکل میں پہنچے ہیں اور کہا کہ ایک
سوال کا جواب لینے آیا ہوں۔ مفتی تو تھا نہیں وہ! وہ تو مفت خور تھا' چار سو سال تک اس کے سر میں
درد نہیں ہوا تو خیر فرعون کے پاس جبرئیل امین پہنچے اور کہا کہ فتویٰ ہے وہ یہ کہ ایک مالک و بادشاہ
نے اپنے غلام کو پالا پوسا' بڑا کیا' خوب نعمتیں دیں' اب غلام مالک کے آگے سینہ ٹھوک کر آتا ہے
اور اس کی مالکانہ شان میں دخل دیتا ہے تو ایسے مجرم کی کیا سزا ہے؟
تو فرعون نے اپنے نام کے ساتھ لکھا' اس کی کنیت ابوالعباس تھی اس نے لکھا کہ میرا فتویٰ یہ
ہے ایسا شخص مستحق ہے کہ اسے دریا میں ڈبو دیا جائے' بعض ارباب تفسیر لکھتے ہیں کہ جب فرعون غرق
ہو رہا تھا تو جبرئیل امین نے وہی فتویٰ نکال کر دکھایا کہ دیکھو! بڑے میاں' یہ ہے آپ کا فتویٰ۔
یہ گناہ روح کی گندگی اور خرابی ہیں روح کا میل کچیل ہیں۔ شیطان اور نفس کے ورغلانے
سے آدمی سے گناہ سرزد ہو جاتے ہیں لہٰذا ہماری یہ کوشش ہونی چاہئے کہ ہم توبہ کے غسل کے ذریعہ
روح کی گندگی اور خرابی کو دور کر دیں۔ جب شیطان آپ کو پچھاڑنے کی کوشش کرتا ہے تو آپ بھی
برابر کوشش کرتے رہئے' آپ بھی اس کی خبر لیجئے بالکل اینٹی آف ابلیس بن جایئے' ادھر آپ سے
گناہ سرزد ہوا بس! آپ جایئے اور دو رکعت صلوٰۃ التوبہ پڑھئے اور اس کے بعد خوب گڑگڑا کر دعا
کیجئے' لیکن حقوق العباد کا خیال رکھئے نہیں تو کسی کے لاکھ دو لاکھ ہضم کر لئے اور دو رکعت پڑھ لی۔
معاملہ نمٹ گیا ایسا نہیں ہے وہ مال ادا کرنے پڑیں گے ورنہ تاجر حضرات بڑے چالاک ہوتے ہیں۔
قرآنی نسخہ:۔ یہ نفس بہت مکار و چالاک ہے' اس کو بھی کھلا طریقہ سے قابو میں
رکھنے کی کوشش کیجئے' مثلاً سڑک پر نکلئے' بدنگاہی ہو گئی اس کو سزا دو' بیس رکعت نفل پڑھو' یا کہو
کہ ہم چائے نہیں دیں گے دیکھو! نفس قابو میں آتا ہے یا نہیں؟ تو ہمیں آج یہ طے کرنا ہے کہ
ہم توبہ و استغفار کو لازم پکڑیں گے خدا کی قسم! اگر توبہ و استغفار سے ساری زندگی کی مشکلات
حل ہوتے ہوئے نظر نہ آئیں تو پھر کہنا یہ قرآنی نسخہ ہے۔
جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سارے انبیاء کرام کا اعلان ہے کہ استغفار سے
مشکلات دور ہو جاتی ہیں حضرت نوح علیہ السلام کے تو الفاظ قرآن کریم میں ہیں۔
اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا
اگر تم استغفار کرتے رہے اپنے پروردگار سے تو وہ غفور رحیم ہے تم پر کثرت سے بارش برسائے گا۔

نسخہ 23

قبولیت دُعا کی شرائط

حضرت ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ دعا کے ارکان بھی ہیں شرائط بھی اور اسباب بھی۔ اگر دعا میں اس کے ارا کین ہوں تو وہ دعا قوی ہوتی ہے۔ اگر اسکے بازو بھی ہوں تو وہ آسمان کی طرف پرواز کرتی ہے... ساتھ ہی اسکے اسباب بھی ہوں تو وہ قبول ہو جاتی ہے۔

دعا کے خواص میں سے عبادت، اخلاص، حمد، شکر، سوال، توحید، مناجات، تضرع، تذلل، عجز اور استعانت ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعا مانگا کرو وہ قبول ہوتی ہے شکر کیا کرو کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بڑھ جاتی ہیں اور مکر کے قریب نہ جاؤ کیونکہ خود مکر کرنے والے کو اپنے مکر کا نقصان پہنچتا ہے۔

دُعاء

بعض نے کہا دعا ارادت مندوں کے لئے سیڑھی اور دعا میں کی رہی ہے۔ بعض کا قول ہے کہ دعا مراسلت کا نام ہے اور جب تک مراسلت رہتی ہے تعلق قائم رہتا ہے اور بعض نے کہا کہ دعا اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کو دلی خوشی سے قبول کرنے کا نام ہے۔ بعض نے کہا دعا عطاء اور رضا و قرب کا سبب ہے بعض نے کہا بہترین دعا وہ ہے جو غم اور گریہ و بکاء کا موجب ہو۔

دعا کی 9 شرائط

1۔ دعا سے پہلے اعمال صالحہ کرے مثلاً نماز، صدقہ اور روزہ وغیرہ پر مداومت رکھے۔

2۔ دعا کو حمد و صلوٰۃ سے شروع کرے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جائے دعا اوپر نہیں جاتی۔

3۔ دل کی توجہ سے دعا مانگے کسی اور طرف دھیان نہ ہو چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول نہیں فرماتا جس کا دل اللہ تعالیٰ سے غافل ہو۔

4۔ گناہوں پر اصرار نہ کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ وہ آدمی بڑا احمق ہے جو گناہوں کو تو نہ چھوڑے اور توبہ کی خواہش کرے۔

5۔ اخلاص کیونکہ اخلاص ہر عمل کی بنیاد ہے۔ ایک آدمی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بڑی آہ و بکا اور گریہ وزاری کرتے دیکھا تو کہا یا اللہ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں اس کی حاجت ضرور پوری کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے پیغام بھیجا کہ اے موسیٰ میں اس پر تجھ سے زیادہ مہربان ہوں لیکن بات یہ ہے کہ یہ آدمی دعا تو مجھ سے مانگتا ہے اور اس کا دل کسی اور کی طرف ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ ساری بات اس آدمی کو بتائی تو اس نے اپنے دل میں اخلاص پیدا کرکے دعا مانگی تو اس کی دعا قبول ہوگئی۔

6۔ رزق حلال ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد سے فرمایا اے سعد ہاتھ کی محنت سے روزی حاصل کر تب تیری دعا قبول ہوگی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو انتہائی عاجزی سے دعا مانگ رہا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ یا اللہ اس کی دعا قبول فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ اس کے پیٹ میں حرام ہے اور اس کے گھر میں حرام ہے میں اس کی دعا کس طرح قبول کروں۔

7۔ دعا کرنے والے کی آواز فرشتوں کے ہاں معروف ہو اور وہ خود اللہ تعالیٰ کا عارف ہو۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا ہماری دعا کیوں قبول نہیں ہوتی؟ فرمایا اس لئے کہ تم اس ذات کو پکارتے ہو جس کی تمہیں ابھی معرفت حاصل نہیں۔

8۔ دعا قبلہ رخ ہو کر مانگی جاہئے ایک کافر نے ایک اللہ والے سے پوچھا تم اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتے ہو اور پیشانی زمین کی طرف جھکاتے ہو۔ آخر تمہارا مطلوب ہے کہاں؟ زمین میں یا آسمان میں انہوں نے جواب دیا کہ ہم آسمان کی طرف ہاتھ اس لئے اٹھاتے ہیں کہ ہمیں رزق وہیں سے ملتا ہے اور زمین پر سجدہ اس لئے کرتے ہیں تاکہ اس کے شر سے محفوظ رہیں اور ہم نے اسی میں جانا ہے۔ یہ سن کر وہ کافر مسلمان بن گیا۔

9۔ دعا آہستہ مانگی جائے کہ کوئی دوسرا نہ سنے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ایک عارف فرماتے ہیں جو دعا خفیہ مانگی جائے وہ بہت جلد قبول ہوجاتی ہے۔

نسخہ 24

اعمال صالحہ اور ان کا سلیقہ

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک سائل حاضر ہوا۔ آپ نے اپنے صاحبزادہ حضرت حسن یا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کہ اپنی والدہ (حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے کہو کہ میں نے جو چھ درہم تمہارے پاس رکھے ہیں ان میں سے ایک دے دو۔ صاحبزادے گئے اور یہ جواب لائے کہ وہ آپ نے آٹے کے واسطے رکھوائے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آدمی اپنے ایمان میں اس وقت تک سچا نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے پاس کی موجودہ چیز سے اس چیز پر زیادہ اعتماد نہ ہو جو اللہ جل شانہٗ کے پاس ہے۔ اپنی والدہ سے کہو کہ وہ چھ درہم سب کے سب دے دو۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تو یاددہانی کے طور پر فرمایا تھا ان کو اس میں کیا تامل ہوسکتا تھا اس لئے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دے دیئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ سب سائل کو دے دیئے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اس جگہ سے اٹھے بھی نہیں تھے کہ ایک شخص اونٹ فروخت کرتا ہوا آیا۔ آپ نے اس کی قیمت پوچھی، اس نے ایک سو چالیس درہم بتائے۔ آپ نے وہ اونٹ خرید لیا اور قیمت کی ادائیگی کا بعد کا وعدہ کرلیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک اور شخص آیا اور اونٹ کو دیکھ کر پوچھنے لگا کہ یہ کس کا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرا ہے۔ اس نے دریافت کیا کہ فروخت کرتے ہو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں اس نے قیمت دریافت کی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو سو درہم بتائے وہ خرید کر لے گیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سو چالیس درہم اپنے قرض خواہ یعنی پہلے مالک کو دیکر ساٹھ درہم حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لاکر دیئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کہ یہ کہاں سے آئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے واسطے سے وعدہ فرمایا ہے کہ جو شخص نیکی کرتا ہے اسکو دس گنا بدلہ ملتا ہے۔ (کنز العمال صدقہ)

نسخہ 25

ہر پر مسرت زندگی کا راز والدین سے حسن سلوک

والدین سے حسن سلوک وہ عظیم نیکی ہے جس کا ثمرہ اسی دنیا میں دکھا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں والدین کے ساتھ حسن سلوک پر بہت زور دیا ہے حتیٰ کہ اگر والدین کافر بھی ہوں تو بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے۔ اس اہم موضوع پر چند گزارشات پڑھتے ہیں تاکہ ہم بھی دنیا و آخرت کی خیر و برکات حاصل کرنے والے بنیں اور اپنے دل کی تسکین کا سامان کرلیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کہ ماں باپ کا فرمانبردار اور اپنے والدین کی طرف رحمت والفت کی نظر سے دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ ہر بار نظر کرنے کے عوض اس کے لئے ایک حج مقبول کا ثواب ضرور لکھ دیتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا خواہ ہر روز ہر بار دیکھے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ اس سے بھی بڑا اور پاک ہے۔

نقد سزا:۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام گناہوں میں سے اللہ جو گناہ چاہے گا معاف فرمادے گا سوائے ماں باپ کی نافرمانی کے کیونکہ زندگی میں مرنے سے پہلے ہی ماں باپ کی نافرمانی کی سزا اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام گناہوں میں سے جس گناہ کو اللہ چاہتا ہے قیامت پر اس کے عذاب یا مغفرت کو ٹال دیتا ہے سوائے ماں باپ کی نافرمانی کے کہ ماں باپ کی نافرمانی کی سزا تو مرنے سے پہلے اسی زندگی میں فوراً دے دیتے ہے۔ (مظہری)

جہاد سے افضل عمل

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل زیادہ پسند ہے فرمایا فرض نماز اپنے وقت پر میں نے عرض کیا اس کے بعد فرمایا والدین کے ساتھ بہتر سلوک، میں نے عرض کیا اس کے بعد فرمایا جہاد فی سبیل اللہ

(بخاری و مسلم) (والدین کی فرمانبرداری جہاد سے بھی افضل ہے)

عبداللہ بن عمرؓ راوی ہیں کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کے لئے روانگی کی اجازت طلب کی تو فرمایا تیرے ماں باپ زندہ ہیں عرض کیا ہاں تو فرمایا ان کی خدمت میں کوشش کر یعنی ان کی عزت و تکریم اور خدمت و بجا آوری کے احکام میں مشغول رہ۔ (بخاری و مسلم)

ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ہجرت اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں اللہ سے اجر پانے کے لئے تو فرمایا کیا تیرے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے اس نے عرض کیا ہاں دونوں ہی زندہ ہیں تو پھر فرمایا اللہ سے اجر چاہتا ہے؟ تو اس نے عرض کیا نعم (ہاں) فرمایا اپنے والدین کے پاس چلا جا۔ ان کو خوش رکھ ان کی خدمت کر (یعنی ہجرت اور جہاد سے ان کی خدمت بہتر ہے) (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک صحابیؓ آئے اور عرض کیا مجھے جہاد کا شوق ہے لیکن قدرت نہیں ہے یعنی سامان جہاد نہیں ہے تو فرمایا کہ ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے عرض کیا ہاں، ماں زندہ ہے تو ارشاد فرمایا اللہ کی رضا کیلئے ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرو جب تم یہ کام کرلو گے تو پھر حاجی ہو، عمرہ کرنے والے بھی ہو اور مجاہد بھی ہو یعنی جب والدہ کا دامن اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کے باعث خوشی و مسرت سے بھر دو گے تو تمہیں اتنا ثواب مل جائے گا جیسا کہ تم نے حج بھی کیا عمرہ بھی کیا اور جہاد بھی کیا۔

طلحہ بن معاویہ فرماتے ہیں میں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ ہے، فرمایا، تیری ماں زندہ ہے میں نے عرض کیا جی ہاں تو فرمایا اس کے پاؤں کو مضبوطی سے پکڑ لے جنت ان کے نیچے ہے۔ (طبرانی) یعنی اس کی اطاعت و خدمت میں ہمہ تن منہمک ہو جا کہ یہی کام دخول جنت کا سبب ہے (مطلب یہ ہے کہ جہاد تو تم جنت کے حصول کے لئے کرتے ہو وہ تو تمہاری ماں کے قدموں کے نیچے ہے تو دور کیوں جاتے ہو ان کی خدمت کرو اس کو راضی رکھو، اسے خوش رکھو جنت مل جائے گی۔ (ترہیب و ترغیب)

دنیا میں آپ جس کو دیکھیں کہ وہ دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے مالا مال ہے تو یقین کرلیں کہ والدین کی اس کو دعائیں ہیں اے اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔ (دینی دسترخوان)

والدین سب سے زیادہ حسن سلوک کے مستحق

والدین کیساتھ حسن سلوک عام حالات میں ایسا عمل ہے جس میں محنت و مشقت زیادہ نہیں ہے۔ کیونکہ ہر انسان کو فطری طور پر اپنے والدین سے محبت ہوتی ہے۔ اس لئے ان کی خدمت اور حسن سلوک پر دل خود ہی آمادہ ہوتا ہے۔ دوسری طرف والدین کو اپنی اولاد پر جو شفقت ہوتی ہے اس کی وجہ سے وہ خود اپنی اولاد سے ایسا کام لینا پسند نہیں کرتے جو اس کیلئے مشکل ہو۔ بلکہ معمولی سی خدمت سے بھی خوش ہو جاتے ہیں اور دعائیں دیتے ہیں نیز اللہ تعالیٰ نے اس عمل کو اتنا آسان بنا دیا ہے کہ ایک حدیث کی رو سے والدین کو ایک مرتبہ محبت کی نظر سے دیکھ لینا بھی ثواب میں حج اور عمرے کے ثواب کے برابر ہے۔ غرض والدین سے محبت رکھ کر ان کی اطاعت اور خدمت کر کے انسان اپنے نامۂ اعمال میں عظیم الشان نیکیوں کا بہت بڑا ذخیرہ جمع کر سکتا ہے۔

علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ ماں کا حق باپ کے مقابلے میں تین گنا زیادہ ہے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ انسان کی پرورش میں جس قدر تکلیف ماں اٹھاتی ہے باپ اتنی نہیں اٹھاتا۔ ماں کی تکلیفوں کا ذکر قرآن کریم نے خاص طور پر فرمایا ہے دوسرے ماں کو باپ کے مقابلے میں عموماً خدمت کی ضرورت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ماں کی خدمت کو زیادہ فوقیت عطا فرمائی ہے۔ بعض مرتبہ لوگ والدین کی زندگی میں ان کی خدمت اور حسن سلوک سے غافل رہتے ہیں لیکن جب ان کا انتقال ہو جاتا ہے تو حسرت کرتے ہیں۔ کہ ہم نے زندگی میں ان کی کوئی خدمت نہ کی۔ اور اب یہ موقع ہاتھ سے جاتا رہا۔ اس لئے ان کی زندگی ہی میں اس دولت کی قدر پہچاننی چاہئے۔

بنو سلمہ کا ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے آکر پوچھا کہ "یا رسول اللہ! کیا میرے والدین کی موت کے بعد بھی کوئی ایسا طریقہ باقی رہ گیا ہے جس کے ذریعے میں ان کے ساتھ حسن سلوک کر سکوں؟" اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ہاں! ان کے حق میں دعا کرنا' ان کے لئے استغفار کرنا' ان کے بعد ان کے کئے ہوئے عہد کو پورا کرنا اور جن رشتوں کا تعلق ان ہی سے ہے ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنا اور ان کے دوستوں کا اکرام کرنا۔" (ابوداؤد)

والدین کی خدمت کا عظیم صلہ

حق تعالیٰ سبحانہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو وحی کی کہ سمندر کے کنارے پر جاؤ ایک عجیب چیز دیکھو گے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے ہمراہی جن وانس کے ساتھ ساحل پر تشریف لے گئے آپ کے وزیر آصف ابن برخیا نے سمندر میں غوطہ لگا کر ایک قبہ سفید کا فوری حاضر کیا جس کے چار دروازے تھے ایک موتی کا۔ ایک یاقوت کا اور ایک ہیرے کا اور ایک زمرد سبز کا۔ اور سب دروازے کھلے ہوئے تھے اور ان میں ایک قطرہ بھی پانی کا نہیں داخل ہوا۔ حالانکہ وہ قبہ سمندر کی تہہ میں تھا۔ دیکھتے ہیں کہ اس کے اندر ایک شخص خوب صورت جوان صاف کپڑے پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں آپ نے قبہ میں داخل ہو کر اس کو سلام کیا اور فرمایا کہ تجھے اس دریا میں کس چیز نے پہنچایا۔ اس نے جواب دیا کہ اے نبی اللہ! میرے باپ اپاہج تھے اور ماں نابینا تھی۔ میں نے ان کی ستر برس خدمت کی۔

جب میری والدہ وفات پانے لگیں تو انہوں نے کہا اے اللہ! میرے بیٹے کی عمر دراز کر اور تیری عبادت میں گزارنے کی توفیق دے۔ جب باپ کی وفات کی نوبت آئی تو انہوں نے کہا اے خدا! میرے بیٹے سے ایسی جگہ خدمت لے جہاں شیطان کا دخل نہ ہو۔ چنانچہ جب میں انہیں دفنا کر اس ساحل کی طرف آیا تو یہ قبہ نظر آیا میں اس کی خوبصورتی کے ملاحظہ کے لئے اندر داخل ہوا۔ اتنے میں ایک فرشتے نے آ کر مجھے قعر دریا میں اتار دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا تو کس زمانہ میں یہاں آیا تھا؟ اس نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں۔ حضرت نے تاریخ دیکھی تو معلوم ہوا انہیں دو ہزار سال گزر رہے تھے۔ اور وہ شخص بالکل جوان تھا ایک بال بھی سفید نہ ہوا تھا۔ آپ نے پھر دریافت کیا کہ تم سمندر کے اندر کیا کھاتے پیتے ہو؟ اس نے کہا اے نبی اللہ! میرے پاس ایک سبز پرندہ اپنی چونچ میں ایک زرد چیز جو آدمی کے سر کے برابر ہے لے آتا ہے میں اسے کھاتا ہوں اس میں دنیا کی ساری نعمتوں کا مزہ آتا ہے۔ اس سے میری بھوک پیاس جاتی رہتی ہے۔ اور گرمی سردی نیند و سستی اور غنودگی وحشت وغیرہ سب کی سب اس سے دفع ہو جاتی ہے۔ آپ نے لوگوں سے متوجہ ہو کر فرمایا کہ دیکھو ماں باپ کی دعا کیسی مقبول ہے۔ خدا تم پر رحم کرے۔ حقوق والدین ادا کرو۔

نسخہ 26

خوشحال زندگی کیلئے صدقہ بہترین عمل

صدقہ کی دو قسمیں ہیں

ایک عام صدقہ کہ صدقے کرنے کے بعد صدقہ کرنے والے کو اس کا ثواب مل جاتا ہے لیکن اس کا ثواب ہمیشہ جاری نہیں رہتا۔ مثلاً کسی ضرورت مند کو کھانا کھلا دیا... کسی بیمار کے علاج معالجہ کیلئے پیسے دیدیئے۔ وغیرہ یہ صدقہ بھی عبادت ہے اس کا بڑا ثواب ہے اس میں حسب استطاعت حصہ لیتے رہنا چاہئے۔

صدقہ کی دوسری قسم صدقہ جاریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کوئی تادیر قائم رہنے والی خیر اور دیر تک فائدہ پہنچانے والی چیز دوسروں کیلئے مقرر کر دی جائے تو اس کو "صدقہ جاریہ" کہتے ہیں۔ عام طور پر صدقہ جاریہ ہمیشہ کیلئے ہوتا ہے اور ہمیشہ اس کو ثواب ملتا رہتا ہے۔ صدقہ کرنے والا دنیا سے چلا گیا لیکن کام ایسا کر گیا کہ اب اس کے مرنے کے بعد بھی وہ جاری ہے تو اس کو ثواب برابر ملتا رہے گا ایسے صدقہ کو صدقہ جاریہ کہتے ہیں۔

ایک حدیث شریف میں صدقہ جاریہ کی سات مثالیں بیان کی گئی ہیں۔ چنانچہ فرمایا گیا سات آدمی ایسے ہیں جنہیں ان کے (صدقات واعمال) کا اجر موت کے بعد ان کی قبر میں دیا جاتا ہے (وہ یہ ہیں) ۱۔ جو شخص علم سکھائے۔ ۲۔ یا نہر بنائے۔ ۳۔ یا کنواں کھودے۔ ۴۔ یا درخت لگائے۔ ۵۔ یا مسجد بنادے۔ ۶۔ یا قرآن پاک ترکہ میں چھوڑ جائے۔ ۷۔ یا ایسا لڑکا چھوڑ جائے جو اس کی موت کے بعد اس کیلئے استغفار کرتا رہے۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

یہ سات آدمی ایسے ہیں کہ جب وہ دنیا سے چلے جائیں گے اور اپنی اپنی قبروں میں پہنچ جائیں گے تب بھی ان کے کئے ہوئے صدقات جاریہ کا ثواب برابر ان کیلئے جاری رہیگا۔

دنیا فانی اور آخرت باقی ہے۔ ہمیں اس فانی دنیا میں رہ کر اپنی ہمیشہ ہمیشہ کی آخرت کی زندگی کو بنانا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے انکی رضا کے کاموں میں لگنے اور ان کی فکر کرنے سے بنے گی اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے کاموں میں جہاں نماز روزہ، حج وعمرہ، نوافل واذکار وغیرہ ہیں

وہاں ایک بہترین عمل صدقہ بھی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں صرف انکی رضا کی خاطر اخلاص کیساتھ اسکے دیئے ہوئے مال میں سے کچھ نہ کچھ خیر کے کاموں میں لگاتے رہنا چاہیئے۔

صدقہ کی آسان ترکیب یہ ہے کہ ہر شخص اپنی آمدنی کا کچھ حصہ اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے کیلئے مخصوص کرلے چاہے ایک فیصد ہو یعنی سو روپے پر ایک روپیہ ایک ہزار روپے پر دس روپے اور اس قدر صدقہ وہ باقاعدگی سے ادا کرتا رہے اور اتنا معمولی صدقہ ہر شخص بآسانی دے سکتا ہے لہذا نفلی صدقہ دینے کا کچھ نہ کچھ دائمی معمول بنانا چاہیئے۔

صدقہ کی مختلف صورتیں ہیں ان میں سے بعض کے متعلق حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ ہر مسلمان پر صدقہ کرنا لازم اور ضروری ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اگر وہ نہ پائے تو؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اپنے ہاتھ سے مزدوری کرے اور خود کو بھی نفع پہنچائے اور صدقہ بھی کرے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو؟ آپ نے فرمایا وہ کسی پریشان حال شکستہ حاجت مند کی مدد کرکے صدقہ کا ثواب حاصل کرے۔ صحابہ نے عرض کیا اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو؟ آپ نے فرمایا وہ خیر کا حکم کرے یا فرمایا نیکی کا حکم دے صحابہ نے عرض کیا کہ اگر وہ یہ نہ کر سکے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کسی کو تکلیف دینے سے باز رہے اس کیلئے یہی صدقہ ہے۔

صدقہ سے روزی میں برکت

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں نسل انسانی کی بقاء کیلئے جو بے شمار اور محیر العقول نظام ترتیب دیئے ہیں جن میں سے ہر نظام اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ہمہ گیر قدرت کا کرشمہ ہے انہی نظام ہائے کائنات میں سے رزق کا نظام بھی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی پیدائش سے قبل اس کے مقسوم رزق کا حصہ لکھ دیا ہے رزق میں برابری کا نہ ہونا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت میں سے ہے کہ اسی کی زیادتی کے باعث ہر انسان دوسرے کے ذریعہ اپنی احتیاج و ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ آج کے دور میں ہر دوسرا شخص اپنی ضروریات کی زیادتی اور وسائل روزگار کی کمی کے باعث پریشانیوں میں مبتلا ہے۔ روزی کی تنگی یا بے روزگاری براہ راست انسان کے دل کو متاثر کرتی ہے جس سے اس کی پوری زندگی زیر و زبر ہو جاتی ہے۔ اس لئے بے روزگار حضرات موجودہ حالت میں کیا کریں؟

اس سلسلہ میں سب سے پہلا کام جو ہر مسلمان کر سکتا ہے وہ دعا ہے کہ اپنی ہر دینی و دنیاوی ضروریات کو اللہ تعالیٰ سے مانگا جائے اور یہ عزم رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے جو رزق مقدر کر رکھا ہے وہ مجھے ضرور ملے گا چاہے جلد یا دیر سے ملے۔

اس لئے کسی بھی پریشانی یا مالی تنگی کی حالت میں زبان پر شکوہ وشکایت نہ ہو بلکہ یہ سوچے کہ یہ میری آزمائش ہے جس سے مجھے دوچار کیا گیا ہے۔ دعا کے ساتھ ساتھ حسن تدبیر بھی ضروری ہے کہ شریعت نے رزق حلال کمانے اور کھانے کی اس قدر فضیلت بتائی ہے کہ اس دور میں رزق حلال کمانے والا گویا اللہ تعالیٰ کا ولی ہے۔ اس لئے بے روزگاری کی شکایت کرنے والے بقدر ہمت کوشش اور جائز حد تک مناسب تدبیر بھی اختیار کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ فراخی نصیب نہ فرمائیں۔

ایک حدیث قدسی کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو بندہ مجھ سے رزق نہ مانگے میں اسے بھی رزق دوں گا اور جو مانگے تو اسے کیوں نہ دوں گا۔

غیر مسلم اقوام کو خدا سے زیادہ اپنی قوت بازو پر بھروسہ ہے اور وہ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتے ہوئے اسی میں مگن ہیں جبکہ ایک مسلمان کا عقیدہ ہے کہ یہ دنیا صرف راہ گزر ہے ہماری منزل آخرت ہے۔ اس لئے بھی رزق کے معاملہ میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

صدقہ کی آنکھوں دیکھی برکات:۔ رزق میں فراخی اور خیر و برکت کے لئے وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے صدقہ خیرات کرنا بھی اکسیر ہے اور اس کے لئے ضروری نہیں کہ زیادہ رقم ہو تو اس میں صدقہ کیا جائے بلکہ بقدر استطاعت خلوص سے دیا جانے والا صدقہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ محبوب ہے۔ چاہے وہ ایک روپیہ ہی کیوں نہ ہو۔ آپ اپنے گردوپیش میں دیکھیں جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے فراخی و فراوانی دی ہے اس میں صدقہ وخیرات کا بھی بڑا عمل دخل ہے۔

کتنے لوگ ہیں جنہوں نے ابتدائی حالت میں معمولی کام شروع کیا اور بالالتزام صدقہ دیتے رہے اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت و فراخی نصیب فرمائی کہ وہ آج قابل رشک زندگی بسر کر رہے ہیں۔

ایسے ہی ایک خوش نصیب شخص کا واقعہ سنئے صاحب مضمون لکھتے ہیں۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں اس وقت کراچی سے لاہور کیلئے فلائٹ پر سوار ہو رہا ہوں میں نے دس کروڑ کے ایڈوانس پر ایک دکان خرید لی ہے اب اسکے سامان کی خریداری کیلئے جا رہا ہوں میرے لئے دعا کیجئے۔

یہ کال اس کروڑ پتی شخص کی ہے جو چند سال قبل میرے پاس انتہائی غربت اور ناداری کی حالت میں آیا جبکہ اس کے پاس کل مالیت صرف 1500 روپے تھی۔

میں نے ایک دیندار کاروباری شخص سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا اس رقم سے کوئی بھی کام شروع کرو اور اللہ تعالیٰ کو پارٹنر بنالو کہ جو بھی نفع ہو اس کا دس فیصد صدقہ کرتے رہو۔ اب اس شخص

نے اپنے کل اثاثہ سے خواتین کے سلے ہوئے کپڑوں کے چھ سوٹ خریدے اور انارکلی لاہور میں ایک دکان کے ساتھ گلی میں آویزاں کر دیئے۔ دوپہر تک وہ سارے سوٹ فروخت ہو گئے۔ اور اس نے حاصل شدہ نفع میں حساب کے مطابق اللہ کا حصہ صدقہ کر دیا۔

اگلے دن دس بارہ سوٹ خرید کر فروخت کر دیئے۔ چونکہ عام دکانوں پر وہ سوٹ اگر ہزار روپے کا تھا تو اس نے معمولی نفع رکھ کر وہ سوٹ صرف چار پانچ سو میں بیچنا شروع کر دیا۔ پھر یہ ہوا کہ خواتین اس کے آنے سے پہلے انتظار میں ہوتیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کچھ دن بعد اس کی یہ حالت ہو گئی کہ اس نے قریب ہی ایک کھوکھا کرایہ پر لے لیا اور کچھ مال وہاں رکھنا شروع کر دیا۔

وقت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کام میں ایسی برکت عطا فرمائی کہ وہی شخص جو صرف 1500 روپے تھامے میرے پاس اس لئے آیا کہ آپ مجھے بتائیں میرا کل اثاثہ یہی ہے اب میں کیا کروں اور یہ رقم کتنے دن چلے گی؟ گویا وہ پریشانی اور مایوسی کی آخری سرحد پر پہنچ چکا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ اگر اس کی بروقت رہنمائی نہ کی گئی تو شاید یہ خودکشی جیسے گھناؤنے جرم کا ارتکاب کر بیٹھے گا۔ آپ خود سوچئے کہ جس شخص پر ملازمت کے دروازے بھی بند ہو چکے ہوں اور وہ اپنا کاروبار بھی شروع کرنا چاہے تو 1500 روپے سے وہ کیا کر سکتا ہے؟ لیکن ہمت مرداں مدد خدا۔ صدق نیت اور حسن عمل انسان کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیتا ہے۔

آج جب اس کا فون آیا کہ میں نے لاہور طارق روڈ پر ایک دکان دس کروڑ کے ایڈوانس پر لی ہے تو میں یہ سن کر زیر لب مسکرایا اور سوچنے لگا کہ واقعی صدقہ کرنے سے ایک شخص یوں کچھ ہی عرصہ میں کروڑ پتی بن سکتا ہے پھر خود ہی میرے دل سے آواز نکلی کہ جن لوگوں کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر قوی ایمان ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ان کی ایسی دستگیری فرماتے ہیں کہ عام آدمی ورطہ حیرت میں رہ جاتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو پارٹنر بنا لے وہ کب ناکام ہو سکتا ہے۔

اگر آپ بھی بے روزگاری کی وجہ سے پریشان ہیں تو اپنے خوابیدہ جذبات کو جگائیے اور آپ کی رہنمائی کیلئے اس طرح کے ہزاروں واقعات ہیں۔ بس ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم خود کو پہچانیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان رکھتے ہوئے کام شروع کر دیں۔

اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر پورا یقین رکھتے ہوئے دعا اور مناسب تدبیر اپنائیں اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں اس لئے کہ تقویٰ کے ثمرات میں سے رزق کی فراخی بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی شخص کو ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتے ہیں جہاں سے وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔

نسخہ 27

مال و دولت کو باعث تسکین بنایئے

مال و دولت بذات خود مقصود نہیں ہے بلکہ ذریعہ مقصود ہے اس سے انسان کی کھانے پینے اور آرام و راحت کی ضروریات پوری کی جاتی ہیں یہ تو دنیوی زندگی کی ضروریات ہیں۔ جبکہ اخروی زندگی کی ضروریات بھی اس سے پوری ہو سکتی ہیں کہ انسان مال و دولت کو بحکم خداوندی خرچ کرکے جہنم کے عذاب سے بچ جائے اور جنت کو حاصل کرلے۔

قرآن و حدیث کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے جنت بھی حاصل کی جاسکتی ہے اور جہنم کے عذاب سے بچا بھی جاسکتا ہے۔

غریبوں کو کھانا کھلانا

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اسلام کے اعمال میں سے افضل ترین عمل کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (غرباء و مساکین) کو کھانا کھلانا اور ہر مسلمان کو سلام کرنا' جان پہچان ہو یا نہ ہو۔ (بخاری' مسلم)

جہنم سے دوری

اسی طرح عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی مسلمان بھائی کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا اور سیراب کر کے پانی پلایا' اللہ اس کو جہنم سے سات خندقیں دور فرمادیں گے ہر دو خندق کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے۔ (ترغیب و ترہیب)

ایک روایت میں یہاں تک آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ بندوں سے خطاب کر کے فرمائیں گے کہ اے ابن آدم میں بیمار ہوا تم نے میری عیادت

نہیں کی۔ بندہ عرض کرے گا اے میرے پروردگار میں آپ کی کیسے عیادت کرتا حالانکہ آپ تو رب العٰلمین ہیں؟ ارشاد ہوگا تجھ کو معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ (دنیا میں) بیمار ہوا تھا تم نے اس کی عیادت نہیں کی۔ تمہیں معلوم نہیں اگر تم اس کی عیادت کرتے تو مجھے وہاں موجود پاتے۔ (یعنی میری خاطر میرے بندے کی عیادت سے تمہیں میری رضا و خوشنودی حاصل ہوتی) پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے اے ابن آدم میں نے تم سے کھانا مانگا تھا تم نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔ بندہ عرض کرے گا باری تعالیٰ میں آپ کو کیسے کھانا کھلاتا حالانکہ آپ رب العٰلمین ہیں؟ تو ارشاد باری ہوگا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندہ نے تم سے کھانا مانگا تھا لیکن تم نے اس کو کھانا نہیں کھلایا۔ اگر تم اس (بھوکے) کو کھانا کھلاتے تو ضرور اس کا بدلہ میرے پاس سے پاتے (یعنی میری خاطر اگر تم بھوکوں کو کھانا کھلاتے تو تمہیں میری رضا و خوشنودی حاصل ہوتی اور اس کا اجر و ثواب تمہیں آج ملتا) ارشاد باری ہوگا اے ابن آدم میں نے تم سے پانی مانگا تھا تم نے مجھے پانی نہیں پلایا۔ اگر تم اس (پیاسے) کو پانی پلاتے تو تمہیں اس کا بدلہ ملتا۔ (مسلم شریف)

لہٰذا ہر مسلمان کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ دین صرف نماز روزہ تک محدود نہیں کہ آدمی نماز روزہ کی پابندی کرے تو وہ کامل دیندار بن گیا اس کی دینی ذمہ داری پوری ہوگئی نہیں بلکہ دین اسلام ایک کامل دین ہے زندگی کے ہر شعبہ کے لئے اس کی ہدایات ہیں۔ ان پر غور کرنا اور عملی زندگی میں ان کو لانا نہایت ضروری ہے۔ غرباء و مساکین یہ بھی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، یہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دو طبقوں میں تقسیم فرمایا ہے مالدار و اغنیاء اور غرباء محتاج، مساکین، اس میں دونوں کے لئے امتحان ہے مالداروں کو حکم ہے اس نعمت کا شکر ادا کرو اس مال کے حقوق ادا کرو، زکوٰۃ صدقات دیا کرو، عزیز و اقارب غرباء مساکین کا خیال رکھو اس مال سے دنیوی راحت و سکون کے علاوہ آخرت کو بھی کماؤ، اب اگر بندہ ایسا کرتا ہے تو شکر گزار ہے۔ اس کے برخلاف اگر اس مال و دولت پر اترانا شروع کردے یتیموں محتاجوں کو دھکے دے کر دور کردے مال کو ہی چیز سمجھ کر جائز و ناجائز ہر طرح سے اسے سمیٹنے کی کوشش میں لگا رہے اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت کو بھلا بیٹھے تو یہ اللہ تعالیٰ کا ناشکرا ہے۔ مال اس کے حق میں اسباب راحت نہیں ہے بلکہ وبال جان ہے۔ اس لئے مالدار طبقہ کو یہ بات سوچنی چاہئے اور بار بار سوچنی چاہئے اسی طرح غرباء و مساکین کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ صبر سے کام لیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو معاملہ ہوا ہے اس کو اپنے حق میں بہتر سمجھیں، ہوسکتا ہے مال ملتا تو سرکشی پر اتر آتے اللہ تعالیٰ سے بغاوت کر بیٹھتے تو دنیا کے علاوہ ہماری آخرت

بھی برباد ہو جاتی جو بہت بڑا خسارہ ہے بلکہ حقیقت میں یہی خسارہ ہے خصوصاً اس فقیری کی حالت میں گناہوں سے بچنا بہت ہی ضروری ہے۔ کیونکہ اس سے بڑا بدبخت کون ہوگا جو دنیا میں بھی بھوکا پیاسا رہے۔ پھر اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے آخرت کو بھی تباہ کر دے۔

بہترین عمل

بعض اعمال ایسے ہوتے ہیں کہ وقت اور حالات کے تقاضا کے مطابق ان کا ثواب اور درجہ بہت بڑھ جاتا ہے' غرباء و مساکین کی حاجت پوری کرنا بھی ایسا ہی عمل ہے چنانچہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ "ای الاعمال افضل" کہ بہترین اور افضل ترین عمل کون سا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی (مفلس) مسلمان کے دل کو خوش کرنا کہ کھانا کھلا کر ان کی بھوک کو دور کر دیا اور کپڑا پہنا کر ان کیلئے ستر پوشی کا انتظام کر دیا' ان کے دیگر حوائج اور ضروریات کو پورا کیا۔ (ترغیب و ترہیب بحوالہ طبرانی)

خلاصہ یہ کہ مال و دولت اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے' اس نعمت کی شکر گزاری یہ ہے کہ اسکے ذریعہ غرباء و مساکین کی خدمت کی جائے اسی طرح دیگر مواقع جہاں اللہ تعالیٰ نے مال خرچ کرنیکا حکم دیا ہے وہاں خرچ کیا جائے۔ اس بارے میں بخل و کنجوسی سے بچا جائے' دولت پر دولت جمع کرنیکی ہوس کو ترک کیا جائے' اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اسکی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

گناہوں سے دل کمزور ہو جاتا ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ گناہوں کی آگ خدائی آگ ہے جس کی خاصیت یہ ہے نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ اس کا اصل محل قلب ہے اور دعویٰ سے کہا جاتا ہے کہ گنہگار کا دل بے چین ہوتا ہے اس کو راحت و چین نصیب نہیں ہوتا گناہ سے دل ضعیف اور کمزور ہوتا ہے جس کا تجربہ نزول حوادث کے وقت ہوتا ہے کہ متقی اس وقت مستقل مزاج رہتا ہے اور دیگر لوگ حواس باختہ ہو جاتے ہیں۔

نسخہ 28

خدمت خلق... سچی خوشی کا راستہ

مخلوق خدا کنبہ خداوندی ہے جو اس کنبہ کے ساتھ جتنا حسن سلوک اور خدمت کا تعلق رکھے گا وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں پسندیدہ و مقرب بن جائے گا۔ معاشرہ میں باہمی محبت وایثار کی فضا قائم کرنے کیلئے باہمی خدمت خلق کا جذبہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور ایک مسلمان کو دوسرے کی خدمت اور اس کو خوش کرنے پر سچی خوشی نصیب ہوتی ہے اور یہی چیز سکون دل کا باعث بنتی ہے۔

جس طرح مال کی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے اسی طرح جسم کی زکوٰۃ دینا بھی ضروری ہے اور جسم کی زکوٰۃ یہ ہے کہ دوسروں کی خدمت کرے اور ان کے غم کو اپنا غم بنا لے۔ یہ فرمان جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہے جنہوں نے اپنے دور خلافت میں غریبوں، ناداروں، اور بیواؤں کی خدمت کرنے کیلئے آدمیوں کو مقرر کیا ہوا تھا۔

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ فہرست دیکھی تو ایک بڑھیا کے نام کے سامنے اس کی خدمت کرنے کیلئے کسی کا نام نہیں لکھا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمجھے کہ شاید یہ کام کسی نے اپنے ذمہ نہیں لیا۔

انہوں نے دل میں سوچا کہ اس بڑھیا کی خدمت میں خود کر دیا کروں گا۔ چنانچہ اگلے دن فجر کی نماز پڑھ کر اس بڑھیا کے گھر گئے تو دیکھا کہ جھاڑو بھی دیا ہوا ہے اور پانی بھی بھرا ہوا ہے۔

پوچھا اماں! یہ خدمت کون کر گیا ہے؟ کہنے لگی کہ کوئی آتا ہے اور وہ پانی بھی بھر جاتا ہے اور جھاڑو بھی دے جاتا ہے، مجھے آج تک اسکے نام کا پتہ نہیں ہے، نہ میں نے پوچھا اور نہ کبھی اس نے بتایا ہے۔

انہوں نے سوچا کہ اچھا میں اگلی دفعہ فجر سے پہلے جاؤں گا، جب فجر سے پہلے گئے تو دیکھا کہ سب کام ہوا پڑا ہے، پھر انہوں نے سوچا کہ میں اب تہجد پڑھتے ہی آجاؤں گا۔ چنانچہ تہجد کے وقت آئے تو دیکھا کہ جھاڑو بھی دیا ہوا ہے اور پانی بھی بھرا ہوا ہے۔ وہ بھی آخر عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے، کہنے لگے کہ اچھا میں کل دیکھوں گا۔ چنانچہ انہوں نے اگلے دن عشاء کی نماز پڑھی اور

راستے میں ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گئے تا کہ دیکھیں کہ بڑھیا کے گھر میں کون جاتا ہے۔

جب آدھی رات کا وقت ہوا اور اندھیرا گہرا ہو گیا تو دیکھا کہ ایک آدمی جس کے پاؤں میں جوتے بھی نہیں تھے، ننگے پاؤں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس بڑھیا کے گھر جا رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور پوچھنے لگے تو کون ہے؟ جواب ملا، میں ابو بکر ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حیران ہو کر پوچھنے لگے اے امیر المومنین! کیا آپ رات کی تاریکیا اور تنہائی میں اس بڑھیا کی خدمت کرنے جا رہے ہیں اور آپ کے پاؤں میں تو جوتے بھی نہیں، اس طرح ننگے پاؤں کیوں چل رہے ہیں؟

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا عمر! میں نے اس لئے جوتے نہیں پہنے کہ ایسا نہ ہو کہ میرے جوتوں کی آواز سے کسی سونے والے کی نیند میں خلل آ جائے اور کسی کو میرے اس عمل کا پتہ چل جائے۔

یہ بھی لوگ تھے جن کی زندگیاں دوسروں کیلئے وقف تھیں۔ آج ہم ہیں کہ ہمیں خدمت خلق سے فرصت ملے تو خدمت خلق کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خدمت خلق کی توفیق دیں آمین

باہمی خدمت کے ذریعے دلی سکون حاصل کیجئے

ہم سنتے تھے کہ یورپ اور امریکہ میں بیٹے باپ کو چھوڑ جاتے ہیں اگر باپ اور بیٹا کسی ہوٹل میں کھانا کھانے جائیں تو باپ اور بیٹا علیحدہ علیحدہ بل ادا کرتے ہیں۔

یہ بالکل ٹھیک ہے کیونکہ اگر میں آپ سے فائدہ نہیں اٹھا رہا تو میں آپ کی خدمت کیوں کروں؟ کیوں آپ پر خرچ کروں؟ کیوں میں آپ کو وقت دوں؟ جبکہ آپ کو مجھ سے کوئی فائدہ نہیں مل رہا۔

مگر اسلام نے اس میزان کو الٹ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

"وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ"

(اچھائی کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اچھائی کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اگر کسی مسلمان بھائی کے ساتھ اس کا کام پورا کرنے کے لیے چلوں حتی کہ اس کا کام پورا ہو جائے تو یہ بات مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں مسجد میں پورا مہینہ اعتکاف میں بیٹھوں۔ ایک اور حدیث میں فرمایا گیا کہ جس نے اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کی تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کریں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم راستہ میں چل رہے ہوتے اور کوئی عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاتی

تو آپ اس کے پاس تشریف لے جاتے۔ اس کے مسائل کا حل یا شکایت کا ازالہ فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کے ساتھ شفقت کا معاملہ فرماتے اور لوگوں کو یہ محسوس ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے جدا نہیں۔ بلکہ پورا معاشرہ ایک جسم معلوم ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فقیر کا فقر محسوس فرماتے' بیمار کی بیماری کا احساس فرماتے اور حاجت مند کی ضرورت پوری فرماتے۔

عہد نبوت میں باہمی خدمت و تعلق کا یہ حال تھا کہ اگر مدینہ منورہ کی آبادی بالفرض ایک ہزار نفوس پر مشتمل تھی تو ان میں ہر ایک یہ سمجھتا تھا کہ میں اکیلا نہیں' بلکہ 999 حضرات میرے جانثار موجود ہیں۔ اندازہ فرمایئے باہمی اخوت و محبت اور خدمت خلق کا کیسا مثالی جذبہ تھا اور یہی چیز مسلمان کی دنیا کو جنت کا نمونہ بنا دیتی ہے اور ان کی صفوں میں اتفاق و اتحاد کی سپرٹ بھر دیتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی حاجت پوری کر کے ان کے دلوں میں اپنی محبت کو زیادہ فرماتے۔ اس لیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی کیسی تھی؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ گھر والوں کی خدمت کرتے اور گھر والوں کے ساتھ کام کرتے۔

کیا آپ لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا کرنے کے لیے یہ طریقہ نہیں اپنا سکتے کہ ان کی خدمت کریں۔ مثلاً کسی نے ہسپتال جانا ہے تو آپ اسے اپنے ساتھ ہسپتال لے جائیں۔ اگر کسی نے مشکل وقت میں مدد مانگی تو آپ اس کی مدد کر دیں۔ کسی کی حاجت ہو تو آپ اس کی حاجت پوری کر دیں۔ پھر دیکھئے لوگ کس طرح آپ سے محبت کرتے ہیں۔ آپ کو کتنی دعائیں دیتے ہیں اور اگر کسی وقت آپ کو ضرورت پڑے تو سب لوگ آپ کے حق میں کیسے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

نسخہ 29

دین کے اصول وفروع

شیخ ابو عبداللہ ایک بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ ان سے ایک مرتبہ لوگوں نے سوال کیا کہ دین اسلام کے اصول وفروع کیا ہیں؟ تو آپ نے نہایت جامعیت کے ساتھ چند جملوں میں پورے دین کا خلاصہ بیان فرمادیا۔ آپ نے فرمایا کہ دین کے اصول دو ہیں۔

پہلا اصول

صِدْقُ الْاِفْتِقَارِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی۔ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف مخلصانہ احتیاج۔ اس جملہ میں وحدانیت کے تمام پہلو آ گئے۔ اور شرک کے ہر شائبہ سے اجتناب کا اعلان ہو گیا کہ آدمی کو ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ ہی کا محتاج رہنا چاہئے۔ غیر اللہ پر بھروسہ کرنا اس کے سامنے دامن پھیلانا نذریں مانگنا اور چڑھاوے چڑھانا یہ سب اصول دین کے خلاف ہے۔

دوسرا اصول

حُسْنُ الْاِقْتِدَاءِ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ یعنی ہر مسلمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شاندار اقتداء اور اتباع کی کوشش کرے۔ اور اپنے ظاہر و باطن، لباس، گفتار، رفتار ہر چیز کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق بنائے اگر اس کے خلاف کرے گا تو دینی اصول کے خلاف ورزی کرنے والا ہو گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے بہترین نمونہ بنایا ہے۔ جو شخص اس نمونہ سے جتنا زیادہ مشابہ ہو گا اتنا ہی اپنے رب کا پسندیدہ ہو گا اور جو اس نمونہ سے جتنا مخالف ہو گا اگر چہ وہ اپنے کو کتنا ہی اچھا سمجھتا ہو وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں ناپسندیدہ ہی رہے گا۔

شیخ ابو عبداللہ نے پھر آگے فرمایا کہ دین کے فروع یعنی جزئی احکام کا خلاصہ کل چار باتیں ہیں۔ جو ان باتوں کا اہتمام کرے وہ دین کے تمام جزئی احکامات پر عمل کرنے والا ہو جائے گا۔

1۔ اَلْوَفَاءُ بِالْعُهُوْدِ: یعنی اللہ نے بندے سے جو عہد لیا ہے اس کی پاسداری کرنا، تمام

فرائض وواجبات اور حقوق کی ادائیگی یہ سب ایفاء عہد میں داخل ہیں۔

2۔ وَحِفْظُ الْحُدُوْدِ: اور تمام حدود وموانع کی حفاظت کرنا۔ یعنی ہر گناہ سے اپنے آپ کو بچانا، حرام اور مشتبہ چیزوں سے اجتناب کرنا اور ہر معاملہ میں اعتدال کو اختیار کرنا۔

3۔ وَالرِّضَاءُ بِالْمَوْجُوْدِ: اور جو دنیوی سازوسامان اللہ نے دیا ہے اس پر راضی رہنا اور شکر بجالانا۔ یہ نہیں کہ بس ہمیشہ زیادتی ہی کی فکر رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ آدمی اگر دنیوی معاملات میں اپنے سے نیچے پر نظر رکھے تو اس کے دل میں شکر کا جذبہ پیدا ہوگا اس لئے جو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے بس اس پر دل سے راضی رہنا چاہئے۔ زیادہ کی طرف نظر کرکے ناشکری نہیں کرنی چاہئے۔

4۔ وَالصَّبْرُ عَلَى الْمَفْقُوْدِ: اور جو نعمت جاتی رہے اس پر صبر کرنا۔ یہ صبر بجائے خود مومنین کیلئے رحمت ہے۔ قرآن کریم میں جا بجا صبر کرنے والوں سے بے حساب اجر کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے ایک شخص کو دیکھا جس کی دکان میں آگ لگنے کی وجہ سے بہت سامان ضائع ہوگیا تھا اور وہ اس حادثہ کی وجہ سے دیوانہ سا ہوگیا تھا اور ہائے واویلا پکار رہا تھا۔ حضرت ابراہیمؒ نے اسے سمجھایا: ارے اللہ کے بندے! یہ مال اللہ کا ہے وہ جب تک چاہے اس سے تجھے فائدہ پہنچائے اور جب چاہے تجھ سے لے لے اس لئے اس کے فیصلہ پر صبر کر اور شور نہ مچا۔ اور عافیت پر شکر میں سے یہ بات ہے کہ مصیبت پر آدمی صبر کرے۔ اور جو اپنی نیکی آگے پہنچا دے گا وہ اسے آخرت میں پائے گا اور جو نہیں پہنچائے گا اسے آخرت میں کف افسوس ملنا پڑے گا۔ (شعب الایمان للبیہقی)

ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ہم شیخ کے بیان کردہ اصول وفروع پر سختی سے عمل پیرا ہوں اور سچے پکے مسلمان بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق سے نوازے آمین۔

نسخہ 30

سیرۃ طیبہ کی روشنی میں حقوق العباد کی اہمیت

عہد رسالت کا ایک واقعہ

حنین کی فتح کے بعد مقام جعرانہ میں پہنچ کر مال غنیمت کی تقسیم کا انتظام کیا گیا تھا۔ ابھی اموال غنیمت تقسیم ہو رہے تھے کہ قبیلۂ ہوازن کے چودہ سرداروں کا ایک وفد زہیر بن صرد کی قیادت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو برقان بھی تھے انہوں نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم مسلمان ہو چکے ہیں اور یہ درخواست ہے کہ ہمارے اہل وعیال اور اموال ہمیں واپس دے دیئے جائیں اس درخواست میں عرض کیا گیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم بہ سلسلہ رضاعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خویش وعزیز ہیں، اور جو مصیبت ہم پر پڑی ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخفی نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر احسان فرمائیں، رئیس وفد ایک شاعر آدمی تھا، اس نے کہا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر ہم بادشاہ روم یا شاہ عراق سے اپنی ایسی مصیبت کے پیش نظر کوئی درخواست کرتے تو ہمارا خیال یہ ہے کہ وہ بھی ہماری درخواست کو رد نہ کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالیٰ نے اخلاق فاضلہ میں سب سے زیادہ ممتاز فرمایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم بڑی امید لے کر آئے ہیں۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ موقع دوہری مشکل کا تھا، ایک طرف ان لوگوں پر رحم وکرم کا تقاضا یہ کہ ان کے سب قیدی اور اموال ان کو واپس کر دیئے جائیں، دوسری طرف یہ کہ اموال غنیمت میں تمام مجاہدین کا حق ہوتا ہے، ان سب کو ان کے حق سے محروم کر دینا از روئے انصاف درست نہیں، اس لئے صحیح بخاری کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جواب میں فرمایا:

میرے ساتھ کس قدر مسلمانوں کا لشکر ہے، جو ان اموال کے حق دار ہیں، میں سچی اور صاف بات کو پسند کرتا ہوں، اس لئے آپ لوگوں کو اختیار دیتا ہوں کہ یا تو اپنے قیدی واپس لے

لو یہ سوال تقسیمت ان دونوں میں جس کو تم انتخاب کر لو وہ تمہیں دے دیئے جائیں گے، سب نے قیدیوں کی واپسی کو اختیار کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کو جمع فرما کر ایک خطبہ دیا جس میں حمد وثناء کے بعد فرمایا کہ:

یہ تمہارے بھائی تائب ہو کر آ گئے ہیں، میں یہ چاہتا ہوں کہ ان کے قیدی ان کو واپس دیئے جائیں۔ تم میں سے جو لوگ خوش دلی کے ساتھ اپنا حصہ واپس دینے کیلئے تیار ہوں وہ احسان کریں جو اس کے لئے تیار نہ ہوں تو ہم ان کو آئندہ اموال فئی میں سے اس کا بدلہ دیدیں گے"۔

حقوق کے معاملہ میں رائے عامہ معلوم کرنے کے لئے عوامی جلسوں کی آوازیں کافی نہیں، ہر ایک سے علیحدہ رائے معلوم کرنا چاہیئے۔

مختلف اطراف سے یہ آوازیں آئیں کہ ہم خوش دلی کے ساتھ سب قیدی واپس کرنے کے لئے تیار ہیں، مگر عدل وانصاف اور حقوق کے معاملہ میں احتیاط کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی مختلف آوازوں کو کافی نہ سمجھا اور فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ کون لوگ اپنا حق چھوڑنے کے لئے خوش دلی سے تیار ہوئے اور کون ایسے ہیں جو شرما شرمی خاموش رہے، معاملہ لوگوں کے حقوق کا ہے، اس لئے ایسا کیا جائے کہ ہر جماعت اور خاندان کے سردار اپنی اپنی جماعت کے لوگوں سے الگ الگ صحیح بات معلوم کر کے مجھے بتائیں۔

اس کے مطابق سرداروں نے ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ اجازت حاصل کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا کہ سب لوگ خوش دلی سے اپنا حق چھوڑنے کیلئے تیار ہیں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب قیدی ان کو واپس کر دیئے۔

اس سے ثابت ہوا کہ حقوق کے معاملہ میں جب تک خوش دلی کا اطمینان نہ ہو جائے کسی کا حق لینا جائز نہیں، مجمع کے رعب یا لوگوں کی شرم سے کسی کا خاموش رہنا رضا مندی کے لئے کافی نہیں، اسی کو حضرات فقہاء نے فرمایا ہے کہ کسی شخص پر اپنی وجاہت کا رعب ڈال کر کسی دینی مقصد کے لئے چندہ کرنا بھی درست نہیں، کیونکہ ایسی حالت میں بہت سے شریف آدمی محض شرما شرمی کچھ دیدیتے ہیں، پوری رضا مندی نہیں ہوتی، اس طرح کے مال میں برکت بھی نہیں ہوتی۔ (مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمایئے تفسیر معارف القرآن)

ف: حقوق العباد کی ادائیگی میں غفلت اور کوتاہی سے بچے ورنہ آخرت میں تین پیسے کے بدلے سات سو مقبول نمازیں صاحب حق کو دلوائی جائیں گی۔ اللھم احفظنا۔ آمین

نسخہ 31

اخلاص ودیانت داری کا انعام

نیکی کا ہر کام کرنے سے پیشتر بھی اور کام کرتے وقت بھی اپنی نیت کو اچھی طرح ٹٹول لینا چاہئے کہ ہمارے اس کام میں اخلاص کے سوا کسی اور چیز کی آمیزش وملاوٹ تو نہیں جیسے عموماً رسم قل وغیرہ میں میت کو ثواب پہنچانے کیلئے لوگوں کے دکھاوے کے لئے خیرات اور پن دان کیا جاتا ہے۔ عبادت اور نیکی سے مقصود اگر محض عبادت اور خدا کی رضا ہے۔ تب تو اخلاص کہلائے گا اور اگر اس میں ریا اور دکھاوے کی آمیزش ہے یا عبادت کے ضمن میں دنیا کے کسی اور فائدہ کا بھی ارادہ شامل ہے تو اس کو اخلاص نہیں کہیں گے۔ مثلاً روزہ رکھنے سے مقصود یہ بھی ہو کہ روزہ رکھنا عبادت ہے اور یہ بھی مقصود ہو کہ کھانے پینے کا پرہیز کرنے سے بیماری کو بھی نفع ہو گا۔ پس ایک کام میں دو نیتیں شامل ہوئیں تو اس کو اخلاص نہ کہیں گے۔

مثلاً حج سے یہ بھی مقصود ہو کہ وہ نیک کام اور عند اللہ محبوب ہے اور یہ بھی نیت ہو کہ حج کرنے سے سفر میں حرکت ہوگی۔ اور حرکت سے طبیعت صحت واعتدال پر آجائے گی۔ یا دشمنوں کی ایذاؤں سے چھٹکاروں کے لئے نجات حاصل ہوگی یا ایک جگہ رہتے رہتے دل اکتا گیا ہے پس سفر میں دل بھی بہل جائے گا اور مختلف شہروں کی سیر بھی ہو جائے گی۔ یا مثلاً وضو کیا مگر اس نیت سے کہ لطافت حاصل ہو اور بدن کا میل کچیل دور ہو جائے۔ یا مثلاً اعتکاف کیا تا کہ گھر کے کرایہ سے سبکدوش ہو یا کسی بیمار کی عیادت کی مگر اس نیت سے کہ تمہارے بیمار ہونے پر وہ تمہاری عیادت کو آئے یا مثلاً فقیر کو اس نیت سے کچھ دیا کہ وہ سر ہو رہا اور غل مچا رہا تھا پس اس کا شور رفع ہو جائے گا وغیرہ وغیرہ وذالک۔

اخلاص شرط قبولیت ہے

حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک سخی سے سوال کریں گے تو کون سی نیکی لے کر آیا ہے وہ جواب دے گا اور یہ کہے گا کہ جہاد کا موقع نہیں ملا جو میں جان دیتا اور میرے پاس علم نہیں تھا جو میں تبلیغ کرتا میرے پاس دولت تھی اور میں لوگوں میں تقسیم کیا کرتا تھا اور ان کو بانٹتا تھا۔ یہ نیکی لے کے آیا ہوں۔

حدیث میں آتا ہے کہ حق تعالیٰ فرمائیں گے۔ کذبت تو نے جھوٹ بولا تو نے یہ کام اس

لئے کیا تھا کہ تیری سخاوت اور تیری داد و دہش کے چرچے ہو جائیں، وہ چرچا دنیا میں ہو گیا اور شہرت دنیا میں تجھے حاصل ہو گئی اب آخرت میں تیرے لئے کوئی حصہ نہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض شہداء کو جنہوں نے جان دی تھی ان سے یہ پوچھیں گے کہ تم کون سی نیکی زاد آخرت کے طور پر لے کے آئے ہو۔ وہ کہیں گے کہ اے اللہ! ہم نے جان دی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کذبت تو نے جھوٹ بولا۔ تو نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تھا کہ تیری بہادری کا اور تیری شجاعت کا تذکرہ ہو اور چرچا ہو، وہ حاصل ہو گیا۔ اب آخرت میں تیرے لئے کوئی حصہ نہیں، کوئی بدلہ نہیں۔

فرمایا کہ تیسرا گروہ علماء کا، ان سے اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ تم زاد آخرت کے طور پر کون سی نیکی لائے ہو۔ وہ کہیں گے کہ اے اللہ! ہم نے درس دیا تھا، وعظ کہا، پند و نصیحت کی تھی۔ لوگوں کو سبق دیا تھا۔ میرے پاس پیسہ نہیں تھا جہاد کا ہمیں موقع نہیں ملا تھا۔ یہی نیکی کر سکتے تھے اور یہی نیکی لے کر آئے ہیں حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ کذبت تو نے جھوٹ بولا۔ تو نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تھا کہ لوگ یہ کہیں کہ صاحب یہ تو زبردست عالم ہے۔ اپنے علم کا چرچا، علم کی شہرت کی خاطر تو نے یہ سب کچھ کیا تھا۔ لہٰذا آخرت میں تیرے لئے کوئی حصہ اور کوئی بدلہ نہیں۔

اخلاص و دیانتداری کا صلہ

ابن عقیل رحمۃ اللہ علیہ اپنا واقعہ لکھتے ہیں کہ میں بہت ہی زیادہ غریب آدمی تھا۔ ایک مرتبہ میں نے طواف کرتے ہوئے ایک ہار دیکھا جو بڑا قیمتی تھا۔ میں نے وہ ہار اٹھا لیا۔ میرا نفس چاہتا تھا کہ میں اسے چھپا لوں لیکن میرا دل کہتا تھا، ہرگز نہیں، یہ چوری ہے، بلکہ دیانتداری کا تقاضا یہ ہے کہ جس کا یہ ہار ہے اسے میں واپس کر دوں۔ چنانچہ میں نے مطاف میں کھڑے ہو کر اعلان کر دیا کہ اگر کسی کا ہار گم ہوا ہو تو آ کر مجھ سے لے لے۔ کہتے ہیں کہ ایک نابینا آدمی آیا اور کہنے لگا کہ یہ ہار میرا ہے اور میرے تھیلے میں سے گرا ہے۔ میرے نفس نے مجھے اور بھی ملامت کی کہ ہار تو تھا بھی نابینا کا، اس کا کسی کو کیا پتہ چلتا تھا، چھپانے کا اچھا موقع تھا مگر میں نے وہ ہار اسے دے دیا۔ نابینا نے دعا دی اور چلا گیا۔ کہتے ہیں کہ میں دعائیں بھی مانگتا تھا کہ اللہ! میرے لئے کوئی رزق کا بندوبست کر دے۔ اللہ کی شان دیکھیں کہ میں وہاں سے "حلب" آ گیا۔ یہ ایک بستی کا نام ہے۔ وہاں کی ایک مسجد میں گیا تو پتہ چلا کہ چند دن پہلے امام صاحب فوت ہو گئے تھے۔ لوگوں نے

مجھے کہا کہ نماز پڑھا دو۔ جب میں نے نماز پڑھائی تو انہیں میرا نماز پڑھانا اچھا لگا۔ وہ کہنے لگے تم یہاں امام کیوں نہیں بن جاتے۔ میں نے کہا، بہت اچھا۔ میں نے وہاں امامت کے فرائض سر انجام دینے شروع کر دیے۔ تھوڑے دنوں کے بعد پتہ چلا کہ جو امام صاحب پہلے فوت ہوئے تھے ان کی ایک جوان سال بیٹی ہے۔ وہ وصیت کر گئے تھے کہ کسی نیک بندے سے اس کا نکاح کر دینا۔ مقتدی لوگوں نے مجھ سے کہا، جی اگر آپ چاہیں تو ہم اس یتیم بچی کا آپ سے نکاح کر دیتے ہیں۔ میں نے کہا، جی بہت اچھا۔ چنانچہ انہوں نے اس کے ساتھ میرا نکاح کر دیا۔

شادی کے کچھ عرصے کے بعد میں نے اپنی بیوی کو دیکھا کہ اس کے گلے میں وہی ہار تھا جو میں نے طواف کے دوران ایک نابینا آدمی کو لوٹایا تھا۔ اسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔

میں نے پوچھا، یہ ہار کس کا ہے؟ اس نے کہا، یہ میرے ابو نے مجھے دیا تھا۔

میں نے کہا، آپ کے ابو کون تھے؟

اس نے کہا، وہ عالم تھے، اس مسجد میں امام تھے اور نابینا تھے۔

تب مجھے پتہ چلا کہ اس کے ابو وہی تھے جن کو میں نے وہ ہار واپس کیا تھا۔ میں نے اس کو بتایا کہ یہ ہار تو میں نے ان کو واپس کر دیا تھا۔ وہ کہنے لگی کہ آپ کی بھی دعا قبول ہوئی اور میرے ابو کی بھی دعا قبول ہو گئی۔ میں نے کہا، وہ کیسے؟ اس نے کہا کہ آپ کی دعا تو اس طرح قبول ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گھر بھی دیا، گھر والی بھی دی اور رزق بھی دیا اور میرے ابو کی دعا اس طرح قبول ہوئی کہ جب وہ ہار لے کر واپس آئے تو وہ دعا مانگتے تھے کہ اے اللہ! ایک امین (امانت دار) شخص نے میرا ہار مجھے لوٹایا ہے، اے اللہ! ایسا ہی امین شخص میری بچی کیلئے خاوند کے طور پر عطا فرما دے۔ اللہ نے میرے باپ کی دعا بھی قبول کر لی اور آپ کو میرا خاوند بنا دیا...... تو مخلص بندے کا کام اللہ تعالیٰ کبھی رکنے نہیں دیتے، اٹکنے نہیں دیتے بلکہ اس کی کشتی ہمیشہ کنارے لگا دیا کرتے ہیں۔

نسخہ 32

ذکر اللہ کے بغیر سکون وراحت نہیں مل سکتی

قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ اہل ایمان کیلئے سکون واطمینان اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ کہیں نہیں۔ وہ دنیا میں سکون کی تلاش میں جو کچھ کر لیں ذکر اللہ کے بغیر سکون نہیں پا سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں سکون واطمینان صرف اور صرف اہل اللہ کو حاصل ہے۔ ذیل میں اس عنوان پر حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ایک وعظ کا خلاصہ ذکر کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (اللہ کے ذکر ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں)

تلاوت کردہ آیت کی تفسیر: یاد رکھو سمجھ رکھو۔ کہ خدا ہی کی یاد کے ساتھ دلوں کو چین ملتا ہے۔ فقط ایک چیز ہے۔ جس سے دلوں کو چین ملتا ہے۔ تمام عالم میں چراغ لے کر ڈھونڈھ آؤ۔ کوئی دوسری چیز نہ ملے گی۔

وہ چیز ذکر اللہ ہے اب یہ دیکھنا ہے کہ آیا اس کی ضرورت ہے یا نہیں دین کی حیثیت سے اس کا ضروری ہونا تو ظاہر ہے دیکھنا یہ ہے کہ دنیا کے اعتبار سے بھی ضروری ہے یا نہیں دوسری بات یہ دیکھنی ہے کہ یہ ضرورت کسی اور چیز سے بھی حاصل ہو سکتی ہے یا نہیں۔

دنیا میں ہر شخص بس چین کا طالب ہے

اس کا ضروری ہونا تو اس سے ظاہر ہے کہ ہر شخص کسی نہ کسی چیز کا طالب ہے۔ ایک شخص اولاد کا طالب ہے وہ چاہتا ہے کہ کسی طرح میں صاحب اولاد ہو جاؤں دوسرا کسی بڑے عہدہ کا طالب ہے۔ وہ اس دھن میں ہے کہ کسی صورت میں ڈپٹی کلکٹر ہو جاؤں یا جج ہو جاؤں تیسرا ترقی کا طالب ہے وہ اس فکر میں ہے کہ کوئی ایسی تدبیر ہو کہ دو چار گاؤں ہاتھ آ جائیں اور رئیس اعظم ہو جاؤں ایک شخص یہ چاہتا ہے کہ میرے پاس مکان بڑا عالی شان ہو جائے۔ ایک شخص ہے کہ وہ رات دن اسی کوشش میں ہے کہ بڑی حکام میں وقعت ہو جائے۔ آنریری مجسٹریٹ ہو جاؤں دو باروں میں کرسی ملنے لگے۔

غرض دنیا ہی کے مقاصد کو دیکھئے کہ ان میں کس قدر اختلاف ہے۔ کوئی کسی چیز کا طالب ہے کوئی کسی چیز کا۔ اور ہر شخص دوسرے کے مقصد کو بے وقعتی کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ یہ بھی کوئی طلب کرنے کی چیز ہے تو بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص ایک جدا چیز کا طالب ہے لیکن یہ بات نہیں بلکہ ان مقاصد کے محض نام مختلف ہیں، معنی مختلف نہیں۔ غور کر کے دیکھو تو معلوم ہوا کہ یہ جملہ مقاصد صورۃً مختلف ہیں، معنی ان میں کوئی اختلاف نہیں در حقیقت یہ سب ایک ہی چیز کے طالب ہیں۔ وہ چیز کیا ہے اس کا نام ہے چین ہر شخص بس چین کا طالب ہے جو شخص بے قرار ہے اولاد کے لئے وہ سمجھتا ہے کہ اولاد ہو جائے گی تو میرے قلب کو چین ہو جائے گا اور جو ترقی کا طالب ہوگا وہ خیال کرتا ہے۔ میرے پاس دس لاکھ ہو جائیں گے تو مجھے چین ہو جائے گا۔ غرض جو شخص جس چیز کا طالب ہے اسی لئے کہ اس کے مل جانے پر اس کے قلب کو سکون اور راحت ہو جائے گی۔ خلاصہ یہ کہ چین اور راحت ہی کے سب طالب ہیں لیکن اس راحت کے حصول کے لئے سامان اور ذرائع ہر شخص نے اپنے زعم کے موافق مختلف تجویز کر رکھے ہیں۔ ان کا اختلاف محض نام کا اختلاف ہے۔

اہل دین بھی دراصل طالب راحت ہیں

راحت کی طلب وہ چیز ہے کہ اہل دنیا تو اہل دنیا اہل دین بھی اسی کے طالب ہیں۔ چنانچہ آخرت کی راحت کا مقصود ہونا ظاہر ہے۔ خلاصہ اس تمام تقریر کا یہ ہوا کہ ہر شخص کو بالذات راحت اور چین ہی مقصود ہے گو بظاہر ہر شخص ایک مختلف چیز کا طالب نظر آتا ہو ظاہر کا اختلاف تو یہاں تک ہے کہ بعض دفعہ ایک شخص ایک چیز کا طالب ہوتا ہے اور دوسرا طالب ہوتا ہے اسی چیز کے عدم کا کیونکہ دنیا میں ہر طرح کے لوگ موجود ہیں آزاد بھی ہیں پابند بھی بعضے لوگ تو ایسے ہیں کہ انہیں کہیں سے مثلاً بیس ہزار روپے مل جائیں تو وہ زندہ ہو جائیں اور مارے خوشی کے پھولے نہ سمائیں۔ برخلاف اس کے دوسرے کو اگر اتنا روپیہ ایک ساتھ مل جائے تو اسے تو ہونے لگے وحشت کہ اتنے سارے روپے کا آخر کروں گا کیا یہ کہاں کا بکھیڑا پیچھے ہو گیا تو بظاہر ایک شخص بیس ہزار کا طالب ہے دوسرا طالب نہیں۔ بلکہ اس کے عدم کا طالب ہے لیکن حقیقت میں نہ وہ طالب ہے زر کا نہ یہ بے زری کا۔ دونوں راحت کے طالب ہیں اسے راحت ہے زر میں اسے راحت ہے بے زری میں۔ اسی طرح ایک شخص تو ایسا ہے کہ آنریری مجسٹریٹی اس کو دی جاتی ہے لیکن وہ کہتا ہے کہ خدا کے لئے ہمیں معاف رکھو ہم نہیں چاہتے آپ کی آنریری مجسٹریٹی وہ سنتے ہی کانوں پر ہاتھ رکھتا ہے کہ اللہ مجھے معاف رکھئے میں یہ جھگڑا اپنے سر نہیں لینا چاہتا دوسرا کوشش کر

کہ اس کو حاصل کرتا ہے اور حکام کی خوشامدیں کرتا پھرتا ہے کہ کسی طرح یہ عہدہ مجھے مل جائے بظاہر دونوں متضاد چیزوں کے طالب معلوم ہوتے ہیں لیکن درحقیقت دونوں ایک چیز کے طالب ہیں۔ یعنی دونوں راحت کے طالب ہیں۔ اس نے دیکھا کہ راحت اسی میں ہے کہ اس بکھیڑے سے الگ رہوں کہاں کی مصیبت ہے خواہ مخواہ اپنا چین بھی کیوں کھوئے۔ دوسرا اس میں راحت سمجھتا ہے کہ مجسٹریٹی مل جائے گی تو خوب تماشا مخلوق کا دیکھنے کو ملا کرے گا۔ طرح طرح کے مقدمے قسم قسم کے معاملات ایک کو اس میں راحت ہے کہ تماشا مخلوق کا دیکھتا ایک کو اس میں راحت ہے کہ کسی کا تماشا نہ دیکھے۔

دیکھئے یہ کہتا ہے کہ اس میں راحت ہے کہ کسی کو نہ دیکھوں اور وہ کہتا ہے کہ اس میں راحت ہے کہ سب کو خوب دیکھوں۔ یہ بات ہے دوسرے کس کی صحیح ہے اس کی اس وقت گفتگو نہیں میں ابھی یہ ثابت کر رہا ہوں کہ ہر شخص دراصل راحت کا طالب ہے اور لیجئے خلفاء کو خلافت سے گھبراتے تھے۔ بعضے سلطنت کے لئے لڑتے مرتے ہیں۔ کسی نے سلطنت حاصل کرنے کے لئے باپ کو مار ڈالا کسی نے بھائی کو قتل کر دیا۔ ان میں راحت ہے ان کو اس میں گو ایک راحت خیالی ہی ہو۔ اسی طرح بعضے روپیہ پیسہ کے عاشق ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ وہ اس کے ذکر سے بھی گھبراتے ہیں۔

تو دیکھئے ظاہر میں سب کے الگ الگ مطلوب ہیں لیکن حقیقت میں سب ایک ہی چیز کے طالب ہیں یعنی چین کے یہ دوسری بات ہے کہ واقعی چین کس میں ہے جو آگے ثابت ہو جائیگا جب یہ بات ہے تو دنیا کے طالب بھی واقعی چین کے طالب ہیں تو چین دنیوی ضرورت کی چیز ہے کوئی ایسا نہیں جس کو راحت اور چین مطلوب نہ ہو۔ رہی آخرت سو آخرت کے چین کا مطلوب ہونا بالکل ظاہر ہے۔ کسی کو اس میں کلام ہی نہیں۔ بفضلہ ایک مقدمہ تو بخوبی ثابت ہو گیا کہ چین دنیا اور آخرت دونوں کی ضرورت کی چیز ہے۔ دوسرا مقدمہ یہ باقی رہا کہ چین کس چیز میں ہے۔ سو حق سبحانہ وتعالیٰ دعویٰ فرماتے ہیں کہ خدا ہی کی یاد میں چین منحصر ہے۔ اب ذکر کے ضروری ہونے میں کیا شبہ رہا۔ اب اس کا ثابت ہونا رہا کہ چین صرف ذکر اللہ ہی میں ہے۔ سو یہ بات مشاہدہ سے معلوم ہو سکتی ہے کہ دنیا دار ہرگز راحت میں نہیں۔ ٹٹول لیجئے طالبان راحت اور اسباب راحت جمع کرنے والوں کو یعنی ایک وہ شخص ہے کہ جس کی عمر گزر گئی۔ سامان راحت جمع کرنے میں اور سامان جمع بھی ہو گیا۔ اول تو سب سامان جمع ہوتا نہیں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰی یعنی کبھی ہوا ئیں مخالف ہوتی ہیں جو کشتی کے مقتضا کے خلاف ہے لیکن اگر ہر شخص اپنی سب تمنائیں حاصل بھی کر لے تب بھی راحت نہیں یعنی فرض کرو ایک شخص ایسا ہے کہ اس کی سب

جتنی تمنائیں پوری ہو گئیں یعنی سامان راحت جتنے وہ دیکھتا تھا وہ سب جمع ہو گیا لیکن خود راحت تو خدا کی کے قبضہ میں ہے۔ یعنی دیکھنا یہ ہے کہ زندگی سے کیا چیز جمع ہو سکتی ہے۔ راحت یا سامان راحت۔

دنیا میں کوئی شخص فکر و غم سے خالی نہیں

ایک شخص ہے کہ اس کا عہدہ بھی بڑا ہے۔ نوکر بھی ہیں، نوکر چاکر بھی ہیں۔ حشم و خدم بھی ہیں حکومت بھی غرض سب سامان راحت و آسائش کا جمع ہے۔ اول تو بہت کم ایسے ہوتے ہیں لیکن خیر اگر کوئی ایسا ہو بھی تو اس کو پیش نظر رکھ کر اس کی حالت دیکھئے اور تفتیش کیجئے کہ آیا اسے چین میسر ہے یا نہیں۔ میں سچ عرض کرتا ہوں چین پھر بھی اسے نصیب نہیں کوئی نہ کوئی پریشانی وہاں بھی ضرور پاؤ گے۔ اپنی عمر میں کوئی دنیادار آرام میں نہیں۔ ایک شخص ہے کہ اس کے اولاد نہیں ہوتی۔ مدتوں اس غم میں رہا کہ اولاد نہیں ہوتی خیر اولاد بھی ہوئی تو پھر اولاد کے لئے زندہ نہیں ہوتی۔ اب اس غم میں ہے غرض کسی وقت فکر و غم سے خالی نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جتنا سامان بڑھتا جاتا ہے اتنی ہی پریشانی بڑھتی چلی جاتی ہے۔

ومن یحمد الدنیا لعیش یسرہ   فسوف لعمری عن قلیل یلومہا

دنیا ایسی چیز ہے کہ جب یہ آتی ہے تو سینکڑوں پریشانیوں کو اپنے ساتھ لاتی ہے اور جب یہ جاتی ہے تو حسرت و افسوس چھوڑ جاتی ہے نہ اس کا آنا پریشانی سے خالی نہ اس کا جانا پریشانی سے خالی شروع سے ختم تک سب پریشانی ہی پریشانی ہے۔

اس کے برخلاف اگر اہل اللہ میں سے کسی کو کوئی صدمہ پہنچے یا اگر ان کا بیٹا مر جائے تو وہ محزون بھی ہوں گے آنکھ سے آنسو بھی جاری ہو جائیں گے لیکن قلب کے اندر پریشانی نہ ہوگی کہ ہائے یہ کیا ہو گیا اب کیسی ہوتی۔ ایسا نہ ہوتا تو اچھا ہوتا میں بقسم کہتا ہوں پھر بقسم کہتا ہوں اور پھر بقسم کہتا ہوں کہ یہ نہیں ہوتا کہ حسرت ہو اور ارمان ہو کہ ہائے یہ کیا ہوا بلکہ ان کا قلب نہایت مطمئن ہوتا ہے کہ یہ بالکل مناسب ہوا۔ الحمد للہ جو کچھ ہوا بہت ٹھیک ہوا بالکل حکمت ہے سراسر رحمت ہے بلکہ انہیں تفصیلاً حکمتیں معلوم ہو جاتی ہیں ایمان ان کا درجہ عیاں تک ہوتا ہے۔ درجہ اعتقاد میں تو سب مسلمانوں کا ہے۔ ان کو عیان کا درجہ حاصل ہوتا ہے یہی راز ہے کہ انہیں خدا سے زیادہ محبت ہوتی ہے بہ نسبت مخلوق کے یہ نہیں کہ انہیں مخلوق کی محبت نہیں ہوتی مخلوق کی محبت بھی ہوتی ہے لیکن واللہ ثم واللہ مخلوق کی محبت محبت حق کے مقابلہ میں بالکل مغلوب گویا معدوم ہو جاتی ہے موازنہ کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ غالب ہی ہے اور مغلوب مغلوب۔

جس وقت محبوب حق کا غلبہ ہوتا ہے چاہے محبت مخلوق بھی ہو وہ مخلوق کے کسی صدمہ سے کلفت

بھی ہو لیکن اندر سے پریشانی نہیں ہوتی وہ کلفت پر بھی راضی ہے اور وہ خوش ہے کہ ہمارے لئے یہی مصلحت ہے اسی میں حکمت ہے یہی حال اس کا دعا کے ساتھ ہے کہ عین دعا کے وقت بھی تقاضا نہیں ہوتا کہ ایسا ضرور ہو ہی جائے اگر نہ ہو تو بھی تنگی نہیں ہوتی وہ اس پر بھی دل سے راضی ہے کہ خدا کی یہی رحمت ہے۔ خواہ غم ہو یا خوشی راحت ہو یا تکلیف ہر حالت میں وہ راضی اور خوش ہے۔

اب اس سے بڑھ کر کیا ہے کہ سب سے زیادہ اپنا مرنا ہے آدمی زبان سے تو کہتا ہے کہ مجھے مرنے کی کچھ پروا نہیں لیکن امتحان کے وقت اس کا دعویٰ غلط ثابت ہوتا ہے تو سب سے بڑھ کر اپنی موت کا معاملہ ہے لیکن اللہ والوں کو اپنی موت کی بھی پروا نہیں اور ایک حیثیت سے اپنے مرنے سے بھی زیادہ اہم اپنی اولاد کا مرنا ہے کیونکہ وہ محبوب ہوتی ہے اور محبوب کی جان اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہوتی ہے مگر ان کی حالت موت اولاد کے وقت بھی پر سکون ہوتی ہے۔

اکابر کے پریشانی میں صبر جمیل کے چند واقعات

ہمارے استاد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جوان صاحب زادہ کا عین عید کے دن انتقال ہوا۔ ادھر جوان بیٹے کی نزع ہو رہی ہے ادھر نماز کا وقت قریب ہے مولانا نے ان کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ لو بھائی خدا کے سپرد ہم تو اب جاتے ہیں کیونکہ ہمیں نماز پڑھنی ہے۔ ان شاء اللہ اب قیامت میں ملاقات ہوگی یہ کہہ کر رخصت ہوگئے اور نماز کا اہتمام شروع کر دیا آنکھ سے تو آنسو جاری تھے لیکن ایک کلمہ بھی بے صبری کا زبان سے نہیں نکلا خوش تھے کہ اللہ کی یہی مرضی ہے۔

حضرت مولانا گنگوہی کے جوان صاحب زادہ کا انتقال ہوگیا لوگ تعزیت کے لئے آئے لیکن چپ بیٹھے ہیں کہ کیا کہیں۔ اہل اللہ کا رعب ہوتا ہے کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ کچھ کہے اور آخر کہتے بھی تو کیا کہتے۔ اگر کہے کہ رنج ہوا تو اس کے اظہار کی کیا ضرورت اگر کہے کہ صبر کیجئے تو وہ خود ہی کئے بیٹھے ہیں۔ آخر ہر جملہ خبریہ کی کوئی نہ کوئی غایت تو ہونی چاہئے بڑی دیر کے بعد آخر ایک نے ہمت کر کے کہا کہ حضرت بڑا رنج ہوا۔ فرمایا معلوم ہے کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ بس پھر سارا مجمع چپ۔ لوگ آتے تھے اور کچھ دیر چپ بیٹھ کر چلے جاتے تھے۔ حضرت حاجی صاحبؒ کے انتقال کا صدمہ حضرت مولانا کو اس درجہ ہوا تھا کہ دست لگ گئے تھے اور کھانا موقوف ہوگیا تھا لیکن کیا مجال کہ کوئی کچھ ذکر کر دے۔ میں بھی اس موقع پر حاضر ہوا اب میں وہاں پہنچ کر متحیر کہ یا اللہ کیا کہوں۔ آخر چپ ہو کر ایک طرف بیٹھ گیا۔ ایک مولانا ذوالفقار علی صاحب تھے۔ حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد بڑے عاشق مزاج اور حضرت حاجی صاحب

کے والا و شیدا۔ ان کا یہ رنگ تھا کہ جب میں حضرت حاجی صاحب کے انتقال کے بعد اول مرتبہ ان سے ملنے گیا تو میری صورت دیکھتے ہی بڑے جوش کے ساتھ کہا۔

بنال بلبل اگر با منت سر یاری ست — کہ ما دو عاشق زاریم کار ما زاری ست

(اے بلبل اگر تجھ کو میری دوستی کا خیال ہے تو رو کیونکہ ہم دونوں عاشق زار ہیں اور ہمارا کام رونا ہی ہے)

اور آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے میں آبدیدہ ہو گیا۔ غرض وہاں یہ مودل کی بھڑاس نکلی۔

حضرت مولانا گنگوہی پر اتنے بڑے بڑے صدمات پڑے ہیں لیکن کیا ممکن کہ کسی معمول میں ذرا فرق آ جائے چاشت تہجد اوابین کوئی معمول قضا تو کیا کبھی مؤخر بھی نہیں ہونے پایا۔ یہاں تک کہ کھانا بھی جب سامنے آیا تو اسے بھی خدا کی نعمت سمجھ کر کھا لیا۔ آنے والے کو یہ حالت دیکھ کر خیال ہوتا تھا کہ انہیں کچھ بھی رنج نہیں۔ حالانکہ رنج اس قدر ہوتا تھا کہ میں نے ایک عریضہ صاحب زادہ کی تعزیت کا لکھا تھا۔ اس کے جواب میں مجھے فقط یہ لکھا کہ شدت ضبط سے قلب و دماغ ماؤف ہو گیا ہے۔ مجھ کو حیرت ہوئی تھی کہ یہ بھی کیسے ظاہر فرما دیا بے حد عنایت تھی کہ اتنا لکھ دیا ورنہ وہاں ضبط کی یہ شان تھی کہ کسی طرز سے پتہ نہ چلتا تھا نہ چہرہ سے نہ زبان سے وہی معمولات وہی اذکار اشغال وہی تعلیم تلقین کسی معمول میں ذرا فرق نہیں۔ واللہ یہ تعلق مع اللہ کی قوت ہے۔

کسی چیز کا اثر ان پر نہیں ہوتا۔ یعنی عقل کو اور حواس کو پریشان نہیں کرتا باقی اثر کیوں نہ ہوتا وہ بے حس تھوڑا ہی ہو جاتے ہیں بلکہ ان کی سی حس تو کسی میں نہیں ہوتی۔ قلب پر بھی ان کے اثر ہوتا ہے مگر وہ اثر پریشانی کی حد تک نہیں پہنچتا۔ بات یہ ہے کہ وہ سب شئوق پر رضا مند رہتے ہیں کہ یوں ہو جائے بہت اچھا یوں ہو جائے بہت اچھا کسی حال میں ناراضی نہیں۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں اس کیفیت کے بیان کرنے کیلئے خدا نصیب کرے تو معلوم ہو۔

حکایت حضرت فرید الدین عطار رحمہ اللہ

حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ پہلے عطاری کی دکان کیا کرتے تھے ایک دن اپنی دکان پر بیٹھے نسخے باندھ رہے تھے۔ ایک درویش کمبل پوش دکان کے آگے کھڑے ہو کر انہیں تکنے لگے دیر تک اسی حالت میں دیکھ کر حضرت عطار نے فرمایا کہ بھائی جو کچھ لینا ہو لو۔ کھڑے کیا دیکھ رہے ہو درویش نے کہا میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری دکان میں خمیرے شربت معجونیں بہت سی چیچپی ہوئی چیزیں بھری پڑی ہیں۔ میں سوچ رہا ہوں کہ مرتے وقت تمہاری روح کیسے نکلے گی جو اتنی چپکی ہوئی چیزوں میں پھنسی ہوئی ہے۔ اس وقت حضرت عطار کو باطن کا توجہ کا تقاضا ہی نہیں۔ بہ دھڑک کہہ بیٹھے

کہ جیسے تمہاری نکلے گی ویسے ہی ہماری بھی نکل جائے گی درویش نے کہا کہ میاں ہمارا کیا ہے اور کمبل اوڑھ کر وہیں دکان کے سامنے لیٹ گیا۔ اول تو حضرت عطار یہ سمجھے کہ مذاق کر رہا ہے لیکن جب بہت دیر ہوگئی تو شبہ ہوا پاس جا کر کمبل اٹھایا تو وہ درویش واقعی مردہ تھا۔ بس ایک چوٹ دل پر لگی اور وہیں چیخ ماری اور بے ہوش گر کر پڑے افاقہ ہوا تو دیکھا کہ دل دنیا سے بالکل سرد ہو چکا تھا۔ اس وقت دکان لٹا کر کسی پیر کی تلاش میں نکلے۔ پھر وہ طریق کے اندر کتنے بڑے عارف ہوئے ہیں۔

کامل اطمینان قلب حاصل کرنے کی تدبیر

واقعات مذکورہ بالا کے بعد عرض کرتا ہوں کہ اگر اطمینان قلب چاہتے ہو تو قلب کے اندر اللہ کی یاد بسالو یہ میں نہیں کہتا کہ ذکر شروع کرتے ہی اطمینان کا درجہ کامل ہو جائے گا بلکہ ذکر سبب ہے اطمینان کا تو جتنا ذکر بڑھے گا اتنا ہی اطمینان کا درجہ بڑھے گا۔ جب ذکر کامل ہو جائے گا اطمینان بھی کامل ہو جائے گا۔ پھر اس دولت سے مشرف ہو کے مرتے وقت اور صاحب سچ یہ ہے کہ ہزاروں زندگیاں قربان ایسے مرنے پر کہ ارشاد ہوگا۔

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ

اے جان اطمینان والی جس کو ذکر اللہ میں چین تھا آ جا اپنے رب کی طرف اور لفظ ارجعی میں ایک لطیفہ ہے یعنی اس میں اشارہ ہے کہ تم تو خدا ہی کے پاس تھے یہاں تو تم آ کر اجنبیوں میں جا ملے ہو گئے تو تمہارا مرنا اصل کی طرف واپس جانا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب سے یہ سنا ہے کہ جنت میں آپس میں دوستوں میں ملاقاتیں ہوا کریں گی مجھے جنت کی تمنا ہو گئی ہے یعنی ملاقاتیں احباب کی یعنی اللہ کے بندوں اور اللہ کے بندوں میں شمار ہونا یہ جنت کی بھی اصل ہے۔ جنت اس کی شاخ اور فرع ہے گویا بالقوہ دنیا ہی میں جنتی ہے وہ شخص جس نے اللہ والوں کے ذریعہ سے اللہ سے تعلق پیدا کیا۔ اب تو آپ کو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ یہ ثمرہ ہے اطمینان کا اور یہ طریقہ ہے اطمینان حاصل کرنے کا۔ دیکھا آپ نے اطمینان کیا چیز ہے۔ گویا دنیا کا بھی نفع اور دین کا بھی نفع۔ اسی کو فرماتے ہیں اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ہوشیار ہو کر سن لو۔ قلوب کا اطمینان صرف ذکر اللہ سے حاصل ہوتا ہے اور کسی چیز سے نہیں۔ اس کے بعد اب ضرورت نہ ہوگی کسی کو پریشان ہونے کی۔

پریشانی کا اصلی علاج

اگر پریشانیوں سے بچنا چاہتے ہو۔ مثلاً بے اولاد ہو یا کوئی بیماری ہے جس سے تنگ آ گئے ہو تو

اصلی علاج یہ ہے کہ خدا سے تعلق پیدا کرو۔ پھر دیکھو کہاں ہے پریشانی۔ امراء کو ناز ہے اپنے پلاؤ قورمہ پر اہل اللہ کو اپنے روکھے سوکھے ٹکڑوں میں وہ مزا ہے جو ان کو پلاؤ قورموں میں بھی نہیں۔ میں ان چیزوں کے کھانے کو منع نہیں کرتا۔ مطلب میرا اس کہنے سے یہ ہے کہ آپ کو ایک مزہ گھی کا ہے اور ایک مزہ گوشت کا ان کو تیسرا مزہ اس تصور کا ہے کہ یہ خدا کی دی ہوئی چیز ہے محبوب کے ہاتھ کی ملی ہوئی مٹھاس ہے جب یہ تصور جم گیا پھر شاہ ان کو اس تصور میں وہ مزہ آتا ہے جو امراء کو پلاؤ قورمہ میں بھی میسر نہیں۔ اصلی پڑیا جو لذت کی ان کے پاس ہے وہ تو یہ ہے۔ چوتھے بھوک کا مزہ ہے۔ ان کا معمول ہے کہ جس روز بھوک نہیں تھی اس روز کھانا بالکل ناغہ کر دیتے ہیں پھر اگلے وقت کس مزے سے کھاتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ سارے چین حالی قالی مالی ظاہری باطنی روحانی جسمانی دنیوی اخروی اگر ہیں تو اللہ سے تعلق رکھنے والوں کو۔ وہ افلاس میں بھی راضی مرض میں بھی راضی تکلیف میں بھی راضی مصیبت میں بھی راضی غرض سب پر راضی۔ کسی حالت پر ناراض ہی نہیں۔ اب میں ایک حکایت حضرت بہلول کی نقل کرتا ہوں۔

حضرت بہلول نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ فرمایا میاں اس شخص کا حال کیا پوچھتے ہو کہ دنیا کا کوئی کام ایسا نہیں جو اس کی خواہش کے موافق نہ ہوتا ہو۔ حضرت بہلول نے عرض کیا کہ حضرت ایسا کہاں سے ہو سکتا ہے یہ تو کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ بزرگ نے فرمایا جس نے اپنی خواہش کو خدا کی خواہش میں فنا کر دیا ہو اس کی خواہش کے خلاف کوئی کام ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ ظاہر میں جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے خدا کی خواہش کے موافق ہو رہا ہے اور اس شخص کی خواہش خدا کی خواہش میں فنا ہو کر عین خواہش حق ہو گئی ہے۔ لہذا جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے اس کی خواہش کے موافق ہو رہا ہے اور جب خواہش کے موافق ہے تو خواہ کسی حالت میں بھی ہو چین ملا ہے۔

خلاصہ

کہ بس ذکر اللہ ہی ایک چیز ٹھہری جس میں چین اور اطمینان منحصر ہے اور جس کا طریقہ بھی معلوم ہو گیا۔ وہ طریقہ کا معین ہے اللہ تعالیٰ کے عذاب کا اور ان کی نعمتوں کا مراقبہ۔ اس مجموعی طریق پر عمل کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ وہ حالات پیدا ہوں گے جس کو ذکر حقیقی کہہ سکتے ہیں۔

خلاصہ طریق کا یہ ہے کہ کسی صاحب کو اپنا رہبر تجویز کر لو اور ان کی پیروی کرو اور ان کے دامن کے سایہ میں رہ کر زندگی ختم کر دو۔ اس کے سوائے نہ کہیں چین ہے نہ آرام۔ (مواعظ اشرفیہ راحت القلوب ملخصاً)

نسخہ 33

خدائی مغفرت ورحمت سے مایوسی کیوں؟

اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع ہے جس نے سلحاء کے ساتھ ساتھ گنہگاروں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے شیطان انسان کو اللہ کی رحمت سے مایوس کرکے مزید گمراہی میں مبتلا کرنا چاہتا ہے جبکہ رحمت خداوندی کے دروازے ہردم ہر کسی کیلئے کھلے ہیں۔ خود کو رحمت خداوندی کا مستحق بنا کر ہی ہم دنیا وآخرت میں تسکین قلب اور راحت جاں حاصل کر سکتے ہیں۔

قرآن کریم میں کہا گیا ہے کہ اے خدا کے بندو مایوس نہ ہوں، کیونکہ خدا کی رحمت بہت وسیع ہے۔ آدمی کو جب بھی مایوسی ہوتی ہے اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ وہ صرف اپنے امکانات کو دیکھتا ہے۔ اگر اس کی نظر خدائی امکانات پر ہو تو وہ کبھی مایوس نہ ہوگا۔

انسانی امکانات کی حد ہوتی ہے مگر خدائی امکانات کی کوئی حد نہیں۔ انسان اگر اس حقیقت کو جان لے تو وہ کبھی مایوس نہ ہو۔ کیونکہ جہاں بظاہر انسان کی حد آ گئی ہے عین اسی مقام پر وہ ایک اور امکان کو پالے گا جس کی نہ کوئی حد ہے اور نہ اس کے سے کوئی رکاوٹ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا پر یقین آدمی کو امید کا ایسا خزانہ دے دیتا ہے کے بعد وہ کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ وہ کبھی اس احساس سے دوچار نہیں ہوتا کہ آگے اس کے لئے کچھ اور باقی نہیں رہا۔ امکان کا خاتمہ اس کے لئے زیادہ بڑے امکان کا آغاز بن جاتا ہے۔ خدا کا عقیدہ اور مایوسی دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے۔

اللہ کی رحمت سے مایوسی کفر ہے

مسلمانو! مصیبت میں خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو بلکہ اللہ کے فضل وکرم کے امیدوار رہو۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ

ترجمہ: "خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو کیونکہ خدا کی رحمت سے کافر ہی مایوس ہوتے ہیں۔"

چاہے کتنی ہی بڑی مصیبت کیوں نہ ہو دل شکستہ ہرگز نہ ہونا چاہیے شریعت میں اس کی تاکید کی گئی ہے کہ مصیبت کے وقت میں ناامید ہونے کے بجائے حق تعالیٰ سے امیدوار رہنا

چاہئے۔ کیونکہ اسباب سے فوق (بڑھ کر) بھی تو کوئی چیز ہے تو نا امیدی کی بات تو وہ کرے جس کا دین (ایمان تقدیر پر نہ ہو) محض تدبیر پر ہو۔

مومنین وصالحین سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۔ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا

"تم میں سے جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ زمین میں ان کو خلافت عطا فرمائے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو عطا فرمائی تھی اور جس دین کو اللہ نے ان کے لئے پسند کیا ہے (یعنی اسلام) اس کو ان کے لئے قوت دے گا اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو امن سے بدل دے گا۔"

مصائب میں اللہ کی طرف رجوع نہ کرنے کا نقصان

فَلَوْلَآ اِذْ جَاۗءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۔ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

"پھر کیوں نہ گڑگڑائے جب ان پر ہمارا عذاب آیا لیکن سخت ہو گئے ان کے دل اور بھلے کر دکھائے ان کو شیطان نے ان کے کرتوت، پس جب وہ نصیحت بھول گئے جو ان کو کی گئی تھی تو کھول دیئے ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے یہاں تک کہ جب وہ دی ہوئی نعمتوں پر اترانے لگے تو ہم نے ان کو ناگہاں پکڑ لیا پس اس وقت وہ ناامید ہو گئے پس جڑ کاٹ دی گئی ان ظالموں کی" (یعنی ان کو ختم کر دیا گیا)۔

مصیبت گناہوں کا نتیجہ ہوتی ہے

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ

"تجھ کو کوئی بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو پہنچے تجھ کو کوئی برائی وہ تیرے نفس کی جانب سے ہے۔"

اگرچہ انسان کو برائی بھی اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے پہنچتی ہے۔ لیکن اس پر ہماری نحوست کا دخل ہے ہماری بداعمالیوں کی نحوست ہے بخلاف بھلائی کے، راحت کے اور مصلحت کے کہ اس میں ہمارا ذرا سا بھی کوئی دخل نہیں، وہ محض عطیہ الٰہی ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں:

ما نبودیم و تقاضا ما نبود   رحمت ناگفتہ ما می شنود

ہم نہیں تھے ہماری طرف سے تقاضا نہیں تھا، اے اللہ آپ کی رحمت نے ہماری ان کہی باتوں کو سنا"

ہم ماں کے پیٹ میں تھے کونسا تقاضا کر رہے تھے، ہم تو شروع ہی سے اللہ تعالیٰ کے انعامات کے مورد چلے آتے ہیں، جب سے عدم پر وجود کا فیض چکا ہے۔ اس وقت سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مورد چلے آتے ہیں، ہمارے پاس جتنی چیزیں ہیں یہ سب، کوئی بھی تو نہیں ہیں، یہ بھی تو نہیں کہ یہ ہمیں مانگنے پر ملی ہوں۔ اگرچہ ہمیں حکم تو ہے کہ مانگو تاکہ تمہارا افتقار ظاہر ہو، تمہاری عبدیت کا یہی تقاضا ہے کہ تم مانگو۔ لیکن یہ نعمتیں ہمارے مانگنے پر تو نہیں ملیں، بغیر مانگے ملی ہیں۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت اچھا دماغ دیا ہے، آپ بہت اونچی سوچ رکھتے ہیں، آپ کی عقل بہت صحیح ہے، بلند و برتر یہ عقل و فہم کس نے دیا تھا؟ کس کے پاس سے لائے تھے؟ آپ کی عقل کام کرتی ہے۔ مگر عقل کس نے دی ہے؟ آپ کی استعداد بہت اونچی ہے، آپ کی ہمت بہت بلند ہے، قوت بہت زیادہ ہے، آپ بڑے ہنرمند ہیں، آپ بڑے صحت مند ہیں، آپ کے پاس فلاں چیز فلاں چیز ہے، جس کی وجہ سے آپ یہ کام کر لیتے ہیں، ٹھیک ہے مسلم ہے، مگر ان ساری چیزوں کو وجود کس نے دیا تھا؟ آپ نے؟

اللہ تعالیٰ بہترین مددگار ہے: هُوَ مَوْلٰكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ

وہ تمہارا مالک، بہتر کارساز اور خوب مددگار ہے۔

اے مسلمانو! اپنی مشکلات کے وقت اپنے جیسے انسانوں کو نہیں بلکہ اللہ جل جلالہ کو اپنا سب سے بڑا ہمدرد اور وکیل سمجھو، پھر دیکھو کہ تمہاری مشکل کیسے ختم ہوتی ہے۔

حالات اعمال کے موافق آتے ہیں

یاد رکھئے! آج فلاں کہتا ہے کہ مجھے فلاں نے پریشان کیا ہوا ہے، کبھی کہتا ہے مجھے کاروبار نے پریشان کر رکھا ہے، کبھی کہتا ہے اولاد نے پریشان کر رکھا ہے، کبھی کہتا ہے مجھے حکومت نے پریشان کر رکھا ہے، حکومت کہتی ہے ہمیں عوام نے پریشان کر رکھا ہے، ہم سب ایک دوسرے کے نام لیتے رہتے ہیں، میرے دوستو! یقین جانئے کسی نے کسی کو پریشان نہیں کیا ہوا، ہم نے خود اپنے آپ کو پریشان کیا ہوا ہے۔ ہم بد اعمالیاں نہیں چھوڑتے، پریشانیاں ہماری جان نہیں چھوڑتیں۔ اسی لئے فرمایا گیا:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ.

خشکی اور تری میں جو فساد نظر آتا ہے وہ انسانوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مشکل کشا ہے: اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو۔

ایمان اور تقویٰ پر برکات خداوندی

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ

وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ

اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور (ہم سے) ڈرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے (پیغمبروں کو) جھٹلایا، لہٰذا ہم نے ان کے (برے) اعمال کی وجہ سے پکڑ لیا۔

سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ "کوئی مصیبت اللہ کے حکم کے سوا نہیں آتی۔" (التغابن)

نعمتوں کی ناشکری کی سزا

جب بندہ نعمتوں کی ناقدری کرتا ہے تو پھر اللہ رب العزت جلال میں آتے ہیں۔ اس لئے کفران نعمت کی وجہ سے نعمتیں بڑی جلدی چھن جاتی ہیں۔ فرمایا "وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً" اور اللہ مثال بیان کرتا ہے ایک ایسی بستی والوں کی "كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً" امن بھی تھا اطمینان بھی تھا "يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ" چاروں طرف سے ان کے رزق کی بہتات ہو رہی تھی "فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ" انہوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کی "فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ" اللہ تعالیٰ نے ان کو بھوک ننگ اور خوف کا لباس پہنا دیا بسبب اس کے کہ برے کام کرتے تھے۔"

آج دیکھئے کہیں ہمارے اوپر بھوک ننگ اور خوف کا لباس تو نہیں آیا ہوا سوچیں۔ ہر بندہ جو شکوے کرتا ہے کہ کاروبار نہیں چلتا۔ لگتا ہے کسی نے بندش کی ہوئی ہے۔ سونے کو ہاتھ لگاتا ہوں تو مٹی بن جاتا ہے قرضوں میں جکڑا پڑا ہوں خرچے پورے نہیں ہوتے۔ ایسا تو نہیں کہیں بھوک ننگ و خوف کا لباس پہنا دیا گیا ہو۔ ہر وقت سر کے اوپر خوف مسلط ہے۔ بلکہ پوری قوم پر خوف مسلط ہے۔ فلاں حملہ نہ کردے، فلاں ناراض ہو گیا ہے وہ ٹکڑے ٹکڑے نہ کردے۔ پوری قوم پر خوف مسلط ہے، پتہ نہیں بنے گا کیا؟ جب انسان اللہ رب العزت کی نعمتوں کی ناقدری کرتا ہے تو اس پر خوف مسلط کر دیا جاتا ہے۔

ہمارے احوال کا تعلق اللہ سے ہے

ہماری زندگی اور اس کے اردگرد جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہے۔ دین اسلام نظام زندگی ہے۔ یہ صرف عبادات کی ادائیگی تک محدود نہیں ہے۔ اسلام ہماری زندگی، ہمارے تعلقات و معاملات سب کے بارے میں رہنمائی دیتا ہے۔ قرآن کریم ڈیپریشن سے پرہیز کے صحت مندانہ ذرائع کی طرف ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ وہ ہمارے لئے ایسا ماحول فراہم کرتا ہے جس میں ہم پورے ثبات و اطمینان سے رہ سکتے ہیں۔ مگر اس کے لئے غور و فکر کرنے اور عقل سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا۔ (سورۂ محمد:۲۴)

"کیا ان لوگوں نے قرآن پر غور نہیں کیا یا دلوں پر ان کے قفل چڑھے ہوئے ہیں۔؟"

اگر ہم ڈیپریشن کے پہلے سبب پر غور کریں جو خوف اور دل کی کھٹک ہے تو ہمیں سوچنا چاہئے کہ مومن کیوں ڈرتا ہے اور کس سے ڈرتا ہے؟ وہ جانتا ہے، ہر چیز اللہ کے قبضے میں ہے۔ مومن کا فرض ہے کہ وہ ایسے وسائل و ذرائع اختیار کرے کہ خود کو بھوک، بیماری اور غربت سے محفوظ رکھ سکے۔ وہ ان اسباب کی فراہمی میں ہرگز کوتاہی نہ کرے اور پھر معاملے کو اللہ پر چھوڑ دے۔ وہ ڈر اور خوف کے ساتھ زندگی نہ گزارے۔ رزق اول و آخر اللہ کے قبضے میں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (سورۂ عنکبوت:۶۰)

"کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے، اللہ ان کو رزق دیتا ہے اور تمہارا رازق بھی وہی ہے۔" کیا انسان زندگی کے مصائب سے ڈرتا ہے؟ اگر ایسا ہے تو اس کو جہاں تک اس کے بس میں ہو ان مصائب کے اسباب سے بچنا چاہئے اور پھر معاملہ اللہ کے سپرد کر دینا چاہئے اور اپنی ذات کو خوف سے آزاد کر دینا چاہئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ (سورۂ حدید:۲۲)

"کوئی مصیبت ایسی نہیں ہے جو زمین میں یا تمہارے اپنے نفس پر نازل ہوتی ہو اور ہم نے اس کو پیدا کرنے سے پہلے ایک کتاب (یعنی نوشتۂ تقدیر) میں لکھ نہ رکھا ہو، ایسا کرنا اللہ کے لئے بہت آسان کام ہے۔"

صاحب ایمان کیلئے مشکلات میں بشارات

1- اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب میں اپنے مومن بندے کو (مرض وغیرہ میں) مبتلا کرتا ہوں پھر وہ میری تعریف کرتا ہے۔ میرے ابتلاء پر صبر کرتا ہے تو وہ اپنے بستر سے گناہوں سے یوں پاک ہو کر اٹھتا ہے جس طرح وہ اپنی پیدائش کے دن گناہوں سے پاک تھا۔ (اور حسن قال علیہ السلام) اور حق تعالیٰ شانہ کراماً کاتبین سے ارشاد فرماتے ہیں: میں نے اپنے اس بندے کو پابندی میں مقید کر دیا اور آزمائش میں اس کو مبتلا کر دیا۔ جو اجر و ثواب ایام صحت کے اندر تم لکھا کرتے تھے اس کو باقی رکھو۔

2- مریض کا درد سے کراہنا تسبیح ہے، درد سے چیخنا تہلیل ہے اور سانس لینا صدقہ ہے، بستر پر لیٹنا عبادت ہے، ایک پہلو سے دوسرے پہلو کی طرف کروٹ لینا ایسا ہے جیسا کہ اللہ کی راہ میں دشمن سے قتال کر رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ صحت کی حالت میں وہ جو عمل کیا کرتا تھا اس سے زیادہ بہترین عمل نامۂ اعمال میں لکھو۔ جب وہ (صحت یاب ہو کر) بستر سے اٹھ کر چلتا ہے تو اس طرح ہو جاتا ہے جیسا کہ اپنی ماں سے پیدائش کے دن تھا۔

3- اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں جب میں اپنے کسی بندے کو آزمائش میں مبتلا کرتا ہوں اور پھر صبر کرے اور اپنی عیادت کے لئے آنے والوں سے شکایت نہ کرے اور پھر میں اس کو تندرست کر دوں۔ تو اس کے گوشت سے بڑھیا گوشت اور اس کے خون سے بڑھیا خون بدلے میں اس کو عطا کرتا ہوں اور اگر اس کو چھوڑ دیا (یعنی مرض ہی کی حالت میں زندہ رکھا) تو اس حالت میں اس پر کوئی گناہ باقی نہیں رہے گا اس کی روح کو قبض کروں گا تو میں اپنی رحمت میں بھیج دوں گا۔

4- حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن بندہ اور مومن عورت کی جان میں اس کی اولاد اور مال میں آزمائش آتی رہتی ہے حتیٰ کہ وہ اپنے مولیٰ سے جا ملتا ہے اور اس پر کوئی بھی گناہ نہیں ہوتا۔

5- حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قریب قریب رہو اور سیدھے سیدھے رہو۔ ہر ناگوار بات جو مسلمان کو پہنچے وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ حتیٰ کہ کوئی مصیبت جو اس کو پہنچے اور کانٹا جو اس کو چبھے۔

6- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو بھی مصیبت کسی مسلمان کو پہنچے اللہ اس مصیبت کو مسلمان کے لئے گناہوں کا کفارہ بنا دیتے

ہیں۔حتیٰ کہ کانٹا بھی چبھ جائے۔(متفق علیہ)

7-حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دنیا میں جو بھی آزمائش و ابتلاء کسی بندے پر آتی ہے وہ کسی گناہ کی وجہ سے آتی ہے اور اللہ بہت زیادہ کریم ہیں اور معاف فرمانے کے لحاظ سے بہت عظیم ہیں کہ اس گناہ کے بارے میں بندے سے قیامت میں سوال کریں(یعنی یہ مصیبت ان گناہوں کا کفارہ بن گئی جو اس سے سرزد ہوئے) اسی طرح حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پھسل کر گرنا اور رگ کا پھڑکنا کسی لکڑی وغیرہ سے خراش کا لگنا یہ تمہارے اعمال کی بناء پر ہے اور جو اللہ معاف فرمادیتے ہیں وہ بہت زیادہ ہے۔

8-حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔کسی بھی مسلمان کو کانٹا چبھ جائے یا اس سے بڑی چیز اس کی وجہ سے ایک درجہ اس کا لکھ دیا جاتا ہے اور اس کی ایک خطا معاف کردی جاتی ہے۔

9-حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا مؤمن مرد اور مؤمن عورت ،مسلمان مرد اور مسلمان عورت بیمار ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی خطاء کو اس بیماری کی وجہ سے جھاڑ دیتے ہیں اور ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی خطاؤں کو جھاڑ دیتے ہیں۔

10-اسعد ابن کرز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بیمار آدمی کی خطائیں ایسی گرتی ہیں جیسے درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔

11-حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ مؤمن بیمار ہوتا ہے۔اللہ اس کو گناہوں سے ایسا پاک کردیتے ہیں جیسے بھٹا لوہے کے میل کو صاف کردیتی ہے۔

12-حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری کی عیادت فرمائی۔حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان پر جھک پڑے۔تو اس انصاری نے کہا اے اللہ کے نبیؐ سات راتوں سے مجھے نیند نہیں آئی اور نہ کوئی آدمی میرے پاس آتا ہے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔اے میرے بھائی صبر کر۔اے میرے بھائی صبر کرحتیٰ کہ تو اپنے گناہوں سے نکل جائے۔جیسا کہ تو ان گناہوں میں داخل ہوا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بیماریوں کے اوقات خطاؤں کے اوقات کا کفارہ بن جاتے ہیں۔

13- حضرت انس ابن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے پاس تشریف لائے پھر اس کو حرکت دی حتی کہ اس کے پتے گرنے لگے جتنے اللہ نے چاہے گر گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے اس درخت کو حرکت دینے سے پتے اس قدر جلدی نہیں گرے جس قدر جلدی مصیبتیں اور مختلف قسم کے درد ابن آدم کے گناہوں کو گرا دیتے ہیں۔

14- حضرت انس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جب بندہ تین دن بیمار رہا تو وہ اپنے گناہوں سے ایسے نکل جائے گا جیسے ماں سے پیدائش کے دن تھا۔ یعنی کچھ بھی باقی نہیں رہیں گے۔

15- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ۔ جو آدمی ایک رات بیمار رہا پھر اس پر صبر کئے رہا اور اللہ عزوجل سے راضی رہا تو وہ اپنے گناہوں سے ایسے نکل جائے گا جیسے ماں سے پیدائش کے دن تھا یعنی کچھ بھی باقی نہیں رہیں گے۔

16- حضرت ام العلاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری عیادت فرمائی جبکہ میں بیمار تھی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ام العلاء تمہیں بشارت ہو کیونکہ مسلمان کا مرض اس کی خطاؤں کو ایسے لے جاتا ہے جیسے آگ لوہے اور چاندی کی کھوٹ کو۔

17- حضرت یحییٰ بن سعیدؓ سے مروی ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک آدمی کی موت آگئی ایک آدمی نے کہا بڑے مزے میں اس کے بیماری میں مبتلا ہوئے بغیر مر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تیرا بھلا ہو تمہیں کیا معلوم اگر اللہ اس کو بیماری میں مبتلا فرماتے تو اس بیماری کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتے۔

18- حضرت عبداللہ ابن عمروؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں جو بھی مومن مرد اور مومن عورت بیمار ہو جائے اللہ تعالیٰ اس مرض کو اس کے گذشتہ گناہوں کا کفارہ بنا دیتے ہیں۔

19- حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مسلمان نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہم کو بتلا دیجئے یہ امراض جو ہمیں پہنچتے ہیں ان کی وجہ سے ہمیں کیا اجر ملے گا؟ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ گناہوں کا کفارہ ہیں۔ ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا وہ مجلس شریف میں حاضر تھے اے اللہ کے رسول خواہ وہ بیماری تھوڑی سی ہی ہو؟ آپ نے ارشاد فرمایا خواہ وہ کانٹا ہی کیوں نہ ہو یا اس سے کوئی بڑی چیز۔"

20- حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رب سبحانہٗ و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ۔ میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم جس بندے کی مغفرت کرنا چاہتا ہوں اس کو دنیا سے اس وقت تک نہیں نکالتا جب تک اس کی تمام خطاؤں کو جو اس کی گردن میں

ہیں بدن کو بیمار کر کے اور اس کے رزق میں کمی کر کے پورا نہ کرلوں۔"

21- حضرت عامر الرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماریوں کا تذکرہ فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ ایمان والے کو جب بیماری پہنچتی ہے پھر اللہ اس کو اس بیماری سے صحت عطا فرما دیتے ہیں تو یہ بیماری گذشتہ گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور مستقبل میں اس شخص کے لئے عبرت و نصیحت کا سامان بن جاتی ہے۔ اور منافق جب بیمار ہوتا ہے پھر شفایاب ہوتا ہے تو اس اونٹ کی طرح ہوتا ہے جس کو اس کے مالک نے باندھ دیا ہو اور پھر کھول دیا ہو۔ اونٹ نہیں سمجھتا کہ کیوں اس کو باندھا گیا تھا اور پھر کیوں چھوڑ دیا گیا' ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی بیٹھا تھا کہنے لگا اے اللہ کے رسول بیماریاں کیا ہوتی ہیں؟ اللہ کی قسم! میں تو کبھی بیمار نہیں ہوا۔ آپ نے ارشاد فرمایا' ہمارے پاس سے اٹھ جا تو ہم میں سے نہیں ہے۔

22- حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کو کوئی تھکن' مشقت' فکر اور رنج اور اذیت اور غم نہیں پہنچتا یہاں تک کہ کانٹا بھی لگ جائے اللہ تعالیٰ اس کی خطاؤں کو معاف فرما دیں گے۔

23- مومن کو جو چیز بھی پہنچے یعنی تھکن اور غم اور دائمی درد حتیٰ کہ وہ غم جو اس کو بھلا دے' اللہ اس کی وجہ سے اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔

24- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بیماریاں دے کر آزماتے ہیں حتیٰ کہ ان بیماریوں کی وجہ سے تمام گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔

25- مسلمان کے جسم کو جو بھی تکلیف پہنچے وہ اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔

عافیت کی دعا مانگنا

(۱) ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عفو اور عافیت مانگتے رہو کیونکہ یقین کے بعد عافیت سے بڑھ کر تم میں سے کسی شخص کو کوئی نعمت نہیں ملی (یعنی یقین کے بعد عافیت (سلامتی) ہی سب سے بڑی اور بڑھیا نعمت ہے)

(۲) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے ارشاد فرمایا اے عباسؓ! اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا! عافیت کی دعا بکثرت مانگا کر۔

(۳) اللہ کی طرف سے دکھ ٹلنے کا انتظار کرنا عبادت ہے۔ (کنز العمال)

نسخہ 34

اپنے وقت کو قیمتی بنایئے

اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک قیمتی نعمت زندگی ہے جس کا ہر ہر لمحہ نہایت قابل قدر ہے۔ ہمارے اسلاف نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ان میں وقت کی قدر کا راز کارفرما رہا ہے۔ ہم بھی اپنے وقت کو قیمتی بنا کر اس چند روزہ زندگی کو رشک ملائکہ بنا سکتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مصروف آدمی کی صحت بھی درست رہتی ہے اور جیب بھی گرم رہتی ہے۔ سکون کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ہم لمحات زندگی کی قدر کریں۔

وقت کی قدر و قیمت

علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ انسان کو چاہیے کہ اپنے اوقات کی قدر و قیمت جانے، وقت کو ضائع ہونے سے بچا کر ہر ہر لمحہ نیکی و اطاعت میں صرف کرے، اعمال میں کوتاہی کئے بغیر ہر عمل خیر میں نیت تو ضرور درست رکھے جیسا کہ حدیث میں ہے نیۃ المؤمن خیر من عملہ مؤمن کی نیت اسکے عمل سے بہتر ہے۔ حضرات سلف کا یہ حال تھا کہ اپنا ایک ایک منٹ عمل میں لگانے کی کوشش کرتے تھے چنانچہ حضرت عامر بن قیسؒ کے بارے میں منقول ہے کہ ان سے ایک شخص نے عرض کیا تھوڑی دیر مجھ سے بات کر لیجئے آپ نے فرمایا کہ سورج کو روک لو۔ (یعنی سورج اور وقت جب مسلسل چلتا رہے گا تو پھر باتوں میں وقت کو کیوں برباد کیا جائے) حضرت ثابت بنانی کے بیٹے کا بیان ہے کہ میں نے نزع کے وقت اپنے والد کو تلقین شروع کی تو فرمایا بیٹے مجھے چھوڑ دو میں اس وقت اپنے چھٹے وظیفہ میں مشغول ہوں۔ بعض بزرگوں کو لوگوں نے نزع کے وقت بھی نماز پڑھتے دیکھا، ان سے سلسلہ میں جب دریافت کیا گیا تو فرمانے لگے کہ یہ وہ وقت ہے جب میرا نامۂ اعمال بند کیا جا رہا ہے (تو پھر میں اس میں نیکیوں کا اضافہ کیوں نہ کروں) واقعی حقیقت یہ ہے کہ جب انسان کو یہ یقین ہو کہ موت اسے عمل کے اضافہ سے روک دے گی تو وہ ضرور

زندگی میں ایسے اعمال کی کوشش کریگا جن کا اجر اسکو مرنے کے بعد بھی ملتا رہے۔ اگرچہ اس نے زندگی میں کیسے ہی مجاہدے کیے ہوں۔

چنانچہ اگر اسکو کچھ مال دنیا میں میسر ہو تو اسکو وقف فی سبیل اللہ کرتا ہے، لوگوں کے فائدے کیلئے راستوں پر درخت لگاتا اور نہریں کھدواتا ہے اور ایسی اولاد کی تمنا کرتا ہے جو اسکے مرنے کے بعد ذکر اللہ کرتی رہے تا کہ اسکو اجر ملتا رہے۔ اگر وہ عالم ہو تو کتابیں تصنیف کرنے کی کوشش کرتا ہے کیونکہ دینی کتاب عالم کے حق میں باقی رہنے والی نیک اولاد کی طرح ہے۔ اگر کوئی عام آدمی ہو تو نیکیوں کو سیکھ سیکھ کر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جو مر کر بھی زندہ کہلاتے ہیں قَدْمَاتَ قَوْمٌ وَهُمْ أَحْيَاءٌ فِي النَّاسِ۔ کچھ لوگ بظاہر فوت ہو چکے ہیں مگر لوگوں کے دلوں میں زندہ ہیں۔

وقت کی اہمیت

سیدی و مرشدی حضرت حاجی محمد شریف صاحب رحمہ اللہ اکثر حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کا یہ ملفوظ سنایا کرتے وقت۔ زندگی کا بڑا قیمتی سرمایہ ہے اس کی بہت قدر کرنا چاہئے اسے ضائع نہ کرو۔ مجمعوں میں، حویلیوں میں بیٹھ کر لایعنی باتوں میں وقت گذارنا بہت بڑا خسارہ ہے، ہمارے حضرت کو وقت کی بہت قدر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضرت کی فطرت ہی میں وقت کی اہمیت کو مضمر کر دیا تھا۔ حضرت کو ابتداء ہی سے وقت کے ایک ایک لمحہ کو صحیح اور برمحل استعمال کرنے کا اہتمام تھا۔

چنانچہ اسی کی برکت ہے کہ حضرت رحمہ اللہ علیہ نے رشد و ہدایت اور علوم دین کی تبلیغ اور اشاعت کا ایک بہت گراں قدر اور بہت بڑا ذخیرہ ہمارے لئے اور آئندہ نسلوں کے لئے مہیا فرما دیا ہے، ہر وقت حضرت کی نظر گھڑی پر رہتی تھی اور نہایت سہولت اور بے تکلفی سے ہر کام کو وقت پر انجام دیتے تھے۔ ساری عمر اپنے تمام معمولات اور ضروریات زندگی کو مقررہ اوقات میں ایک ہی انداز میں ڈھال لیا تھا۔ فرماتے کسی کام کو اس امید پر ملتوی کرنا کہ پھر کسی فرصت کے وقت اطمینان سے پورا کرلیں گے سخت غلطی ہے۔ اس کو اسی وقت انجام ہو جانا چاہئے، کام کو وقت پر پورا کرنے سے اکثر ناقابل تلافی نقصان ہوتا ہے۔ وقت بڑے قدر کی چیز ہے۔ دین و دنیا کی دولت یہی ہے۔ حضرت کو فراغت قلب بہت عزیز تھی۔ فرماتے مجھے وقت کی ناقدری سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ نہ میں کسی کو کسی معاملہ میں منتظر رکھتا ہوں نہ انتظار کی تکلیف برداشت کر سکتا ہوں۔ میں

ہر کام سے وقت پر فارغ ہو جاتا ہوں۔

فرماتے ہیں یہ نہیں کہتا کہ میں ہر وقت ذکر اللہ میں مشغول رہتا ہوں مگر دل یہ چاہتا ہے کہ قلب فارغ ہو اگر ذکر اللہ کرنا چاہوں تو سوانح تو نہ ہوں۔ میں جو بعض لوگوں سے الجھتا ہوں وجہ یہ ہے کہ لوگ بات صاف نہیں کرتے وقت ضائع ہوتا ہے۔ مجھے ایک لمحہ کا ضائع ہونا سخت ناگوار ہے۔ مجھے فراغ قلب بہت عزیز ہے۔ میری طبیعت میں تیزی ہے اور یہ تیزی انجن کا کام دیتی ہے۔ ہر وقت تقاضا ہوتا ہے کہ جلدی کرو جلدی کرو کام کو ختم کرو۔ جب میں کسی کام کو شروع کرتا ہوں اسی وقت سے تقاضا شروع ہو جاتا ہے کہ کام کو ختم کر دے۔ تو ہر کام پر سوار رہتا ہوں اور ختم کے قریب تو میرا حال یہ ہوتا ہے کہ ساری رات مضطرب رہتا ہوں ایک منٹ بھی نہیں سوتا۔ کام ختم کر کے ہی دم لیتا ہوں۔ ہر روز کی ڈاک اسی دن ختم کرتا ہوں، اس کی دو وجہ ہیں۔ میں اپنے قلب کو فارغ کرنا چاہتا ہوں، اور یہ چاہتا ہوں کہ ہر ایک کو اس کا خط وقت پر ملے اسے انتظار کی تکلیف نہ ہو۔ فرمایا مجھے ذرا سی بات بھی اگر فضول ہو تو اس سے نہایت انقباض ہوتا ہے۔

یہ عمر راس المال ہے کہ ہر سانس ایک بیش قیمت جوہر اور گویا بھرپور خزانہ ہے جس سے ابدی سعادت حاصل ہو سکتی ہے، اور جب عمر پوری ہو گئی تو تجارت ختم ہو گئی پھر غفلت میں گزرے ہوئے وقت پر حسرت ہو گی مگر یہ حسرت کام نہ آئے گی۔ اب دار العمل نہیں اب دار الحساب ہو گا اس لئے فرصت کو غنیمت جانو اور حساب کی تیاری کر لو۔

ہر وقت جمعیت قلب کی فکر میں نہ رہو

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک بڑے کام کی بات کہتا ہوں اس کی طرف کم التفات ہے لوگوں کو وہ یہ کہ اگر جمعیت قلب ہی کی طلب ہے تو اس کی فکر میں ہر وقت رہنا کہ جمعیت میسر ہو خود جمعیت کے بالکل منافی ہے جب یہ فکر رہی تو جمعیت کہاں رہی۔ اور نہ اس صورت سے قیامت تک جمعیت میسر ہو سکتی ہے جمعیت جبھی ہو سکتی ہے کہ قلب اس کی تحصیل کے خیال سے خالی ہو۔

نسخہ 35

آسان زندگی کیلئے عفو و درگزر سے کام لیجئے

نرم خوئی کا مطلب یہ ہے کہ غصے سے مغلوب ہو کر سخت الفاظ یا سخت رویہ اختیار کرنے سے پرہیز کیا جائے۔ دوسرے سے نرم الفاظ اور نرم لب ولہجہ میں بات کی جائے۔ اگر کسی کو ٹوکنا ہو یا اس سے اختلاف کا اظہار کرنا ہو تو اس کے لئے بھی ایسا انداز اختیار کیا جائے جس میں کھردرے پن اور درشتی کے بجائے خیر خواہی، تواضع اور دلسوزی کا پہلو نمایاں ہو، اگر کسی چھوٹے کی تربیت کے لئے اس پر غصہ کرنا ضروری ہو تو وہ بھی صرف بقدر ضرورت اور اعتدال کی حدود میں ہو۔

اسی طرح نرم خوئی کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ بات بات پر لوگوں سے الجھنے بحث کرنے یا جھگڑنے سے پرہیز کیا جائے اور لوگوں سے حتی الامکان حسن ظن کا معاملہ کیا جائے یہاں تک کہ جب کسی سے خرید و فروخت وغیرہ کا معاملہ پڑے تو اس میں بھی قیمت وغیرہ کے معاملے میں ضد اور بحث کا انداز اختیار نہ کیا جائے۔

اگر معاملہ قابل قبول ہو تو قبول کر لیا جائے اور قابل قبول نہ ہو تو چھوڑ دیا جائے۔ لیکن دوسرے کو اپنی بات ماننے پر مجبور کرنا اور زچ کرنا اچھی بات نہیں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت فرماتے ہیں جو نرم خو اور درگزر کرنے والا ہو۔ جب کوئی چیز بیچے اس وقت بھی جب کوئی چیز خریدے اس وقت بھی اور جب کسی سے اپنے حق کا تقاضا کرے اس وقت بھی۔ (صحیح بخاری)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی تنگدست (مقروض) کو مہلت دے یا اس کو قرضے میں رعایت دے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن عرش کے سائے میں رکھیں گے۔ جب کہ اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (جامع ترمذی)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہو کہ اللہ تعالیٰ قیامت کی بے چینیوں سے اس کو نجات عطا فرمائے۔ اس کو چاہئے کہ وہ کسی تنگدست کی مشکل آسان کرے یا اسکے قرضے میں رعایت دے۔ (صحیح مسلم)

عفو و درگزر ضروری ہے

انسان کی تعریف یہ نہیں کہ اس سے غلطی سرزد نہ ہو بلکہ انسان کی تعریف یہ ہے کہ وہ اپنی غلطیوں کی مسلسل اصلاح کرتا رہتا ہے۔ گویا غلطی کا صدور ایک ناگزیر بات ہے۔ غلطیوں پر درگزر کرنا باعث عزت ہے۔ جس سے آخرت میں شرافت حاصل ہوتی ہے۔ ایک مغربی فلسفی کا کہنا ہے کہ تنور کی آگ زیادہ نہ بڑھاؤ کہ دشمن کو نقصان سے پہلے خود کو نہ جلا بیٹھو۔ ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں آپ کو ایسی گالی دوں گا جو آپ کے ساتھ قبر تک جائے گی آپ نے فرمایا یہ گالی میرے ساتھ قبر میں نہ جائے گی بلکہ تیرے ساتھ تیری قبر میں جائے گی۔ لہٰذا آپ نے اس کی بداخلاقی پر کوئی توجہ نہ دی۔ شہد کی مکھی نے چھتے سے کہا کہ تو سنبھل میں اڑنا چاہتی ہوں تو چھتے نے کہا کہ تو کب مجھ پر بیٹھی اور کب اڑ گئی مجھے تو معلوم ہی نہیں۔ تیرے اڑنے سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس لئے قرآن کریم نے فضول امور سے سلام کر کے گزر جانے کی تعلیم دی تاکید فرمائی ہے کہ آدمی لایعنی امور سے بچ جائے۔

جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنے خادم (غلام یا نوکر) کا قصور کتنی دفعہ معاف کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش رہے اس نے پھر وہی عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں اپنے خادم کو کتنی دفعہ معاف کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر روز ستر دفعہ۔

سوال کرنے والے کا مقصد یہ تھا کہ حضرت! اگر میرا خادم: غلام یا نوکر بار بار قصور کرے تو کہاں تک میں اس کو معاف کروں اور کتنی دفعہ معاف کرنے کے بعد میں اس کو سزا دوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اگر بالفرض روزانہ ستر دفعہ بھی وہ قصور کرے تو تم اس کو معاف ہی کرتے رہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ قصور کا معاف کرنا کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی حد مقرر کی جائے بلکہ حسن اخلاق اور ترحم کا تقاضا یہ ہے کہ اگر بالفرض وہ روزانہ ستر دفعہ بھی قصور کرے تو اس کو معاف ہی کر دیا جائے۔

نسخہ 36۔

ہمسایوں اور متعلقین سے حُسنِ سلوک

انسانی معاشرہ میں ہمسایہ اور دوست احباب و متعلقین کا کردار بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس لئے شریعت نے ان کے ساتھ حسن سلوک کی بڑی تاکید کی ہے۔ باہمی محبت والفت اور حقوق وفرائض کی ادائیگی ہی زندگی کو پرسکون بناتی ہے۔ ذیل میں اس کے متعلق ہدایات پیش خدمت ہیں امید ہے کہ ہم میں سے ہر وہ مسلمان جو پرسکون زندگی کا خواہشمند ہے۔ وہ اس مضمون پر ضرور غور کرے گا۔

ہمسایوں سے حُسنِ سلوک

ابوحمزہ سکری حدیث کے ایک راوی گذرے ہیں، "سُکر" عربی زبان میں چینی کو کہتے ہیں، اور ان کے تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ انہیں "سکری" اس لئے کہا جاتا تھا کہ ان کی باتیں ان کا لہجہ اور ان کا انداز گفتگو بڑا دلکش اور شیریں تھا، جب وہ بات کرتے تو سننے والا ان کی باتوں میں محو ہوجاتا تھا، وہ بغداد شہر کے ایک محلے میں رہتے تھے، کچھ عرصے کے بعد انہوں نے اپنا مکان بیچ کر کسی دوسرے محلے میں منتقل ہونے کا ارادہ کیا، خریدار سے معاملہ بھی تقریباً طے ہوگیا، اتنے میں ان کے پڑوسیوں اور محلہ داروں کو پتہ چلا کہ وہ اس محلے سے منتقل ہو کر کہیں اور بسنے کا ارادہ کر رہے ہیں، چنانچہ محلہ والوں کا ایک وفد ان کے پاس آیا، اور ان کی منت سماجت کی کہ وہ یہ محلہ نہ چھوڑیں، جب ابوحمزہ سکری نے اپنا عذر بیان کیا تو تمام محلہ والوں نے متفقہ طور پر انہیں یہ پیشکش کی کہ آپ کے مکان کی جو قیمت لگی ہے، ہم وہ قیمت آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کرنے کو تیار ہیں لیکن آپ ہمیں اپنے پڑوس سے محروم نہ کیجئے، جب انہوں نے محلہ والوں کا یہ خلوص دیکھا تو منتقل ہونے کا ارادہ ملتوی کردیا۔

ابوحمزہ سکری کی مقبولیت کی ایک وجہ ان کی سحر انگیز شخصیت بھی ہوگی، لیکن بڑی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے پڑوسی کے حقوق کے بارے میں اسلامی تعلیمات پر عمل کر کے ایک مثال قائم کی تھی، قرآن کریم نے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی بار بار تاکید فرمائی ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنے بہت سے ارشادات میں پڑوسی کے حقوق کی تفصیلات بیان فرمائی ہیں، یہاں تک کہ ایک موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل امین علیہ السلام آئے، اور مجھے پڑوسی کے حقوق کی اتنی تاکید کرتے رہے کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ شاید وہ پڑوسی کو ترکے میں وارث بھی قرار دیدیں گے۔

قرآن وسنت کی ان تعلیمات کے سائے میں جو معاشرہ پروان چڑھا، اس میں پڑوسی کی حیثیت ایک قریبی رشتہ دار سے کم نہ تھی، ایک ساتھ رہنے والے نہ صرف ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک تھے، بلکہ ایک دوسرے کے لئے ایثار وقربانی کر کے خوشی محسوس کرتے تھے۔

والدین کے عزیزوں اور دوستوں کے ساتھ حسن سلوک

جس طرح والدین کے ساتھ حسن سلوک بڑے ثواب کا عمل ہے اسی طرح والدین کے عزیزوں اور دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کی بھی بڑی فضیلت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

إِنَّ أَبَرَّ الْبِرِّ أَنْ يَصِلَ الرَّجُلُ وُدَّ أَبِيهِ بہت سی نیکیوں کی ایک نیکی ہے کہ انسان اپنے باپ کے اہل محبت سے تعلق جوڑے رکھے (اور اس تعلق کو نبھائے) (صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے شاگرد عبداللہ بن دینار کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ جارہے تھے۔ یوں تو وہ اونٹنی پر سوار تھے لیکن ایک گدھا بھی ساتھ تھا جب اونٹنی کی سواری سے اکتا جاتے تو کچھ دیر اس گدھے پر سواری کر لیتے تھے۔ اتنے میں ایک دیہاتی شخص راستے میں ملا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا اور اس کے والد کا نام پوچھا، جب اس نے بتا دیا تو آپ نے اپنا گدھا اس کو دے دیا، اور اپنا عمامہ بھی اتار کر اس کو تحفۃً دے دیا۔ ساتھیوں نے کہا کہ دیہاتی لوگ تو ذرا سی چیز سے بھی خوش ہو جاتے ہیں۔ آپ نے اس شخص کو اتنی قیمتی چیزیں کیوں دیں؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس شخص کے والد میرے والد کے دوست تھے اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "بہت سی نیکیوں کی ایک نیکی یہ ہے کہ انسان اپنے باپ کے اہل محبت سے تعلق جوڑے رکھے۔" (مسلم)

لہٰذا اپنے نامۂ اعمال میں نیکیوں کے اضافے کا ایک بہترین طریقہ یہ ہے کہ والدین کے عزیزوں اور دوستوں سے تعلقات نبھائے جائیں۔ اور ان سے حسن سلوک کیا جائے۔

یا اللہ! ہمیں والدین کی قدر کرنے اور ان کے دوستوں سے حسن سلوک عطا فرما آمین

نسخہ 37

موجودہ نعمتوں پر احساس شکر پیدا کیجئے

موجودہ نعمت پر شکر اور غیر موجود پر صبر۔ یہ وہ اسلامی اصول ہے جو اپنے ماننے والوں کی زندگی کو سکون وراحت سے ہمکنار کر دیتا ہے۔

ہر مسلمان اپنے چہار طرف دیکھے تو اسے ہر طرف اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں نظر آئیں گی اور انسانی قلب وجسم ان کی شکر گزاری پر مجسمہ شکر بن جائے گا اور شکر و صبر دونوں کی جزا جنت ہے اور زندگی کو پرسکون بنانے کیلئے بھی قدم قدم پر شکر خداوندی ناگزیر ہے۔ اس سلسلہ میں ایک اہم مضمون کا مطالعہ کرتے ہیں۔

انسان کیا ہے؟

انسان اشرف المخلوقات ہے اور اللہ رب العزت کی تخلیق کا شاہکار ہے۔ رب کریم کی ہم پر کتنی مہربانی ہے کہ پروردگار عالم نے ہمیں انسان بنایا۔ اگر وہ کوئی جانور بنا دیتا تو اس کا اختیار تھا۔ بالفرض اگر وہ بندر پیدا کر دیتا تو کسی نے ناک میں نکیل ڈالی ہوتی اور ہم گلیوں کے اندر ناچتے پھرتے۔ وہ گدھے کی شکل میں پیدا کر دیتا تو کسی نے پیٹھ پر بوجھ ڈالا ہوتا اور ہم ڈنڈوں پر ڈنڈے کھا رہے ہوتے اور پھر اس کے باوجود بھی زبان سے شکوہ کرنے کی اجازت نہ ہوتی۔ الحمدللہ پروردگار عالم نے ہمیں انسان بنایا ہم نے اس کے لئے کوئی درخواست تو نہ دی تھی۔

ایمان کی دولت...... ایک نعمت عظمیٰ

دوسرا احسان یہ ہوا کہ رب العزت نے ہمیں نبی علیہ السلام کی امت میں ایمان کے ساتھ پیدا کیا۔ یہ اللہ رب العزت کی اتنی بڑی نعمت ہے کہ ہم اس کا شکر بھی ادا نہیں کر سکتے۔ دنیا میں وہ بھی لوگ ہیں جو اس امت میں پیدا ہوئے مگر ان کو کفر کا ماحول ملا۔ ان کے ماں باپ نے انہیں یہود و نصاریٰ اور کافر بنا دیا۔ ہمیں اللہ رب العزت نے ایسے ماں باپ کے گھر پیدا کیا کہ جب ہم چھوٹے تھے اور والدہ دودھ کا فیڈر لگاتی تھی تو بسم اللہ پڑھا کرتی تھی۔ وہ ہمیں سلاتی تھی تو لا الہ الا اللہ کے

زرا نے سنایا کرتی تھی وہ پنگھوڑا ہلاتی تھی تو حسبی ربی جل اللہ کے گیت سنایا کرتی تھی۔ ابھی ہم چھوٹے اور ناسمجھ تھے کہ وہ ہم سے اللہ اللہ کے لفظ کے ساتھ باتیں کیا کرتی تھی۔ ابھی ہم پیدا ہی ہوئے تھے کہ اسی ماں اور اسی باپ نے ہمارے ایک کان میں اذان دلوائی اور دوسرے کان میں اقامت اس چھوٹی عمر میں جب ہمیں سمجھ بھی نہ تھی جب ہم اپنے مالک وخالق کو پہچانتے بھی نہ تھے ان ماں باپ کی برکت سے ہمارے کانوں میں اس وقت اپنے پروردگار کا نام پہنچا۔ یہ اللہ رب العزت کی کتنی بڑی نعمت ہے پھر جب ہم چلنے پھرنے کے قابل ہوئے ابھی بچپن تھا دوست دشمن کی تمیز نہ تھی نفع نقصان کا اندازہ نہ تھا ہمارے والد ہماری انگلی پکڑ کر مسجد کی طرف لے کر جاتے تھے۔ یہ اللہ رب العزت کی کتنی بڑی نعمت ہے ہم جو آج مسلمان بن کر بیٹھے ہیں معلوم نہیں کہ کتنے لوگوں کی محنت کا اس میں دخل ہے کتنی اللہ رب العزت کی رحمتیں ہم پر برسیں کہ آج اللہ رب العزت نے ایمان کی دولت سے مالا مال فرمایا۔ جسمانی نعمتیں تو بے شمار ہیں۔ پروردگار عالم نے ہمیں صحیح سلامت جسم کے ساتھ پیدا کر دیا وہ پروردگار اگر چاہتا تو ہمیں کسی عذر کے ساتھ پیدا کر سکتا تھا کسی مرض کے ساتھ پیدا کر سکتا تھا ہمیں جو صحیح سلامت جسم نصیب ہوا یہ پروردگار کی ہم پر کتنی بڑی مہربانی ہے۔

احساس شکر

ایک صاحب نے ظہر کی نماز پڑھی تنگدستی اتنی تھی کہ جوتا بھی ٹوٹ گیا۔ گرمی کا موسم تھا گرم زمین پر ننگے پاؤں چلتے ہوئے یہ مسجد سے گھر کی طرف لوٹنے لگے تو دل میں خیال آیا پروردگار! میں تو آپ کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہوں نمازیں پڑھتا ہوں مسجد کی طرف آتا ہوں مجھے تو آپ نے جوتا بھی عطا نہ کیا۔ ابھی یہ بات سوچ ہی رہا تھا کہ سامنے سے ایک لنگڑے آدمی کو آتے دیکھا وہ بیساکھیوں کے بل چل کے آ رہا تھا۔ فوراً دل پر چوٹ لگی کہ او ہو! میں تو جوتے کے نہ ہونے کا شکوہ کر رہا یہ بھی تو انسان ہے جسے پروردگار نے ٹانگیں بھی عطا نہ کیں یہ لکڑیوں کے سہارے چلتا ہوا آ رہا ہے۔ تو جب اپنے سے نیچے والے کو دیکھا تو دل میں شکر کی کیفیت پیدا ہوئی۔

ایک بہت بڑی ابتلاء

ایک اصول یاد رکھیں کہ دین کے معاملہ میں اپنے سے اوپر والوں کو دیکھیں تاکہ عمل کا شوق اور زیادہ ہو۔ آج معاملہ الٹ ہے ہم دین کے معاملے میں اپنے سے نیچے والوں کو دیکھتے ہیں گھر میں آپ بیوی سے کہیں کہ نماز پڑھو۔ وہ کہے گی کہ تمہاری بہن کون سی نماز پڑھتی ہے؟ وہ کہے گی کہ فلاں کی بخشش ہو گئی تو میری بھی ہو جائے گی۔ اپنے سے نیچے والوں کی مثالیں دے گی۔ دنیا کی

باتیں کرو تو اس کو پتہ ہوگا کہ میرا گھر اتنا خوبصورت بنا ہوا ہے مگر فوراً کہے گی فلاں کے گھر میں جو ڈیزائن دیکھا تھا وہ ہمارے گھر میں تو نہیں ہے تو آج بدقسمتی سے دنیا کے معاملے میں ہم اپنے اوپر والوں کو دیکھتے ہیں تو دنیا کی حرص اور طمع بڑھ جاتی ہے اور دین کے معاملے میں اپنے سے نیچے والوں کو دیکھتے ہیں جس کی وجہ سے دینی معاملات میں سستی پیدا ہوتی ہے اور یہ بہت بڑی ابتلاء ہے۔

شکوے ہی شکوے

آج اکثر جگہوں پر دیکھا گیا ہے کہ اقتصادی اور معاشی مسائل کی وجہ سے ہر مرد اور ہر عورت کی زبان سے شکوے سننے میں آتے ہیں۔ کسی کو اولاد کا شکوہ کسی کو مال کا شکوہ کسی کو کاروبار کا شکوہ الا ماشاء اللہ۔ کوئی بندہ سینکڑوں میں نظر آتا ہوگا کہ جو کہے کہ اللہ نے مجھے جس حال میں رکھا ہوا ہے میں راضی ہوں۔ ہر ایک کہے گا کہ میں بڑا پریشان ہوں باقی ساری دنیا سکھی زندگی گزار رہی ہے اگر وہ جس کو یہ سکھی سمجھتا ہے اس کے غم لے کر اس کو دے دئے جائیں تو یہ پہلے سے بھی زیادہ پریشان ہو جائے۔ تو اللہ رب العزت نے جس کو جس حال میں رکھا ہے ہمیں چاہیے کہ ہم اس کا شکر ادا کریں۔

تنگدستی کی حکمتیں

حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ رب العزت جانتے ہیں کہ اگر اس کو میں نے ضرورت سے زیادہ رزق دے دیا تو یہ عجب میں مبتلا ہو جائے گا' یہ تکبر کے بول بولے گا اور ایمان کی دولت سے ہاتھ دھو بیٹھے گا' اس لئے رب کریم انہیں تنگدستی کے حال میں رکھتے ہیں کہ میرا یہ بندہ مجھے مشکل کے حال میں پکارتا رہے گا' اس کا ایمان سلامت رہے گا' کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان کو ضرورت کے بقدر رزق ملتا رہے گا تو نمازیں بھی پڑھتے رہیں گے' کاروبار بھی چلتا رہے گا' تسبیحات بھی چلتی رہیں گی اور اگر ذرا کاروبار پر زد پڑی یا ذرا کوئی اور واقعہ پیش آیا تو سب چھوڑ چھاڑ کر بیٹھ جائیں گے۔ رب کریم چونکہ مہربان ہیں اس لئے بندے کی ضرورت کے مطابق دیتے رہتے ہیں تاکہ یہ میرا بندہ میرے سامنے جھکتا رہے' یوں حالات کی زنجیروں میں جکڑ کر اللہ تعالیٰ اسے اپنے در پر جھکاتے ہیں۔

رزق کی تقسیم اور ناقدری کا وبال

رب کریم نے رزق کو تقسیم کیا ہوا ہے۔ فرمایا نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ ہم نے انسانوں کے درمیان رزق تقسیم کیا ہے۔ اب کون ہے جو پروردگار کی تقسیم پر راضی ہو۔ تقدیر پر راضی

بٹنے والے لوگ تھوڑے نظر آتے ہیں۔ ہر بندے کو شکوہ ہے۔ ارے! اگر ایک باپ دو بیٹوں کے درمیان کوئی چیز تقسیم کر دے تو وہ توقع کرتا ہے کہ باپ ہونے کے ناطے بچے میری تقسیم جیسے بھی ہے اس کو قبول کریں گے۔ کیا ہم اپنے خالق و مالک کی تقسیم کو قبول نہیں کر پاتے؟ کیا ہم اس کی تقسیم پر راضی نہیں ہو پاتے؟ ہمیں چاہیے کہ پروردگار نے جس حال میں رکھا ہم اسی حال پر راضی ہو جائیں۔

احساس شکر پیدا کرنے کا طریقہ

سچی بات تو یہ ہے کہ اس نے ہمیں ہزاروں سے بہتر رکھا ہوا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ غور کرنے کی بات ہے۔ آپ تھوڑا سا اپنے حالات پر غور کریں آپ کو کتنی چیزیں ایسی ملتی چلی جائیں گی، آپ کا دل گواہی دے گا کہ رب کریم نے نعمتوں سے ہمیں اس حال میں بہتر رکھا ہوا ہے۔ یہ چیزیں انسان کے اندر شکر کی کیفیت کو پیدا کر دیتی ہیں۔

نعمتوں میں اضافہ اور کمی کے اصول وضوابط

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اگر تم شکر ادا کرو گے تو ہم اپنی نعمتوں کو تم پر اور زیادہ کر دیں گے۔ تو ہم جتنا اللہ رب العزت کا شکر ادا کریں گے اتنا ہی رب کریم کی نعمتیں اور زیادہ ہوں گی۔ اور آگے فرمایا وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ اور اگر تم کفران نعمت کرو گے تو یاد رکھو کہ پھر میری پکڑ بھی بڑی سخت ہے۔

لسانی اور جسمانی شکر

اب شکر ادا کرنے کے دو طریقے ہیں ایک تو انسان اپنی زبان سے الحمد للہ کہے سبحان اللہ کہے یہ بھی اللہ رب العزت کا شکر ادا کر رہا ہے اور ایک اپنے جسم سے پروردگار کے حکموں کی پابندی کرے گویا یہ بھی اللہ رب العزت کا شکر ادا کر رہا ہے۔ لسانی شکر بھی ادا کرے اور اپنے جسم سے بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے تو یہ گویا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والا بندہ ہے۔ اگر اس میں کمی کوتاہی ہو گی تو پھر اللہ تعالیٰ بعض اوقات اپنی نعمتوں کو واپس لے لیتے ہیں اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار

رب کریم فرماتے ہیں وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار

کرنا چاہو تو تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار ہی نہیں کر سکتے۔ یہ بالکل سچی بات ہے۔ اگر کوئی آپ سے پوچھے کر بتاؤ! تم بارش کے پانی کے قطروں کو گن سکتے ہو تو آپ گن نہیں سکتے' کوئی آپ سے پوچھے کہ آسمان کے ستاروں کو گن سکتے ہو تو آپ گن نہیں سکتے' کوئی آپ سے کہے ساری دنیا کے ریت کے ذرات کو گن سکتے ہو آپ نہیں گن سکتے' کوئی آپ سے کہے ساری دنیا کے درختوں کے پتوں کو گن سکتے ہو آپ نہیں گن سکتے' لیکن بارش کے پانی کے قطروں کا گننا ممکن ہے' آسمان کے ستاروں کا گننا ممکن ہے' ساری دنیا کے درختوں کے پتوں کا گننا ممکن ہے۔ ساری دنیا کی ریت کے ذرات کا گننا ممکن ہے لیکن مولائے کریم کے ہم پر کتنے احسانات ہیں ان احسانات کا گننا ہمارے لئے ممکن نہیں ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا: وَإِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو تم اللہ کی نعمتوں کو شمار ہی نہیں کر سکتے" میرے پروردگار! جب تیری اتنی نعمتیں ہمارے اوپر ہیں تو ہم تیری کس کس نعمت کا شکر ادا کریں۔

نعمتوں کی ناقدری کا وبال

قرآن پاک کی ایک آیت ہے اس کو ذرا غور سے سنئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً اور اللہ مثال بیان فرماتا ہے ایک بستی والوں کی كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً جس میں امن بھی تھا اور اطمینان بھی تھا۔ دو لفظ استعمال کئے کہ اس بستی والوں کو امن بھی نصیب تھا اور اطمینان بھی تھا۔ امن کا کیا مطلب؟ کہ ان کو باہر کے دشمن کا کوئی ڈر نہیں تھا۔ اطمینان کا کیا مطلب؟ کہ کوئی اندر کا غم بھی نہیں تھا' اطمینان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی زندگی دی تھی کہ ان کے اوپر نہ کوئی غم تھا اور نہ کوئی خوف۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ ان کو چاروں طرف سے رزق کی بہتات نصیب تھی۔ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ انہوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کی۔ پھر کیا ہوا؟ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو بھوک ننگ اور خوف کا لباس پہنا دیا بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ کیونکہ وہ کام ہی ایسے کرتے تھے۔

بھوک ننگ اور خوف کا لباس

اگر غور کریں تو ہم میں سے کتنے ایسے ہوں گے جن کو پہلے سب کچھ نصیب تھا بالآخر اللہ نے بھوک ننگ کا لباس پہنا دیا۔ خود آ کے کہتے ہیں' حضرت! پتہ نہیں کیا ہو گیا پہلے تو یہ حال تھا کہ مٹی کو ہاتھ لگاتے تھے تو وہ سونا بن جاتی تھی اور اب سونے کو ہاتھ لگاتے ہیں تو وہ بھی مٹی ہو جاتا ہے۔ خود کہتے ہیں

کہ حضرت! پتہ نہیں ایک خوف سا رہتا ہے۔ کبھی ہم بیمار' کبھی بیٹی بیمار' کبھی بیٹا بیمار' کبھی خاوند بیمار' کبھی بیوی بیمار' کسی نہ کسی کی بوتل ڈاکٹر کی طرف جاتی ہی رہتی ہے۔ ہر وقت خوف سا رہتا ہے کہ کہیں کچھ ہو نہ جائے۔ یہ باتیں آپ کیوں سن رہے ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ وہ بندہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری کی۔ آج اللہ تعالیٰ نے اس کو خوف اور افلاس کا لباس پہنا دیا۔ سب کچھ ہونے کے باوجود بھی آج اس کے پاس کچھ نہیں ہے اور وہ روتا پھرتا ہے کہ دل خوف سے بھر گیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری کی جائے تو اللہ تعالیٰ بھوک تنگ اور خوف کا لباس پہنا دیتے ہیں۔

شکر کرنے کے طریقے

ہماری حالت یہ ہے کہ اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ سناؤ جی کام کیسا ہے؟ ہم جواب دیتے ہیں کہ بس جی گزارہ ہے۔ حالانکہ یہ وہ آدمی بات کر رہا ہوتا ہے جس کی کئی دکانیں ہیں' کئی مکانات ہیں' وہ اگر خود کھا پی لیتا ہے مگر اس کے پاس لاکھوں کی تعداد میں وافر مال پڑا ہوتا ہے' لاکھوں کی جائیداد کا مالک ہے۔ او خدا کے بندے! تیری زبان کیوں چھوٹی ہو گئی' تیری زبان سے کیوں تیرے رب کی تعریفیں ادا نہیں ہوتیں' اگر کوئی وزیر تیرے بچے کی نوکری لگوا دے تو جگہ جگہ اس کی تعریفیں کرتا پھرتا ہے کہ فلاں نے میرے بیٹے کی نوکری لگوا دی۔ ارے! اس بندے نے تجھ پر چھوٹا سا احسان کیا تو اتنا احسان مند ہوتا ہے' تیرے پروردگار کے تجھ پر کتنے احسانات ہیں تو اس کے احسانات کی تعریف نہیں کرتا۔ پوچھا بھی جاتا ہے سناؤ' کاروبار کیسا؟ او جی بس گزارہ ہے۔ تجھے چاہیے تو یہ تھا کہ یوں کہتا کہ میرے مولا کا کرم ہے۔ میری اوقات اتنی نہیں تھی جتنا رب کریم نے مجھے عطا کر دیا' میں تو اس قابل نہ تھا میں پروردگار کا کن الفاظ سے شکر ادا کروں۔ میرے دوستو! ہم اپنے رب کے گن گایا کریں' کہا کریں کہ پروردگار نے مجھ پر اتنا کرم کیا کہ یقیناً میں اس قابل نہ تھا' میں تو ساری زندگی سجدے میں پڑا رہوں تو بھی اس مالک کا شکر ادا نہیں کر سکتا' میں تو ساری زندگی اگر اس کی عبادت میں گزار دوں تو پھر بھی حق ادا نہیں کر سکتا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اس قسم کا جواب دیں جس سے پروردگار کی عظمتیں ظاہر ہوں اس کی تعریفیں ہوں کہ پروردگار نے ہم پر کتنے احسانات کیے' ہمیں اس کے شکر ادا کرنے کا سبق پھر سے پڑھنے کی ضرورت ہے۔ آپ غور کریں گے تو آپ کو اپنے گرد کتنی ہی نعمتیں ایسی نظر آئیں گی کہ آپ خود ہی کہیں گے کہ رب کریم کے مجھ پر کتنے احسانات ہیں۔ میں تو اس کا شکر بھی ادا نہیں کر سکتا۔

عیبوں کی پردہ پوشی

ارے دوستو! اور رب کریم نے ہم پر اتنی نعمتیں کیں کہ آج ہم دنیا کے اندر عزت بھری زندگی گزار رہے ہیں۔ رب کریم نے ہمیں چھپائے رکھا ہے۔ یہ پروردگار کا کتنا بڑا کرم ہے۔ جو ہم عزتوں کی زندگی گزارتے پھرتے ہیں یہ مولا کی صفت ستاری کا صدقہ ہے۔ اگر پروردگار اپنی ستاری کی چادر ہم پر نہ پھیلاتا، وہ اگر اپنے پردۂ رحمت کی چادر ہمارے اوپر نہ ڈال دیتا تو ہمارے عیب لوگوں کے اوپر کھل جاتے اور ہمارے اندر کے جذبات کو اگر مجسم کر کے لوگوں کے سامنے پیش کر دیا جاتا تو ہم ندامت سے چہرہ دکھا نہ سکتے اور سوچئے کہ ہمارے اندر کی کیفیتیں کیا ہیں اور اوپر سے لوگ ہمیں کیا سمجھتے ہیں۔ یہ جو عزتوں کی زندگی گزارتے پھرتے ہیں یہ بھی تو مولا کا کرم ہے کہ پروردگار نے ہمارے عیبوں پر پردہ ڈال دیا اور ہماری اچھی باتوں کو لوگوں کے سامنے پھیلا دیا آج لوگ تعریفیں کر رہے ہوتے ہیں۔

ہر وقت شکر خداوندی بجالایئے

آپ اکثر دیکھیں گے کہ ہم اپنی زبان میں گفتگو کرتے ہوئے الحمدللہ کا لفظ اکثر نہیں بولتے کوئی آ کے پوچھتا ہے، سناؤ جی! کیا حال ہے؟ ہم نے کبھی نہیں کہا، الحمدللہ میری صحت ٹھیک ہے الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خوبصورت گھر دیا، الحمدللہ اللہ نے بیٹا دیا، الحمدللہ میں نے کھانا کھایا، ہماری گفتگو میں الحمدللہ کا لفظ بہت کم استعمال ہوتا ہے۔ ارے! پروردگار کو خود فرمانا پڑا وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ "میرے بندوں میں سے تھوڑے شکر گزار بندے ہیں۔ سوچئے تو سہی کہ اس پروردگار کو یہ کہنا پڑا جس پروردگار کی نعمتیں تمام انسانوں پر ہیں، جو اپنوں کو بھی دیتا ہے اور پرایوں کو بھی دیتا ہے، وہ جو ایمان والوں کو بھی دیتا ہے اور کافروں کو بھی دیتا ہے۔

اسکے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر   تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

ایک کتا جس کو مالک خشک ٹکڑا ڈالتا ہے وہ اپنے مالک کا اتنا وفادار بنتا ہے کہ مالک کے گھر کا ساری رات جاگ کر پہرہ دیتا ہے۔ مالک کھانا کھا رہا ہوتا ہے تو یہ جوتوں میں بیٹھ کر مالک کو دیکھ رہا ہوتا ہے، مالک ہڈی پھینک دے تو خوشی سے کھا لیتا ہے، اگر کچھ نہ پھینکے تو صبر کے ساتھ رات وقت گزارتا ہے، اس کی زبان پر شکوے کے کلمات نہیں آتے۔ او بندے! تیرے پروردگار نے تجھے صبح، دوپہر، شام کھانے کو عطا کیا تو من مرضی کی غذا نہیں کھاتا ہے پھر کوئی چھوٹی موٹی ناگوار بات پیش آ جاتی ہے تو فوراً شکوے کرتا ہے کہ او جی ہم نے تو بڑی دعائیں مانگی ہیں سنتا نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آج ہمارے اندر تکبر اتنا بھر چکا ہے کہ ہم جب کہہ رہے ہوتے ہیں کہ اللہ ہماری سنتا نہیں تو دوسرے الفاظ میں ہم یوں کہہ رہے ہوتے ہیں اے اللہ! ہم نے (Planing) تو کرلی' پروگرام تو بنا لیا اب اے اللہ! اس پر عمل درآمد آپ جلدی جلدی کر دیجئے۔ ارے وہ پروردگار ہے' اس پروردگار کو ہم نے معاذ اللہ ملازم کی طرح سمجھا ہوا ہے کہ اب وہ اس پر عمل درآمد کر دے گا۔ اس پروردگار کی شان ہے کہ وہ چاہے تو بندوں کی دعاؤں کو قبول کر لے اور اگر وہ نہ چاہے تو اپنے انبیاء کی دعاؤں کو بھی رد کر دے' اسے کوئی روکنے والا نہیں' اگر وہ چاہے تو فاسق و فاجر کی دعاؤں کو قبول کر لے وہ بے نیاز ذات ہے۔

اس کی شان بے نیازی کا اظہار ہوتا ہے تو بلعم باعور کی ۵۰۰ سال کی عبادت کے باوجود اس کو پھٹکار کے رکھ دیتے ہیں اور جب اس کی رحمت کی ہوا چلتی ہے تو فضیل بن عیاض جو ڈاکوؤں کے سردار تھے' رب کریم اس کو وہاں سے اٹھا کر ولیوں کا سردار بنا کے رکھ دیتے ہیں' پروردگار بے نیاز ذات ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کبھی اس کی بے نیازی کا مظاہرہ ہو' پھر تو ہم تگنی کا ناچ ناچتے پھریں گے۔ یاد رکھنا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی سے ناراض ہوتے ہیں تو پگڑیاں اچھل جاتی ہیں۔ دوپٹے اتر جاتے ہیں' پھر انسان گھر بیٹھے بٹھائے ذلیل ہو جاتا ہے' بڑی بڑی عزتوں والے لوگوں کو چہرہ دکھانے کے قابل نہیں رہتے۔ پروردگار ناراض نہ ہو' اگر ناراض ہو جائے تو چلتے پھرتے بھی وہ بندہ مرا پھرتا ہے اس کے اندر کا انسان زندہ نہیں ہوتا۔ لوگ خود کہتے ہیں کہ اب تو ہم اتنے ذلیل ہو گئے کہ مرے پھرتے ہیں' ہماری زندگی بھی کوئی زندگی ہے۔

پروردگار کبھی ناراض نہ ہو' یہ دعائیں مانگا کرو' رب کریم! راضی رہنا' ہم پر مہربانی فرماتے رہنا' ہماری ان کوتاہیوں کی وجہ سے کہیں ہم سے ناراض نہ ہو جانا۔ جب کریم کی رحمت کی نظر ہٹ جاتی ہے تو پھر بندے کی کشتی ہچکولے کھانے لگ جاتی ہے۔ پھر تو ایمان کی حفاظت مشکل ہوتی ہے۔ پھر تو انسان کو اپنی عزت کی حفاظت مشکل ہوتی ہے۔ ہمیں چاہئے کہ جو نعمتیں اس نے دیں ان کا شکر ادا کریں اور جو ہمارے پاس نعمتیں نہیں ہیں ہم ان کو اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہیں' اس کا دروازہ کھٹکھٹاتے رہیں۔ ایک وقت آئے گا کہ رب کریم اس دروازے کو کھولے گا اور ہمیں وہ نعمتیں بھی عطا فرما دے گا۔ لہٰذا اس سبق کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کی ضرورت ہے جب ہم شکر ادا کرنا سیکھ لیں گے تو اللہ رب العزت اپنی نعمتوں کو اور زیادہ کر دیں گے اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا کی نعمتوں سے بھی مالا مال فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ ہمیں روحانی نعمتوں سے بھی مالا مال فرمائیں گے۔ (از خطبات فقیر)

نسخہ 38

معاملات درست رکھئے

فقہ کی ایک مشہور کتاب ہے جو ہمارے تمام مدارس میں پڑھائی جاتی ہے، اور اس کتاب کو پڑھ کر لوگ عالم بنتے ہیں۔ اس کا نام ہے "ھدایہ" اس کتاب میں طہارت سے لے کر میراث تک شریعت کے جتنے احکام ہیں، وہ سب اس کتاب میں جمع ہیں۔

اس کتاب کی چار جلدیں ہیں، پہلی جلد عبادات سے متعلق ہے جس میں طہارت کے احکام، نماز کے احکام، زکوۃ، روزے، اور حج کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔ اور باقی تین جلدیں معاملات یا معاشرت کے احکام سے متعلق ہیں۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ دین کے احکام کا ایک چوتھائی حصہ عبادات سے متعلق ہے اور تین چوتھائی حصہ معاملات سے متعلق ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان معاملات کا یہ مقام رکھا ہے کہ اگر انسان روپے پیسے کے معاملات میں حلال و حرام کا اور جائز و ناجائز کا امتیاز نہ رکھے تو عبادات پر بھی اسکا اثر یہ واقع ہوتا ہے کہ چاہے وہ عبادات ادا ہو جائیں لیکن انکا اجر و ثواب اور ان کی قبولیت موقوف ہو جاتی ہے، دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سامنے بڑی عاجزی کا مظاہرہ کر رہے ہوتے ہیں اس حال میں کہ ان کے بال بکھرے ہوئے ہیں، گڑگڑا کر اور رو رو کر پکارتے ہیں کہ یا اللہ! میرا یہ مقصد پورا کر دیجئے، فلاں مقصد پورا کر دیجئے، بڑی عاجزی سے، الحاح و زاری کے ساتھ یہ دعائیں کر رہے ہوتے ہیں، لیکن کھانا ان کا حرام، پینا ان کا حرام، لباس ان کا حرام، اور ان کا جسم حرام آمدنی سے پرورش پایا ہوا، فانی یستجاب له الدعاء ایسے آدمی کی دعا کیسے قبول ہو؟ ایسے آدمی کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

ملکیت متعین ہونی چاہئے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہ ہے کہ معاملات چاہے بھائیوں کے درمیان ہوں، باپ بیٹے کے درمیان ہوں، شوہر اور بیوی کے درمیان ہوں۔ وہ معاملات بالکل صاف اور بے غبار ہونے چاہئیں اور ان میں کوئی غبار نہ ہونا چاہئے۔ اور ملکیتیں آپس میں متعین ہونی چاہئیں

کہ کونسی چیز باپ کی ملکیت ہے اور کونسی چیز بیٹے کی ملکیت ہے۔ کونسی چیز شوہر کی ملکیت ہے اور کونسی چیز بیوی کی ملکیت ہے۔ کونسی چیز ایک بھائی کی ہے اور کونسی چیز دوسرے بھائی کی ہے۔ یہ ساری بات واضح اور صاف ہونی چاہئے۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہے۔ چنانچہ اہل عرب کا محاورہ ہے۔ تعاشروا کالاخوان، تعاملوا کالاجانب۔

یعنی بھائیوں کی طرح رہو، لیکن آپس کے معاملات اجنبیوں کی طرح کرو۔ مثلاً اگر قرض کا لین دین کیا جارہا ہے تو اس کو لکھو کہ یہ قرض کا معاملہ ہے، اتنے دن کے بعد اس کی واپسی ہوگی۔

آج ہمارا سارا معاشرہ اس بات سے بھرا ہوا ہے کہ کوئی بات صاف ہی نہیں۔ اگر باپ بیٹوں کے درمیان کاروبار ہے تو وہ کاروبار ویسے ہی چل رہا ہے، اس کی کوئی وضاحت نہیں ہوتی کہ بیٹے باپ کے ساتھ جو کام کر رہے ہیں وہ آیا شریک کی حیثیت میں کر رہے ہیں، یا ملازم کی حیثیت میں کر رہے ہیں، یا ویسے ہی باپ کی مفت مدد کر رہے ہیں، اس کا کچھ پتہ نہیں۔ مگر تجارت ہو رہی ہے، دکانیں قائم ہو رہی ہیں، دکانیں بڑھتی جارہی ہیں، مال اور جائیداد بڑھتا جارہا ہے۔ لیکن یہ پتہ نہیں ہے کہ کس کا کتنا حصہ ہے۔ اگر ان سے کہا بھی جائے کہ اپنے معاملات کو صاف کرو، تو جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ تو غیریت کی بات ہے۔ بھائیوں بھائیوں میں صفائی کی کیا ضرورت ہے؟ یا باپ بیٹوں میں صفائی کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب شادیاں ہو جاتی ہیں اور بچے ہو جاتے ہیں، اور شادی میں کسی نے زیادہ خرچ کر لیا اور کسی نے کم خرچ کیا۔ یا ایک بھائی نے مکان بنا لیا اور دوسرے نے ابھی تک مکان نہیں بنایا۔ بس اب دل میں شکایتیں اور ایک دوسرے کی طرف سے کینہ پیدا ہونا شروع ہو گیا، اور اب آپس میں جھگڑے شروع ہو گئے کہ فلاں زیادہ کھا گیا اور مجھے کم ملا۔ اور اگر اسی دوران باپ کا انتقال ہو جائے تو اس کے بعد بھائیوں کے درمیان جو لڑائی اور جھگڑے ہوتے ہیں وہ لامتناہی ہوتے ہیں، پھر ان کے حل کا کوئی راستہ نہیں ہوتا۔

نسخہ 39

ناگوار امور کا نصاب.... صبر

بے صبری...... بے فائدہ

بے صبری..... خواہ کسی بھی معاملہ میں ہو بے فائدہ ہے لہٰذا جب بھی کوئی خلاف طبیعت ناگوار بات سامنے آئے یا خوش گوار واقعہ پیش آئے یا پھر حالات ناساز گار رہوں تو صبر کا دامن نہ چھوٹنے پائے بلکہ تقدیر کے فیصلہ پر دل سے راضی رہنا اور صبر کرنا ہی مسلمان کی شایان شان ہے اور یہی حکم خداوندی ہے کہ اے ایمان والو اور طلب کرو صبر اور نماز کے ساتھ بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور از روئے حدیث ایمان کے دو حصوں میں سے ایک حصہ صبر کا ہے اور دوسرا شکر کا ہے اس لئے ہر لمحہ انسان کو خوشی نصیب ہوتی ہے یا غمی، ہر آنے والا لمحہ یا موافق طبیعت ہوگا یا خلاف طبیعت، پہلی حالت میں شکر واجب ہے اور دوسری میں صبر واجب ہے اس لحاظ سے شکر کے بھی بیشمار مواقع پیش آتے ہیں اور صبر کے بھی، اس وقت اس مختصر تحریر میں اگرچہ روئے سخن صبر کی طرف ہے لیکن اس کے تمام واقعات کا ذکر مقصود نہیں بلکہ ایک خاص موقع پر صبر کی طرف مبذول کرانا مقصود ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان کے گھریلو حالات بدلتے رہتے ہیں کبھی فراوانی ہوتی ہے تو کبھی بے سروسامانی، کبھی کھانے کو عمدہ ولذیذ کھانے میسر ہوتے ہیں تو کبھی دال تک نہ دارد چنانچہ ایسے الٹ پھیر کے ایام میں خواتین کو بجائے بے صبری کے رضا بالقضاء کا مظاہرہ کرنا چاہئے یعنی اپنے شوہر کے ساتھ اسی طرح خوش رہنا چاہئے کہ جیسے عیش و عشرت کے دور میں خوش رہتی ہیں اور شوہر کو تکلیف دینے، مطالبے کرنے اور اس کی پریشانی میں اضافہ کرنے کی بجائے تسلی دینا بھی اچھی اور مثالی بیوی کی صفت ہے اور ذیل میں اسی قسم کی ایک بزرگ کی بیوی کا واقعہ بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ واقعات میں بھی اللہ تعالیٰ نے بہت تاثیر رکھی ہے۔

چنانچہ روایت ہے کہ حضرت حبیب عجمی کی بی بی بد خلق تھیں ایک دن شوہر سے کہنے لگیں اگر اللہ تعالیٰ تمہارے پاس کوئی فتوحات (مال وغیرہ) نہیں بھیجتا تو پھر مزدوری کر لو تا کہ گھر میں

اخراجات پورے ہوں حضرت اہلیہ کی بات سن کر جنگل میں تشریف لے گئے اور دن بھر عبادت الٰہی میں مصروف رہ کر شام کو گھر تشریف لے گئے مگر گھر داخل ہوتے ہی اہلیہ نے ایک ہی سوال کیا کہ مزدوری کہاں ہے؟ فرمایا کہ میں جس آقا کا مزدور ہوں وہ بے حد سخی ہے اس سے مزدوری کا سوال کرتے ہوئے مجھے حیا آتی ہے چنانچہ کئی دن تک یونہی سلسلہ سوال و جواب کا چلتا رہا یہاں تک کہ اہلیہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور وہ اپنے شوہر کی بات کو نہ سمجھ سکی بالآخر ایک دن مطالبہ کیا کہ یا تو اپنے آقا سے مزدوری کا مطالبہ کرو یا پھر کسی اور کی ملازمت و مزدوری کرو۔ کہا کہ اچھا آج مزدوری لاؤں گا حسب سابق دن بھر جنگل میں عبادت میں مصروف رہ کر جب شام کو لوٹے تو انتہائی پریشان اور رنجیدہ خاطر تھے کہ بیوی کو کیا جواب دوں گا؟

اسی پریشانی کے عالم میں جب گھر داخل ہوئے تو حیران انگشت بدندان رہ گئے کہ گھر کا نقشہ بدلا ہوا ہے خوشبو میں رونیاں پک رہی ہیں اور اہلیہ محترمہ خوش و خرم، ہشاش بشاش شوہر کو دیکھتے ہی کہنے لگی واقعی آپ جس کی مزدوری کرتے ہیں وہ آقا بے انتہا سخی ہے اور اس نے ہم سے اپنی سخاوت کے مطابق معاملہ کیا ہے اور تمہارے مستاجر نے کریموں کی سی اجرت روانہ کی ہے اور اس کے قاصد نے پیغام دیا کہ حبیب سے کہو کہ عمل میں زیادہ کوشش کرو اور یہ نہ سمجھو کہ ہم نے اجرت میں جو تاخیر کی ہے وہ اس لئے کہ ہمارے پاس کچھ ہے نہیں اور نہ یہ بات ہے کہ ہم بخیل ہیں۔ تم اپنی آنکھیں ٹھنڈی اور دل خوش رکھو، پھر بیوی نے چند توڑے دیناروں کے بھرے ہوئے رکھائے جنہیں دیکھ کر حضرت بہت روئے اور پھر بیوی کو حقیقت سے آگاہ کیا کہ یہ اجرت اللہ تعالیٰ نے بھجوائی ہے اور بیوی کو آگاہ کیا کہ یہ اس کی بے صبری کا نتیجہ ہے یہ سن کر بیوی نے اپنی بے صبری سے توبہ کی آئندہ شوہر کو ایسی تکلیف نہیں دے گی (قصص الاولیاء) بہرحال بے صبری اللہ کو ناپسند ہے اگر گھر میں کھانے پینے رہنے سہنے کی تکلیف ہو تو بجائے شوہر کو ستانے یا پریشان کرنے کے اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلائے جائیں تو اس سے ان شاء اللہ اطمینان و سکون حاصل ہو جائے گا۔

صبر کی عادت اہم عبادت

بزرگان دین نے بالکل صحیح فرمایا ہے کہ "صبر" ہزار عبادتوں کی ایک عبادت ہے۔ جس سے انسان روحانی اعتبار سے ترقی کر کے کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے۔

اور اس "صبر" کی عبادت کیلئے یہ ضروری نہیں کہ کوئی بڑا صدمہ یا بڑی تکلیف پیش آئے

تبھی انسان صبر کرے اور اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ کہے بلکہ روز مرہ کی زندگی میں جو چھوٹی چھوٹی باتیں طبیعت کے خلاف پیش آتی رہتی ہیں ان پر بھی پڑھنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یعنی جب تم میں سے کسی کو کوئی تکلیف پہنچے تو اسے چاہئے کہ وہ یہ کہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ یا اللہ میں اس تکلیف پر ثواب کا طلب گار ہوں۔ مجھے اس پر اجر عطا فرمایئے اور اس کی جگہ مجھے کوئی اس سے بہتر چیز عطا فرمایئے (ابوداؤد باب الاسترجاع)

نیز حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چراغ گل ہو گیا تو آپ نے اس پر بھی اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹی سے چھوٹی تکلیف پر بھی انا للہ پڑھنا چاہئے اور اس طرح روز مرہ پیش آنے والے چھوٹے چھوٹے ناگوار واقعات پر ہر مرتبہ "صبر" کی عبادت کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ چلتے چلتے پاؤں میں کانٹا لگ گیا۔ دامن کسی چیز سے الجھ گیا۔ پاؤں پھسل گیا گھر میں بجلی چلی گئی۔ کسی ناگوار واقعے کی خبر کان میں پڑ گئی کوئی چیز گم ہو گئی۔ غرض اس جیسے ہر موقع پر انا للہ پڑھتے رہنا چاہئے اور ایک مرتبہ دل میں اس بات کا اعتقاد جما لینا چاہئے کہ ہر ناگوار واقعے کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی کوئی نہ کوئی حکمت ہے۔ بس اسی کا نام "صبر" ہے اور اس پر مسلسل بے حساب اجر ملتا رہتا ہے۔

ایک اور بات یہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جس طرح کسی صدمے کے موقع پر بے اختیار رو دینا "صبر" کے خلاف نہیں ہے اسی طرح کسی تکلیف کے موقع پر اس تکلیف کو دور کرنے کی کوشش کرنا بھی "صبر" کے خلاف نہیں۔ مثلاً بیماری آئی تو اس کا علاج کرنا "صبر" کے خلاف نہیں۔ بے روزگاری ہوئی تو روزگار کی تلاش میں صبر کے منافی نہیں۔ بلکہ یہ تمام کوششیں بھی کرتے رہنا چاہئے اور تکلیف دور ہونے کی دعا بھی۔ بلکہ تکلیف کی شدت میں کراہنا بھی صبر کے خلاف نہیں۔

صبر کا پھل

حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ ایک ناسور پھوڑے کے اندر تیس سال مبتلا رہے ہیں جو پہلو میں تھا وہ چت لیٹے رہتے تھے کروٹ نہیں لے سکتے تھے۔ یعنی تیس برس تک چت لیٹے کھانا بھی پینا بھی عبادت کرنا بھی تقاضائے حاجت کرنا بھی۔

آپ اندازہ کیجئے تیس برس ایک انسان ایک پہلو پر پڑا رہے اس پر کتنی عظیم تکلیف

ہو گی؟ کتنی بڑی بیماری ہے؟ یہ تو بیماری کی کیفیت تھی۔ لیکن چہرہ اتنا بشاش بشاش کہ کسی تندرست کو وہ چہرہ میسر نہیں لوگوں کو حیرت ہوتی کہ بیماری اتنی شدید کہ برس گزر گئے کروٹ نہیں بدل سکتے اور چہرہ دیکھو تو ایسا کھلا ہوا کہ تندرستوں کو بھی میسر نہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت! یہ کیا بات ہے کہ بیماری تو اتنی شدید ہے اور آپ کے چہرے پر اتنی بشاشت اور تازگی کہ کسی تندرست کو بھی نصیب نہیں؟ فرمایا:

جب بیماری میرے اوپر آئی میں نے صبر کیا۔ میں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے لئے عطیہ ہے اس نے میرے لئے یہی مصلحت سمجھی۔

میں بھی اس پر راضی ہوں۔ اس صبر کا اللہ نے مجھے یہ پھل دیا کہ میں اپنے بستر پر روزانہ ملائکہ علیہم السلام سے مصافحہ کرتا ہوں۔ مجھے عالم غیب کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔ غیب میرے اوپر کھلا ہوا ہے۔ تو جس بیمار کے اوپر عالم غیب کا انکشاف ہو جائے۔ ملائکہ کی آمد و رفت محسوس ہونے لگے اسے مصیبت ہے کہ وہ تندرستی چاہے؟ اس کے لئے تو بیماری ہزار درجے کی نعمت ہے۔ حاصل یہ کہ اسلام کی یہ خصوصیت ہے کہ اس نے تندرست کو تندرستی میں تسلی دی۔ بیمار کو کہا کہ تیری بیماری اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے تو اگر اس میں صبر اور احتساب کرے اور اس حالت پر صابر اور راضی رہے گا تیرے لئے بہت سی درجات ہیں۔ (خطبات حکیم الاسلام)

اللہ والوں کی راحت کا راز

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

کہ ساری پریشانیوں کا مدار یہی تجویز ہے کہ انسان اپنے لئے یا اپنے متعلقین کے لئے ایک خیال پکا کر لیتا ہے کہ یہ لڑکا ضرور بے اور تعلیم یافتہ ہو اور اس کی اتنی تنخواہ ہو۔ پھر وہ ہماری خدمت کرے اور اسی طرح یہ مال ہمارے پاس رہے۔ اس میں یوں ترقی ہو اور اتنا نفع ہو اسی طرح شیخ چلی کی طرح ہر چیز کے متعلق کچھ نہ کچھ منصوبے تجویز کرتے جاتے ہیں۔ اگر پہلے سے کوئی تجویز نہ ہو تو پریشانی بھی پاس نہ پھٹکے۔ اس لئے اہل اللہ سب سے زیادہ آرام اور راحت و مسرت میں ہیں

نسخہ 40

فکر... تدبر اور شکر

ہر آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے دل و دماغ سے نوازا ہے وہ اپنی زندگی اور ارد گرد کے حالات پر بغور نظر ڈالے تو اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ میں سر سے پاؤں تک اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور و فکر کرنا ایک مستقل عبادت ہے جس سے شکر کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور شکر کی جزا جنت ہے۔ لہٰذا اپنی زندگی کو سکون و راحت کا گہوارہ بنانے کیلئے ذیل کے مضمون کا مطالعہ ناگزیر ہے۔

فکر، تدبر اور شکر

اللہ کی نعمتوں کو دیکھئے، پھر سوچئے کہ آپ کتنی نعمتوں میں ہیں۔

اوپر نیچے، دائیں بائیں، آگے پیچھے نعمتیں ہی نعمتیں ہیں۔ بدن میں صحت، وطن میں امن، حلال کھانا پینا، موافق آب و ہوا کا موجود ہونا گویا پوری دنیا کا مل جانا ہے۔

آپ کو معلوم بھی نہیں پوری زندگی آپ کے پاس ہے۔ آنکھیں، زبان، ہاتھ، پاؤں کس قدر محیر العقول بڑی نعمتیں ہیں۔ کیا آپ اس چیز کو آسان سمجھتے ہیں کہ آدمی پاؤں پر چلتا ہے، کتنے لوگ ہیں جو اس نعمت سے محروم ہیں۔ (فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ) کہ اب جاؤ کس کس نعمت کو آپ جھٹلاؤ گے۔ آپ راحت کی نیند سوئے ہوئے ہیں جبکہ کتنی آنکھیں ہیں جو درد یا مصیبت کی وجہ سے جاگ رہی ہیں۔ آپ نے اپنا معدہ لذیذ غذا سے بھر لیا ہے جبکہ کتنے لوگ ہیں جنہیں بیماری یا مفلسی نے کھانے سے روک رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قوت سماعت دی ہے، کتنے لوگ ہیں جو بظاہر درست کانوں والے ہیں، لیکن سماعت سے محروم ہیں۔ آنکھیں خدائی قدرت کی عظیم نشانیاں ہیں جس میں خودکار ہزاروں، لاکھوں کیمرے نصب ہیں جن کے ذریعے ہم دیکھتے ہیں۔

اپنے ارد گرد دیکھئے کہ کتنے لوگ آنکھوں کی بینائی سے محروم ہیں۔ اگر کوئی آپ سے کہے کہ احد پہاڑ کی مقدار میں سونا لے لو اور مجھے ایک آنکھ دیدو تو کیا آپ راضی ہو سکتے ہیں؟ لہٰذا سوچئے

آپ کتنی بڑی بڑی نعمتوں کے مالک ہیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے مومن کے حال پر تعجب ہوتا ہے کہ اس کا ہر حال خیر ہی خیر ہے۔ اسے کوئی بھلائی میسر آتی ہے اور وہ اس پر شکر کرتا ہے تو اس کے لئے خیر ہے۔ اگر کوئی تکلیف یا آفت پہنچتی ہے اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو وہ بھی اس کے لئے خیر ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔ قیامت کے دن جنت میں سب سے پہلے ان لوگوں کو بلایا جائے گا جو راحت و تکلیف (ہر حالت) میں اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

شکر

اللہ تعالیٰ کی ان گنت نعمتیں ہر آن انسان پر مبذول رہتی ہیں، یہ نعمتیں اتنی زیادہ ہیں کہ ان کا شمار ممکن نہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا

اور اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو ان کو ٹھیک ٹھیک شمار نہ کر سکو گے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ اگر دوسری نعمتوں کو چھوڑ دیا جائے تو صرف زندگی کی نعمت اتنی بے حساب ہے کہ ہر سانس میں دو نعمتیں پنہاں ہیں۔ سانس کا اندر جانا ایک نعمت اور باہر آنا دوسری نعمت ہے۔ کیونکہ اگر سانس اندر جائے اور باہر نہ آئے تو مصیبت ہے اور باہر آئے اندر نہ جائے تو دوسری مصیبت ہے چنانچہ ہر سانس پر انسان کو دو نعمتیں ملتی ہیں اور ہر نعمت شکر کا تقاضا کرتی ہے۔ لہٰذا اگر ہر سانس پر آدمی ایک بار شکر ادا کرے تب بھی صرف سانس کی نعمت کا شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ دوسری بے شمار نعمتوں کا تو کیسے شکر ادا ہو سکتا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ٹھیک ٹھیک شکر ادا کرنا تو انسان کے بس سے باہر ہے لیکن کثرت سے شکر ادا کرتے رہنا ایک انتہائی محبوب عمل ہے جس پر بے حساب ثواب بھی ملتا ہے۔ نعمتوں میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق اور محبت میں بھی ترقی ہوتی ہے۔

انسان پر شیطان کا سب سے پہلا حملہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اسے ناشکری میں مبتلا کر دیتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے کہ جب شیطان کو قیامت تک جینے کی مہلت مل گئی تو اس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے اس ارادے کا اظہار کیا کہ میں آپ کے بندوں کو بہکاؤں گا اور ہر سمت سے ان پر حملہ آور ہوں گا۔

شیطان کی سب سے بڑی خواہش اور کوشش یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو شکر کی عبادت سے محروم کر کے انہیں ناشکرا بنا دے اس کے برخلاف جو بندہ شکر گزار بننے کا تہیہ کر لے۔ اس پر شیطان کا داؤ نہیں چلتا۔

نسخہ 41

شر و فتن میں لائحہ عمل

ایک مسلمان کیلئے معاشرہ میں مروج شر و فتن سوہان روح کی حیثیت رکھتے ہیں۔
جن پر وہ ہر روز مرتا اور کڑھتا رہتا ہے۔ اسے جہاں اپنے ایمان کی فکر رہتی ہے۔
وہاں اپنی اولاد، متعلقین و ماتحت افراد کے ایمان کی بھی فکر ہوتی ہے۔ ان حالات
میں وہ بسا اوقات سکون دل کی دولت بھی لٹا بیٹھتا ہے۔ ذیل میں موجودہ شر و فتن
کے متعلق اہم مضمون دیا جاتا ہے جو اپنے موضوع پر اپنی مثال آپ ہے۔
شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں۔

ایک حدیث ہے جسے اگر کوئی شخص آج سے پچیس تیس سال پہلے پڑھتا تو اس کا ٹھیک ٹھیک مطلب پوری طرح سمجھ میں نہ آتا، لیکن آج اس کی سچائی کو کھلی آنکھوں دیکھا جا سکتا ہے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم دیکھو کہ مکہ مکرمہ کا پیٹ چیر کر نہروں جیسی چیزیں بنادی گئی ہیں اور مکہ کی عمارتیں پہاڑوں کی چوٹیوں کے برابر اونچی ہو گئی ہیں تو سمجھ لو کہ معاملہ تمہارے سر پر آ گیا ہے اس لئے سنبھل کر رہو۔ (مجمع الحدیث)

یہ حدیث صدیوں سے حدیث کی کتابوں میں نقل ہوتی آ رہی ہے لیکن اس کو پڑھنے والے یہ بات پوری طرح سمجھ نہیں سکتے تھے کہ مکہ مکرمہ کا پیٹ چیرنے کا کیا مطلب ہے؟ اور اس کا پیٹ چیر کر "نہروں جیسی چیزیں" کیسے بنادی جائیں گی؟ لیکن آج جس شخص کو بھی مکہ مکرمہ کی زیارت کا موقع ملا ہے وہ دیکھ سکتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں واقع کتنے پہاڑوں اور چٹانوں کے پیٹ چیر کر زمین دوز راستے اور سرنگیں بنادی گئی ہیں، آج مکہ مکرمہ کے شہر میں ان سرنگوں کا کیسا جال بچھا ہوا نظر آتا ہے اور ان میں نہروں کی طرح شفاف سڑکوں پر کس طرح ٹریفک رواں دواں ہے۔ اس کے علاوہ مکہ مکرمہ کی عمارتیں نہ صرف پہاڑ کی چوٹیوں کے برابر ہو گئی ہیں بلکہ بعض جگہ ان سے بھی اونچی چلی گئی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ایک ایسے ماحول میں ارشاد فرمائی تھی جب نہ زمین دوز راستوں کا کوئی

تصور تھا نہ یہ سوچا جا سکتا تھا کہ انسان کی بنائی ہوئی عمارتیں پہاڑ کی چوٹیوں کے برابر بلند ہو سکتی ہیں، اس ماحول میں اتنے وثوق کے ساتھ یہ باتیں کہنا تصورات یقیناً وہ سچا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہی کہہ سکتا ہے جس کی قوت بینائی زمان و مکان کی قیود سے ماورا ہوتی ہے، صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں فتنوں کے زمانے کے حالات کی پیشگی خبر دی وہاں مختلف قسم کے فتنوں کے برے اثرات سے بچنے کے لئے وہ بنیادی نکات بھی بیان فرما دیئے کہ اگر کوئی شخص ان کی پابندی کرلے تو کم از کم وہ اپنے آپ کو ان برے اثرات سے بچا سکتا ہے، اور اگر ان پر عمل کرنے والوں کی تعداد رفتہ رفتہ بڑھتی جائے تو یہی نکتے ان فتنوں کا اجتماعی علاج بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔

بعض احادیث سے یہ اشارے ملتے ہیں کہ مسلمانوں میں قتل و غارت گری اور باہمی خونریزی کا فتنہ درحقیقت بدعملی اور گمراہی کے فتنے کا نتیجہ ہوتا ہے، یعنی جب مسلمانوں میں بدعملی پھیلتی ہے تو اس کا نتیجہ مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی اور نااتفاقی کی صورت میں نکلتا ہے اس کو ان برے اعمال کا ذاتی اثر کہہ لیجئے یا بداعمالیوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تازیانہ، لیکن ہوتا یہی ہے کہ جب مسلمان اپنے فکر و عمل میں قرآن و سنت کے بتائے ہوئے راستے سے ہٹتے ہیں تو وہ آپس کی لڑائیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں، مسلمانوں کی پوری تاریخ اس صورت حال کی گواہی دیتی ہے۔

جب مسلمانوں میں باہمی خانہ جنگی کا فتنہ کھڑا ہو، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے ہدایت یہ عطا فرمائی کہ اگر مسلمانوں کا کوئی مسلم سربراہ موجود ہو، اس کا برحق ہونا واضح ہو، اور دوسرا فریق اس کے خلاف واضح بغاوت کر رہا ہو تو تم اس سربراہ کا ساتھ دو، اور باغی کے فتنے کو فرو کرنے کی کوشش کرو، لیکن اگر کوئی مسلم سربراہ موجود نہ ہو، یا اس کا برحق ہونا واضح نہ ہو اور جو فریق آپس میں لڑ رہے ہیں ان کے بارے میں یہ طے کرنا مشکل ہو کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر؟ تو ایسی صورت میں تم ہر فریق سے کنارہ کشی اختیار کر کے سب سے الگ تھلگ ہو جاؤ اور کسی فریق کا ساتھ نہ دو، بخاری اور مسلم کی ایک صحیح حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

"کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو جہنم کے دروازوں کی طرف دعوت دیں گے (یعنی ان کی دعوت ایسی گمراہی پر مشتمل ہوگی جو جہنم کی طرف لے جانے والی ہے) جو شخص انکی دعوت کو قبول کرے گا، وہ اسے جہنم میں پھینک دیں گے، (حدیث کے راوی کہتے ہیں) میں نے کہا یا رسول اللہ! اگر میں وہ زمانہ پاؤں تو میرے لئے آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسلمانوں کی اکثریت اور ان کے امام (سربراہ) کے ساتھ وابستہ رہنا" میں نے عرض کیا، "اگر مسلمانوں کی نہ کوئی

اکثریتی جماعت ہو نہ امام (یعنی برحق سربراہ) تو پھر میں کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "پھر ایسے میں ان تمام فرقوں (پارٹیوں یا گروہوں) سے مکمل علیحدگی اختیار کرلینا" (جامع الاصول)

اسی قسم کی صورت حال کو بعض احادیث میں "اندھے بہرے فتنے" سے تعبیر کیا گیا ہے، اور اس میں بھی خاص طور پر جہاں باہمی خونریزی کی بنیاد نسلی یا لسانی عصبیت ہو، اس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی سخت الفاظ میں مذمت فرمائی ہے، ایک حدیث میں فرمایا:

"جو شخص کسی اندھے جھنڈے کے نیچے اس حالت میں مارا گیا کہ وہ عصبیت کی دعوت دے رہا ہو یا عصبیت کی مدد کر رہا ہو تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے" (صحیح مسلم حدیث:۱۸۵۰)

ایک اور موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو عصبیت کی دعوت دے وہ ہم میں سے نہیں، جو عصبیت کی خاطر لڑے، وہ ہم میں سے نہیں، جو عصبیت کی حالت میں مرے وہ ہم میں سے نہیں" (ابوداؤد)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عصبیت کا صحیح مطلب بھی صاف صاف بیان فرمایا جس کی مذمت فرمائی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ! عصبیت کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"عصبیت یہ ہے کہ تم ناحق کام میں اپنی قوم کی مدد کرو" (ابوداؤد)

ایک مرتبہ ایک مہاجر اور ایک انصاری کے درمیان ہاتھا پائی ہوگئی، مہاجر نے مدد کے لئے مہاجرین کو پکارا، اور انصاری نے انصار کی دہائی دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ

"یہ زمانۂ جاہلیت جیسے نعرے کیوں لگاتے ہو؟ لوگوں نے جھگڑے کا سبب بتایا، کہ ایک مہاجر نے ایک انصاری کو لات ماردی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان عصبیت کے نعروں کو چھوڑ دو، یہ بدبودار ہیں" (صحیح بخاری)

اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ "ہر شخص کو اپنے بھائی کی مدد کرنی چاہئے اگر وہ ظالم ہو تو اسے ظلم سے روک کر اور اگر مظلوم ہو تو اس سے ظلم دور کرکے" (فتح الباری، ۸:۶۴۹) مطلب یہ تھا کہ جہاں ظلم ہو رہا ہو وہاں ظلم دور کرنے کی کوشش اور اس کے لئے لوگوں کو دعوت دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اسے ایک نسلی اور گروہی نعرہ بنا کر عصبیت کی راہ ہموار کرنا قابل مذمت ہے اور جو ذہنیت اسے عصبیت کا رنگ دیتی ہے وہ بدبودار ذہنیت ہے۔

اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا کہ ظلم یا انصاف کسی خاص قوم، نسل یا گروہ کی خصوصیت نہیں ہوتی، ہر قوم یا نسل میں ظالم بھی ہوتے ہیں، مظلوم بھی، منصف مزاج بھی ہوتے ہیں اور ہٹ دھرم بھی، برحق بھی ہوتے ہیں اور ناحق بھی۔ آواز ظلم کے خلاف اٹھاؤ، کسی خاص قوم یا نسل کے خلاف نہیں، مدد مظلوم کی کرو، کسی خاص نسل یا قوم کے نام سے نہیں، بلکہ اس کی مظلومیت کے عنوان سے۔ ظالم خواہ اپنی نسل کا ہو اس کے ظلم کی مذمت کر کے ظلم کو روکو، اور مظلوم خواہ دوسری نسل کا ہو، اس کی مدد کرو، لیکن جہاں حق و ناحق اور ظلم و انصاف سے قطع نظر محض رنگ و نسل کی بنیاد پر نعرے لگا کر جنگ جاری ہو، عصبیت کا اندھا جھنڈا اٹھالیا گیا ہو، اور کسی بھی طرف حق واضح نہ ہو وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف ہدایت یہ دی ہے کہ تمام فریقوں سے کنارہ کشی اختیار کرو، یعنی نہ صرف یہ کہ کسی فریق کا ساتھ نہ دو، بلکہ گوشہ نشینی اختیار کرلو، متعدد احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایات بڑی تاکید کے ساتھ دی ہیں، اور مندرجہ ذیل الفاظ استعمال فرمائے ہیں:

"اپنے گھروں کی ٹاٹ بن جاؤ" (یعنی بلا ضرورت گھر سے ہی نہ نکلو)

"اپنی کمانیں توڑ دو، تانتیں کاٹ دو، اور گھر میں بیٹھ جاؤ۔"

"اپنی زبان اور ہاتھ دونوں کو سنبھال کر رکھو"

ایسے فتنے میں بیٹھا ہوا شخص کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا، کھڑا شخص چلتے ہوئے سے بہتر ہوگا، اور چلتا ہوا شخص بھاگتے ہوئے سے بہتر ہوگا، جو شخص ایسے فتنے کو (محض تماشے کیلئے) جھانک کر بھی دیکھنا چاہے گا فتنہ اسے اچک کر لے جائے گا۔ (جامع الاصول)

"قتل و غارت گری کے اس دور میں (فتنے سے علیحدہ رہ کر) عبادت میں مشغول ہو جانے کا ثواب ایسا ہے جیسے کوئی شخص (دارالکفر سے) ہجرت کر کے مجھ سے آملے" (صحیح مسلم)

اکثریتی جماعت ہو نہ امام (یعنی برحق سربراہ) تو پھر میں کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "پھر ایسے میں ان تمام فرقوں (پارٹیوں یا گروہوں) سے مکمل علیحدگی اختیار کر لینا" (جامع الاصول)

اسی قسم کی صورت حال کو بعض احادیث میں "اندھے بہرے فتنے" سے تعبیر کیا گیا ہے، اور اس میں بھی خاص طور پر جہاں باہمی خونریزی کی بنیاد نسلی یا لسانی عصبیت ہو، اس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی سخت الفاظ میں مذمت فرمائی ہے، ایک حدیث میں فرمایا:

"جو شخص کسی اندھے جھنڈے کے نیچے اس حالت میں مارا گیا کہ وہ عصبیت کی دعوت دے رہا ہو یا عصبیت کی مدد کر رہا ہو تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے" (صحیح مسلم حدیث: ۱۸۵۰)

ایک اور موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو عصبیت کی دعوت دے وہ ہم میں سے نہیں، جو عصبیت کی خاطر لڑے، وہ ہم میں سے نہیں، جو عصبیت کی حالت میں مرے وہ ہم میں سے نہیں" (ابوداؤد)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عصبیت کا صحیح مطلب بھی صاف صاف بیان فرمایا جس کی مذمت فرمائی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! عصبیت کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"عصبیت یہ ہے کہ تم ناحق کام میں اپنی قوم کی مدد کرو" (ابوداؤد)

ایک مرتبہ ایک مہاجر اور ایک انصاری کے درمیان ہاتھا پائی ہوگئی، مہاجر نے مدد کے لئے مہاجرین کو پکارا، اور انصاری نے انصار کی دہائی دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ

"یہ زمانۂ جاہلیت جیسے نعرے کیوں لگاتے ہو؟ لوگوں نے جھگڑے کا سبب بتایا، کہ ایک مہاجر نے ایک انصاری کو لات ماردی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان عصبیت کے نعروں کو چھوڑ دو، یہ بدبودار ہیں" (صحیح بخاری)

اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ "ہر شخص کو اپنے بھائی کی مدد کرنی چاہئے اگر وہ ظالم ہو تو اسے ظلم سے روک کر اور اگر مظلوم ہو تو اس سے ظلم دور کر کے" (فتح الباری، ۸: ۶۴۹) مطلب یہ تھا کہ جہاں ظلم ہو رہا ہو وہاں ظلم دور کرنے کی کوشش اور اس کے لئے لوگوں کو دعوت دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اسے ایک نسلی اور گروہی نعرہ بنا کر عصبیت کی راہ ہموار کرنا قابل مذمت ہے اور جو ذہنیت اسے عصبیت کا رنگ دیتی ہے وہ بدبودار ذہنیت ہے۔

پھر اسی پرستار اور تیرے محبوب کا نام لیوا ہوں۔

آمدیم ایں کے واحد ماہر ویم — کہ مگر تیز از خریداران او یم

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں کہ نماز میں بندہ تکبیر تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھ اوپر کو اٹھا کر گویا اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ اے اللہ! میں ہر دو عالم سے دست بردار ہو کر تیری بارگاہ میں حاضر ہو رہا ہوں اور جب اخیر میں سلام پھیرتا ہے تو گویا وہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ کسی اور دنیا سے واپس اس دنیا میں آ گیا ہے۔

بہرحال جو بندہ اس طرح کے جذبات کے ساتھ نماز ادا کر کے مسجد سے باہر آتا ہے تو شہنشاہ مطلق کی طرف سے ایک تو اسے خطاؤں کی بخشش کا پروانہ ملتا ہے، دوسرا رب کی خوشنودی اور حسنات و درجات کی ترقی کا۔

کیا آپ نے کبھی یہ سوچا ہے کہ آپ مسجد کی طرف روانہ ہوتے ہیں تو آپ کا ازلی دشمن شیطان آپ کے ہمراہ ہو لیتا ہے اس کی پہلی کوشش تو یہی ہوتی ہے کہ آپ راستے ہی سے واپس آ جائیں، اگر آپ اندر داخل ہو کر "رکوع کرنے والوں" کے زمرہ میں شامل ہو جاتے ہیں تو پھر وہ دوسرے حربوں سے کام لیتا ہے، ایک ایک رکن میں رخنہ اندازی کی سعی کرتا ہے جماعت میں کہیں خلل (درمیان میں خالی جگہ) دیکھتا ہے تو وہاں سے گھس کر نمازیوں کے اتحاد اور محبت کو پامال کرتا ہے، کبھی قرأت میں مغالطہ ڈال دیتا ہے، کبھی رکعتوں کی تعداد بھلوا دیتا ہے، کبھی وسوسے ڈال کر دلجمعی اور یکسوئی کو ختم کر دیتا ہے وغیرہ وغیرہ، شیطانی مشینری کا وہ کارندہ جو لوگوں کی نمازیں خراب کرنے پر تعینات ہے، حدیث شریف میں اس کا نام خنزب بتایا گیا ہے، بہرحال وہ ظالم جس نے بہشت سے نکلتے ہی یہ کہا تھا " (اے اللہ) میں بھی گھات لگا کر تیری سیدھی راہ میں بیٹھ جاؤں گا، پھر (ان کو گمراہ کرنے کے لئے) ان کے آگے سے آؤں گا، پیچھے سے آؤں گا، دائیں طرف سے آؤں گا، بائیں طرف سے آؤں گا"۔

وہ پوری کوشش میں لگا رہتا ہے کہ آدم علیہ السلام کا بیٹا بامراد اور کامیاب واپس نہ جائے نماز کے ثمرات میں سے اسے کچھ حاصل نہ ہو، چنانچہ تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک ہر مرحلے میں اس کی وسیسہ کاریوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

اس لئے میں اپنے دینی بھائیوں کی خدمت میں عرض گزار ہوں کہ آپ اپنی نمازیں درست کیجئے، اگر آپ اللہ کی بارگاہ میں حاضری کے آداب جانتے ہیں تو ان پر عمل کیجئے،

نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھ کر، کتابیں پڑھ کر معلوم کیجئے، اگر آپ نماز کے ساتھ دین کے دوسرے احکام پر بھی عمل پیرا ہیں تو بڑی خوشی کی بات ہے، ورنہ تو یہ خیال نہ کیجئے کہ اور تو کچھ ہوتا نہیں، اس نماز پڑھنے کا کیا فائدہ؟ یہ انداز فکر بجائے خود ایک شیطانی چکر ہے، آپ اس سے بچ کر رہئے، آپ خدا کے حضور پیش ہو کر تو دیکھئے، آپ کی ادائیں مالک کو پسند آگئیں تو وہ بار بار آپ کو شرف باریابی سے سرفراز فرمائیں گے۔

نماز کے مسائل یوں تو بہت زیادہ ہیں اور ان پر بڑی بڑی کتابیں لکھی ہوئی ہیں، آج کی فرصت میں ہم تین مسائل کا ذکر کرتے ہیں، جن سے عوام تو بجائے خود رہے، بہت سے خواص بھی بے خبر یا غافل ہیں۔

پہلا مسئلہ: یہ آغاز نماز سے تعلق رکھتا ہے، جب آدمی نماز شروع کرتا ہے تو تکبیر تحریمہ (یعنی اللہ اکبر) کہتا ہے یہ تکبیر کہنا نماز کا پہلا رکن اور فرض ہے اور بحالت قیام اس کا ادا کرنا ضروری ہے یعنی کھڑے کھڑے کہے یا کم از کم رکوع تک پہنچنے سے پہلے ختم کرلے، یہ جو عموماً دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک شخص مسجد میں آتا ہے، آگے جماعت ہو رہی ہے، امام رکوع میں ہے وہ شخص رکوع میں جاتے جاتے تکبیر تحریمہ کہہ لیتا ہے، اگر اس کی تکبیر رکوع میں پہنچ کر ختم ہوئی تو اس کی نماز نہ ہوئی، امداد الفتاویٰ میں ہے:

''تکبیر تحریمہ میں قیام فرض ہے، یہ جو عادت ہے کہ اللہ اکبر کے ساتھ اول ہی سے رکوع میں پہنچ جاتے ہیں، ان لوگوں کی نماز نہیں ہوتی''۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ صف میں کھڑا ہو کر ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہے، پھر ہاتھ باندھ لے، دوبارہ تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے، تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھ لینا اور رکوع میں جانے کے لئے تکبیر کہنا فرض تو نہیں ہے بلکہ یہ دونوں کام سنت ہیں، صرف تکبیر تحریمہ کھڑے کھڑے کہنا فرض ہے لیکن نماز کی تکمیل یوں ہی ہوتی ہے کہ سنتوں پر بھی عمل کیا جائے، زیادہ تفصیل کتب فقہ میں ہے، وھذا القدر کاف ھھنا۔

دوسرا مسئلہ: نماز میں رکوع سے اٹھ کر کھڑا ہونے کو قومہ کہا جاتا ہے اور پہلے سجدہ سے اٹھ کر بیٹھنے کو جلسہ کہتے ہیں، اول تو بہت سے لوگ رکوع و سجود ہی صحیح طرح سے ادا نہیں کرتے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ لوگوں میں بدترین چور وہ ہے جو اپنی نماز میں سے چوری کر لیتا ہے، صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نماز میں کیسے چوری کر لیتا ہے؟ فرمایا: وہ رکوع، سجود پورا نہیں کرتا۔ (مشکوٰۃ شریف)

تعدیل ارکان یعنی رکوع وسجود کو اچھی طرح اطمینان سے ادا کرنا واجب ہے اور بعض ائمہ دین نے اسے فرض کہا ہے۔ پھر بہت سے آدمی اگر رکوع وسجود صحیح طرح سے ادا بھی کر لیتے ہیں تو قومہ اور جلسہ میں بڑی غفلت سے کام لیتے ہیں۔ رکوع سے ذرا سا سر اٹھایا، سیدھے بھی نہیں ہوتے کہ سجدے میں چلے گئے اور سجدے سے تھوڑا سر اٹھایا اور پھر سجدے میں چلے گئے، حدیث شریف میں اس طرح کرنے کو نقر الدیک یعنی مرغ کی طرح ٹھونگے مارنے سے تعبیر کیا گیا ہے، ظاہر ہے ایسی نماز کو عبادت تو نہیں کہا جا سکتا، پھر لذت خداشناسی کہاں سے میسر آئے؟ ایسی ہی نماز کے بارے میں اقبال مرحوم نے کہا ہے ؎

تیرا امام بے حضور، تیری نماز بے سرور   ایسے امام سے گزر، ایسی نماز سے گزر

قومہ اور جلسہ کو بہت سے فقہاء نے واجب قرار دیا ہے جیسے کہ فتح القدیر اور شامی میں ہے۔

اکابر دیوبند میں سے حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ اور بریلوی علماء میں سے صاحب بہار شریعت نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

الغرض! رکوع سے اٹھ کر اطمینان کے ساتھ سیدھا کھڑا ہونا اور پہلے سجدے سے اٹھ کر اطمینان کے ساتھ بیٹھنا بہت ضروری ہے ورنہ تو نماز ناقص ہو جاتی ہے۔

احادیث میں قومہ اور جلسہ پڑھنے کے لئے مختلف دعائیں منقول ہیں، ہو سکے تو نوافل میں یہ دعائیں بھی پڑھی جائیں۔

تیسرا مسئلہ: نماز سے فارغ ہونے کے لئے آدمی دونوں طرف سلام پھیرتا ہے لیکن بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ السلام علیکم میں کس پر سلام کرنے کی نیت ہونی چاہئے، درمختار اور شامی میں لکھا ہے کہ لوگوں کے طرز عمل سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی منسوخ شریعت کا مسئلہ ہے کیونکہ چند علماء کے علاوہ شاید کسی کو یہ مسئلہ معلوم ہے نہ اس پر کوئی عمل کرتا ہے، مسئلہ کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

ا: اگر آدمی تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو دائیں بائیں فرشتگان کی نیت کرے۔

ب: اگر امام ہو تو پہلے دائیں طرف کے مقتدیوں اور فرشتوں کی نیت کرے، اسی طرح پھر بائیں طرف کے سلام میں نیت کرے اور جو مقتدی اس کے پیچھے برابر میں ہو اس کو دونوں مرتبہ شامل کرے۔

ج: اگر مقتدی ہو تو پہلے دائیں طرف کے نمازیوں اور ان کے ساتھ فرشتوں کی نیت کرے، پھر بائیں طرف کے، امام اس سے جس طرف کھڑا ہو اس میں اسے شامل کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے نماز کی پابندی کرے گا، نماز اس کے لئے نور (سچے مسلمان ہونے کا ..... قبر حشر میں نجات کا باعث ہوگی اور جو ایسا نہیں کرے گا، نماز اس کے لئے نہ نور ہوگی، نہ برہان، نہ نجات کا سامان، وہ قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف (جیسے بدبختوں) کے ساتھ اٹھایا جائیگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چار نام جو لئے ہیں تو محدثین نے ان کی تخصیص کی عجیب وجہ بیان فرمائی ہے وہ یہ کہ انسان کیلئے یاد خداوندی سے غفلت کا باعث چار چیزیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ تخت اور کرسی اقتدار کا گھمنڈ جیسے کہ فرعون اس کا شکار تھا۔

۲۔ مال و دولت کی فراوانی اور یہ سمجھنا کہ میں نے یہ سب کچھ اپنی عقل مندی اور دانائی سے جمع کیا ہے، جیسا کہ قارون سمجھتا تھا، بے حساب دولت کا مالک تھا اور کہتا تھا:

قَالَ اِنَّمَا اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ

۳۔ دفتری کام کاج اور منصبی فرائض، جیسا کہ ہامان، فرعون کے ایک کارندہ کی حیثیت سے کام کرتا تھا۔

۴۔ کاروبار اور کسب معاش کی مصروفیات، جیسے ابی بن خلف مکہ کا ایک مشہور تاجر تھا، اب جو شخص ان حیلوں بہانوں سے یاد خداوندی سے غفلت برتتا ہے اسے سوچ لینا چاہئے کہ اس کا حشر کن لوگوں کے ساتھ ہوگا، آخرت کی زندگی کو سنوارنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان دربار خداوندی میں باقاعدگی سے حاضری دیا کرے اور اس کے طور طریقے اور آداب سیکھ کر بجالایا کرے۔

پریشانیاں دور کرنے کی تدبیر

ایک صاحب کا ایک لمبا خط آیا جس میں دین و دنیا دونوں کے متعلق پریشانیاں لکھی ہوئی تھیں۔ اس کے جواب میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا: کہ اپنے معاملات خدا تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہئیں وہ جو کریں اس میں راضی رہے یہ بہترین تدبیر ہے کوئی تدبیر کر کے دیکھے۔

نسخہ 43

نماز اور غفلتیں

بحیثیت مسلمان ہم سب کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان عاقل بالغ مرد و عورت پر چوبیس گھنٹوں کے رات دن میں مناسب وقتوں سے پانچ نمازیں ایسی فرض فرمائی ہیں جو کسی حال میں معاف نہیں ہیں جیسے مرجانے میں پڑھنا ہے (سوائے عورتوں کے مخصوص ایام کے) اللہ تعالیٰ نے ان پانچ نمازوں کی ادائیگی کے اوقات بھی خود متعین کر دیے ہیں۔ یعنی ایسا نہیں ہے کہ جب کسی کا دل کسی نماز کی ادائیگی کا چاہے اور وہ اسے پڑھ لے۔ بلکہ ادائیگی اور قبولیت کے لئے اس نماز کا وقت ہونا اہم ترین شرط ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ وقت داخل ہونے سے پہلے وہ نماز پڑھے جانے کے باوجود ادا نہیں ہوگی اور اس نماز کا وقت گزر جانے کے بعد اس وقت میں نہ پڑھی جا سکنے والی نماز ادا نہیں قضا ہو جائیگی جو کہ نہایت مکروہ اور ناپسندیدہ عمل ہے لیکن قضا ہو جانے کے باوجود وہ نماز ذمہ پر باقی رہے گی اور توبہ استغفار کے باوجود زندگی میں اس کی قضا لازمی طور پر پڑھنا ہوگی (اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بالکل معاف فرمادیں اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن یہ ضمانت (گارنٹی) نہیں دی جا سکتی کہ اللہ تعالیٰ معاف ہی فرمادیں گے۔) البتہ ان نمازوں کی قضا اگر زندگی میں نہ پڑھی گئی ہوں تو مرتے وقت فدیہ ادا کرنے کی وصیت کرنا چاہیئے (فدیہ و وصیت کے مسائل علیحدہ موضوع ہے جو یہاں موجب طوالت ہوگا) اس کا ایک مطلب یہ بھی واضح ہے کہ جس طرح زندگی میں کوئی دوسرے کی طرف سے نہ پڑھ سکتا ہے اور نہ ہی پڑھوا سکتا ہے اسی طرح کسی کی موت کے بعد اس مرنے والے کی طرف سے کوئی اس کا متعلق نہ خود پڑھ سکتا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے سے مرنے والے کی رہ جانے والی نمازوں کو پڑھوا سکتا ہے (موت کے بعد فدیہ ہی لازم ہے) البتہ اتنی رعایت زندگی میں اسلام نے ضرور دی ہے کہ جس وقت جس نماز کا وقت داخل ہوگا اس وقت میں نمازی کی جیسی حالت ہوگی ویسی ہی حالت کی نماز اس پر فرض ہوگی یعنی تندرستوں پر تندرستی والی نماز مریضوں اور بیماروں پر حالت مرض کے مطابق نماز معذوروں پر معذوری کے مطابق نماز مقیمین پر حالت اقامت والی نماز اور مسافروں پر حالت سفر کی نماز فرض ہوگی اور نماز اس حالت میں کی

لازمی طور پر پڑھنا ہوگی۔ نماز پڑھے جا سکنے تک کوئی عذر قابل قبول نہیں ہے۔

نماز کی اس اہمیت کے باوجود مسلم معاشرے میں بلا خوف تردید یہ حقیقت بیان کی جا سکتی ہے کہ بے نمازیوں کی تعداد نمازیوں کی تعداد سے کہیں زائد ہے (بڑا عجیب معلوم ہوتا ہے نماز کے حوالے سے مسلمانوں کی تقسیم بیان کی جائے (نمازی مسلمان غیر نمازی مسلمان) جبکہ نماز خود مسلمانوں اور کافروں کے درمیان فرق کرنے والی بیان کی گئی ہے) یہ بھی ایک بہت بڑی مسلمہ حقیقت ہے کہ آج کے نمازی بھی معمولی معمولی بہانوں سے نماز چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ بعض نمازیوں کی بے چاری نماز ان کے موڈ کے تابع رہتی ہے۔ موڈ ہوا تو پڑھ لی ورنہ اس وقت نمازی مسلمان کا موڈ نہیں ہے۔

یہ تلخ حقیقت بھی قابل غور ہے کہ آج بچپن کا بعض پکا نمازی العیاذ باللہ آخری عمر میں بے نمازی ہو کر مر رہا ہے۔ بڑھاپے اور مختلف عوارضات نے بستر پر ڈال دیا ہے بیمار بھی یہ کہتا ہے کہ پڑھی نہیں جاتی۔ تیمار بھی یہی کہتا ہے کہ ابھی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ معالج بھی یہی کہتا ہے کہ بستر سے نہ ہلنا۔ قابل تعجب بات یہ ہے کہ ہوش و حواس قائم ہیں ملنے والوں کی شناخت اور پہچان بھی باقی ہے بات کر بھی سکتا ہے سن بھی سکتا ہے سمجھ بھی سکتا ہے بشری اور طبعی تقاضے بھی پورے ہو رہے ہیں لیکن نماز نہیں پڑھی جا رہی۔ شاید بیمار اور بوڑھا یہ کہنا چاہتا ہے کہ میں جب تندرست تھا جوان تھا اس وقت جیسی نماز پڑھتا تھا چونکہ اب بیماری اور بڑھاپے کی وجہ سے ویسی نماز نہیں پڑھی جا سکتی اس لئے نہیں پڑھ رہا۔ لہٰذا اپنے اس مسلمان بھائی کو نہایت شفقت، انتہائی ہمدردی، خیر خواہی کے جذبے سے معمور ہو کر نہایت مناسب انداز میں یہ سمجھانا ہوگا کہ بھائی اللہ تعالیٰ نے اس بیماری اور بڑھاپے کی وجہ سے آپ پر تندرستوں اور جوانوں والی نماز فرض نہیں کی ہے آپ کو بطور خاص رعایت دی گئی ہے۔ اس رعایت کے پیش نظر آپ کے لئے اس حالت میں بھی نماز پڑھنا ضروری ہے۔ لہٰذا جب بھی نماز کا وقت ہو آپ کو جیسے ممکن ہو نماز ادا کر لینی چاہئے تاکہ فرض ذمے سے اتر جائے۔ ورنہ اس نماز کے چھوڑنے پر اگر اللہ تعالیٰ نے فضل نہ فرمایا تو اس جرم کی پاداش میں یقینی طور پر عذاب بھگتنا پڑے گا جبکہ ایک نماز قضا کرنے پر جبکہ وہ بعد میں پڑھ بھی لی جائے وقت پر ادا نہ کرنے کی وجہ سے دو کروڑ اٹھاسی لاکھ سال تک جہنم میں جلائے جانے کی وعید ہے۔

کیا ائمہ، خطباء، علماء نماز کی اس مذکورہ اہمیت کو تسلیم فرما کر امت مسلمہ کی توجہ اس مجرمانہ کوتاہی کی طرف مبذول فرمائیں گے۔ ایک معتد بہ طبقہ اس غفلت کا شکار ہے۔ (عورتیں بھی ایام سے فارغ ہونے کے بعد محض سستی کی وجہ سے نمازوں کو قضا کر دیتی ہیں)

نسخہ 44

روحانی جسمانی سکون کے مراکز... مساجد

مساجد آباد کیجئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر سے وضو کر کے فرض نماز کے لئے مسجد کی طرف نکلا، اس کا ثواب اس شخص جیسا ہے جو احرام باندھ کر گھر سے حج کیلئے نکلا ہو اور جو شخص نماز اشراق کیلئے اپنے گھر سے وضو کر کے مسجد کی طرف چلا تو اس کا ثواب عمرہ کرنے والے جیسا ہے۔ فرمایا کہ جب کوئی شخص وضو کرے اور اچھی طرح (سنت کے مطابق) وضو کرے پھر مسجد کو صرف نماز کی نیت سے چلے اور کوئی غرض نہ ہو تو ہر قدم پر اس کا ایک مرتبہ ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے اور ایک گناہ معاف ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ مسجد میں پہنچ جائے پھر جب تک نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے گا اس کو نماز ہی کا ثواب ملتا رہے گا اور فرشتے اس کے لئے یہ دعا کرتے رہیں گے کہ اے اللہ! اس پر رحمت نازل فرما اور اس کی مغفرت فرما، حضرت ابو الدرداءؓ نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی کہ تمہارا گھر مسجد ہونا چاہئے، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مساجد متقی لوگوں کے گھر ہیں، جس شخص نے مساجد کو (کثرت کے ذریعہ) اپنا گھر بنا لیا، اللہ تعالیٰ اس کیلئے راحت و سکون اور پل صراط پر آسانی سے گذرنے کا ضامن ہو گیا، اور ابو صادق ازدی نے شعیب بن الحجاب کو خط لکھا کہ مسجدوں کو لازم پکڑو کیونکہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ مساجد ہی انبیاء کی مجالس تھیں ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر زمانے میں ایسے لوگ ہونگے جو مسجدوں میں آ کر جگہ جگہ حلقہ بنا کر بیٹھ جاویں گے اور وہاں دنیا ہی کی اور اس کی محبت کی باتیں کریں گے، تم ایسے لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو، اللہ تعالیٰ کو ایسے مسجد میں آنے والوں کی ضرورت نہیں اور حضرت سعید بن المسیبؒ نے فرمایا کہ جو شخص مسجد میں بیٹھا گویا وہ اپنے رب کی مجلس میں بیٹھا ہے، اس لئے اس کے ذمہ ہے کہ زبان سے سوائے کلمہ خیر کے اور کوئی کلمہ نہ نکالے۔ (معارف القرآن ص ۳۴۷ ج ۴)

حضرت سہلؒ فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اندھیرے میں مسجدوں میں بکثرت جاتے رہتے ہیں ان کو قیامت کے دن پورے پورے نور کی خوشخبری سنادے ایک حدیث میں ہے کہ وہ قیامت کے دن نور کے ممبروں پر ہونگے اور بے فکر اور لوگ گھبراہٹ میں ہونگے، ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن ارشاد فرمائیں گے کہ میرے پڑوسی کہاں ہیں؟ فرشتے عرض کریں گے کہ آپ کے پڑوسی کون ہیں، ارشاد ہوگا کہ مسجدوں کو آباد کرنے والے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب جگہوں سے زیادہ محبوب مسجدیں ہیں اور سب سے زیادہ ناپسند بازار ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ مسجدیں جنت کے باغ ہیں اور ایک صحیح حدیث میں وارد ہے حضرت ابوسعید خدریؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کو دیکھو کہ مسجد کا عادی ہے تو اس کے ایماندار ہونے کی گواہی دو، اس کے بعد اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ یہ آیت تلاوت فرمائی، یعنی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جب ہر شخص پریشان حال ہوگا اور آفتاب نہایت تیزی پر ہوگا، سات آدمی ایسے ہونگے جو اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہوں گے ان میں ایک شخص وہ بھی ہوگا جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے کہ جب کسی ضرورت سے باہر آئے تو پھر مسجد ہی میں واپس جانے کی خواہش ہو، ایک حدیث میں وارد ہے جو شخص مسجد سے الفت رکھتا ہے، اللہ جل شانہٗ اس سے الفت فرماتے ہیں۔ (فضائل نماز ص ۵۱، ۵۲)

حضرت انسؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حق تعالیٰ شانہٗ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں کسی جگہ عذاب بھیجنے کا ارادہ کرتا ہوں مگر وہاں ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو مسجدوں کو آباد کرتے ہیں، اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہیں اخیر راتوں میں استغفار کرتے ہیں تو عذاب کو موقوف کردیتا ہوں، حضرت ابو درداءؓ نے حضرت سلمان فارسیؓ کو ایک خط لکھا جس میں یہ لکھا کہ مسجد میں اکثر اوقات گذارا کرو، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مسجد متقی کا گھر ہے اور اللہ جل شانہٗ نے اس بات کا عہد فرمالیا ہے کہ جو شخص مسجد میں اکثر رہتا ہے اس پر رحمت کرونگا اس کو راحت دوں گا اور قیامت میں پل صراط کا راستہ آسان کردوں گا اور اپنی رضا نصیب کروں گا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ مسجدیں اللہ کا گھر ہیں اور گھر آنے والوں کا اکرام ہوتا ہی ہے، اس لئے اللہ پر ان کا اکرام ضروری ہے جو مسجدوں میں حاضر ہونے والے ہیں۔ (حوالہ بالا ص ۳۵)

اللہ اکبر! مسجد کو آباد کرنے کے واسطے فضائل پڑھ کر کیا اب بھی کوئی مسلمان مسجد آنے میں سستی کرے گا؟ ہرگز نہیں! پانچوں نمازیں باجماعت مسجد میں آکر پڑھنے کا اہتمام کریں۔ اب ذیل میں ان آداب کا ذکر کیا جاتا ہے جن کا اہتمام کرنے سے مذکورہ فضائل نصیب ہونگے۔

علماء نے آداب مسجد میں پندرہ چیزوں کا ذکر کیا ہے، اول یہ کہ مسجد میں پہنچے پر اگر کچھ لوگوں کو بیٹھا دیکھے تو سلام کرے اور کوئی نہ ہو تو اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ کہے (لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ مسجد کے حاضرین نفلی نماز یا تلاوت و تسبیح وغیرہ میں مشغول نہ ہوں ورنہ ان کو سلام کرنا درست نہیں) دوسرے یہ کہ مسجد میں داخل ہو کر بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد پڑھے (مکروہ وقت نہ ہو) تیسرے یہ کہ مسجد میں خرید و فروخت نہ کرے، چوتھے یہ کہ وہاں تیر و تلوار نہ نکالے، پانچویں یہ کہ مسجد میں اپنی گمشدہ چیز تلاش کرنے کا اعلان نہ کرے، چھٹے یہ کہ مسجد میں آواز بلند نہ کرے، ساتویں یہ کہ وہاں دنیا کی باتیں نہ کرے، آٹھویں یہ کہ مسجد میں بیٹھنے کی جگہ میں کسی سے جھگڑا نہ کرے، نویں یہ کہ جہاں صف میں پوری جگہ نہ ہو وہاں گھس کر لوگوں میں تنگی پیدا نہ کرے، دسویں یہ کہ کسی نماز پڑھنے والے کے آگے سے نہ گذرے، گیارہویں یہ کہ مسجد میں تھوکنے یا ناک صاف کرنے سے پرہیز کرے، بارہویں اپنی انگلیاں نہ چٹخائے، تیرہویں یہ کہ اپنے بدن کے کسی حصہ سے کھیل نہ کرے، چودھویں نجاسات سے پاک صاف رہے اور چھوٹے بچے یا مجنون کو ساتھ نہ لے جائے، پندرھویں یہ کہ کثرت سے ذکر اللہ میں مشغول رہے۔

قرطبیؒ نے یہ پندرہ آداب لکھنے کے بعد فرمایا ہے کہ جس نے یہ کام کر لئے اس نے مسجد کا حق ادا کر دیا اور مسجد اس کے لئے حرز و امان کی جگہ بن گئی۔ (معارف القرآن ص ۳۲۹ ج ۲)

لمحۂ فکریہ

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ مسجد کی آبادی کا تعلق ساز و سامان اور اشیاء سے نہیں بلکہ اعمال سے ہے، لہٰذا ماہ مبارک سے اس بات کو معمول بنائیں کہ کچھ وقت مسجد کیلئے بھی نکالیں گے، جس میں صرف ذکر و تلاوت، نوافل و تسبیحات کا اہتمام ہو ان شاء اللہ پھر مسجد کی برکات نصیب ہوں گی اللہ تعالیٰ ہمیں مسجد کا صحیح صحیح ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

نسخہ 45

پریشانیوں سے بچنے اور سکون وقرب کا ذریعہ.....نماز تہجد

اللہ تعالیٰ کی رضا وقرب حاصل کرنے میں جو مقام ومرتبہ نماز تہجد کو حاصل ہے وہ شاید کسی دوسری عبادت کو حاصل نہ ہو۔ روزہ کی طرح یہ بھی واحد عبادت ہے جس میں بندہ کا معبود سے قوی تعلق قائم ہو جاتا ہے اور یہی تعلق خداوندی دنیا وآخرت کے تمام مراحل سے نکلنے کا واحد راستہ ہے جو خوش نصیب رات کو خداوند عالم کے سامنے آہ وزاری کرتے ہیں ان کا ہر دن خوشیوں بھرا گزرتا ہے۔ آیئے ہم بھی تسکین خاطر کیلئے نماز تہجد کا ذوق وشوق پیدا کرنے والے اس مضمون کا مطالعہ کرتے ہیں۔

رات کے گھپ اندھیروں میں جب کہ پورا عالم محو استراحت ہوتا ہے اور ہر طرف ہو کا عالم ہوتا ہے، انسان، چرند، پرند، درند غرض ہر مخلوق اپنے آشیانے میں دبکی پڑی ہوتی ہے کہ کچھ دیوانے نرم وگرم بستر چھوڑ کر محبوب حقیقی کی محبت سے سرشار یکلخت اٹھتے ہیں یہ وہ برگزیدہ مخلوق ہے جنکے دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے معمور ہیں یہ لوگ زمین کی کور باطن مخلوق کی نگاہوں سے اوجھل مگر آسمانی مخلوق کے سامنے روشن اور تابناک یوں جگمگاتے ہیں جیسے زمین والوں کی نظر میں تارے، ان کے دلوں میں ایک سوز ہوتا ہے، ایک درد ہوتا ہے جو ہر دم انہیں بے کل اور بے چین رکھتا ہے، ان کو اگر کوئی دھن ہے تو ایک ہی وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔

رات کا ایک بڑا حصہ گزر چکا ہے، تمام دنیا خواب غفلت میں مدہوش ہے اور یہ عاشق اپنے محبوب کے سامنے جھولی پھیلائے اس سے محبت کی بھیک مانگ رہے ہیں، آنسو بہا رہے ہیں گڑگڑا رہے ہیں اور آہیں بھر رہے ہیں ادھر آسمانوں پر رحمت کے دروازے کھل رہے ہیں حوران بہشت اپنی شگفتہ آواز میں ان کو اپنی طرف متوجہ کر رہی ہیں" کوئی ہے جو ہمیں حاصل کرے" لیکن ان کی نگاہ" یک بین" حوروں پر بھی نہیں پڑتی ان کا ملجا ئے مقصود تو محبوب حقیقی کا وصال اور اس کی رضا جوئی ہے۔

اب رات کا آخری پہر ہے، رحمتوں کی موسلا دھار بارش شروع ہو چکی ہے، اللہ سوال کرنے

والوں کو عطا فرمارہا ہے، اعلان ہورہا ہے مانگو! کیا مانگتے ہو؟ جو مانگو گے عطا ہوگا، پھر رضاء الٰہی کے پروانے جاری ہونے لگتے ہیں، یہی ان کا مقصد حیات اور یہی ان کی معراج ہے جس کی خاطر یہ روزانہ اپنے نرم نرم بستر اور میٹھی میٹھی نیند قربان کرکے اٹھ بیٹھتے ہیں اور دربار الٰہی میں پروانہ وار حاضر ہوجاتے ہیں ان کے اسی حال کو شاعر مشرق نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

واقف ہو اگر لذت بیداری شب سے　　اونچی ہے ثریا سے بھی یہ خاک پر اسرار

ان سعید روحوں کی سعادت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ قرآن مجید میں فرمارہے ہیں: "تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا (الآیہ سورۃ سجدہ ۱۶) ترجمہ: ان کے پہلو خوابگاہوں سے علیحدہ ہوتے ہیں اس طور پر کہ وہ اپنے رب کو (ثواب کی) امید اور (عذاب کے) خوف سے پکارتے ہیں۔

علامہ فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں کہ "یدعون" سے مراد "یصلون" ہے یعنی رات کو نماز پڑھنا مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان و دل کھپانے والے جوان جوان ہمت لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کے ہاں انعام و اکرام ہوگا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ تمہارے ناقص تصور اور تخیل سے بالا ہے۔

"فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ" (الآیہ سورۃ السجدۃ ۱۷) ترجمہ: نہیں جانتا کوئی جی جو چھپا کے رکھی گئی ہے ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک، یہاں ان لوگوں کا انعام واضح طور پر بیان نہیں فرمایا ان کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے اس کو کوئی نفس نہیں جانتا انعام کے اس اخفاء میں اس کی عظمت کی طرف اشارہ ہے نیز اس کے اخفاء سے ان لوگوں کو شوق دلانا مقصود ہے جو اس عظیم عمل سے محروم ہیں۔ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے امت کو تہجد کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا" (الاسراء ۷۹) ترجمہ: اور کسی قدر رات کے حصہ میں تہجد پڑھا کریں جو کہ آپ کیلئے ایک زائد چیز ہے امید ہے کہ آپ کو آپ کا رب مقام محمود میں جگہ دے گا۔

مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اول نماز تہجد کا حکم دیا گیا پھر مقام محمود یعنی شفاعت کبریٰ کا وعدہ کیا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز تہجد کو مقام شفاعت حاصل ہونے میں خاص دخل ہے" (معارف القرآن ص ۲۰ ج ۵) اسی طرح متعدد احادیث میں بھی نماز تہجد کی فضیلت وارد ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی

ہے: "اے لوگو! اسلام پھیلاؤ اور کھانا کھلاؤ اور رات کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو نماز پڑھو (اگر ایسا کرو گے) تو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ (ترمذی)

عام طور پر لوگ ان اعمال کو بالکل معمولی سمجھتے ہیں لیکن قدر شناسوں سے پوچھئے کہ یہ کیسی واردات بے بہا اور اصول خزانے ہیں اور پھر ان پر کوئی زیادہ محنت بھی خرچ نہیں ہوتی، بس ذرا سی ہمت چاہئے۔ خود حضور علیہ السلام کی شان یہ تھی کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: کہ تہجد میں قیام کرتے کرتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں پھٹن آ جاتی تھی آگے چل کر فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے تو بخشش لکھ دی گئی ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں اتنی مشقت برداشت فرماتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا" کہ کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

یہ اس ذات اقدس کا حال ہے جس کیلئے سب سے پہلے جنت میں داخلہ کا وعدہ ہے ایک ہم ہیں کہ گناہوں کے بوجھ تلے دبے جا رہے ہیں پھر بھی آخرت کی فکر نہیں، اعمال کا شوق نہیں، ہم میں سے کون ہے جو جنت کا طلبگار نہ ہوگا لیکن کبھی ہم نے اپنے اندر جھانک کر دیکھا؟ کبھی ہم نے اپنے اعمال کا موازنہ کیا کہ کیا وہ اس قابل ہیں کہ ہمیں جنت کا حق دار ثابت کر سکیں؟ کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کی راتیں نورانی ہیں اور کیا سعادت مند ہیں وہ نوجوان کہ جو اس جوانی میں لذت بیداری شب سے آشنا ہوتے ہیں یہی نوجوان روز قیامت رب ذوالجلال کے عرش تلے ہوں گے کہ جس دن اس کے عرش کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اے جوانان سعادت مند! یہ نعمت اتنی سستی نہیں اس کیلئے آہ سحر گاہی کو اپنانا ہوگا، راتوں کو اٹھ اٹھ کر مالک کو منانا ہوگا، اس کے سامنے جھولی پھیلا کر گڑگڑانا ہوگا تب جا کر رضاء الہٰی کا گوہر مقصود حاصل ہوگا۔" حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا اور ان سے ان کا حال دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا۔

"عبارات اڑ گئیں، اشارات سب فنا ہو گئے اور ہمیں نفع نہیں دیا مگر ان چند رکعات نے جو ہم نے آدھی رات میں ادا کی تھیں"۔ (تفسیر عزیزی)

میں نے ایک صاحب دل سے بارہا سنا فرماتے تھے کہ "جس کو جو کچھ ملا ہے تنہائی میں ملا ہے" اسی بات کو اقبال مرحوم نے یوں سمجھانے کی کوشش کی ہے ۔

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو   کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

صد ہزار آفرین ان لوگوں پر جو راتوں کو اٹھتے ہیں اور اپنے رب کے ساتھ راز و نیاز میں مشغول ہوتے ہیں، یہی لوگ ہوتے ہیں جو اوج ثریا پر پہنچتے ہیں ستاروں پر کمند ڈالتے ہیں اور زمانے میں علم و حکمت کا آفتاب بن کر چمکتے ہیں کہ جس کی ضیا پاشیوں سے ایک عالم منور ہوتا ہے، افسوس صد افسوس ہم پر کہ دن رات ہم جن مقدس ہستیوں کا نام لیتے ہیں اور ان کے مراتب تک پہنچنے کیلئے آہیں بھرتے ہیں ان کی زندگی کے عملی گوشے کو نظر انداز کر دیتے ہیں آج بھی اگر ہم ان جیسا اخلاص و عمل اپنے اندر پیدا کر لیں تو ہم میں بھی رومی، رازی و غزالی پیدا ہو سکتے ہیں آج بھی عقل کو ذخیرہ کرنے والی علمی و اصلاحی خدمات دوبارہ وجود میں آ سکتی ہیں لیکن اس کیلئے اسلاف کی طرح ہمیں بھی بیداری شب سے آشنا ہونا پڑے گا راتوں کی نیند قربان کرنا پڑے گی سوز دروں بیدار کرنا پڑے گا، بقول شاعر:

تو اے مسافر شب! خود چراغ بن اپنا — کر اپنی رات کو داغ جگر سے نورانی

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی اور ان کے اعمال کو اپنے اندر پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

مومن کو پریشان کرنے والی چیز

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میرے لڑکے بہت ہی بدشوق ہیں تعلیم کی طرف ان کو قطعاً التفات اور رغبت نہیں اس سے میرا قلب پریشان رہتا ہے حضرت نے فرمایا قلب کو پریشان اور مشوش رکھنے کی کیا ضرورت ہے مومن کو پریشان کرنے والی چیز بجز ایک چیز کے اور کوئی چیز نہیں وہ حق تعالیٰ کی عدم رضا ہے اس سے تو مومن کے قلب میں جتنی بھی پریشانی ہو اور جو بھی حالت ہو وہ تھوڑی ہے اور جبکہ رضا کا اہتمام ہے اپنی وسعت اور قدرت کے موافق تو کوئی وجہ نہیں کہ مومن کا قلب پریشان اور مشوش ہو اس لئے کہ صرف تدبیر ہمارے ذمہ ہے مثلاً تعلیم اولاد کیلئے شفیق استاد کا تلاش کر دینا، کاغذ قلم دوات کا مہیا کر دینا کتابوں کا خرید دینا۔ مزید برآں علم کے منافع و فضائل سنانا اس کے بعد جو نتیجہ ہو اس پر رضا و تفویض ہی سے کام لینا مناسب ہے۔

نسخہ 46

تسکین و راحت کیلئے مسبّب الاسباب پر نظر رکھئے

دنیا کی رنگینی و دلفریبی کس طرح ایک انسان کو بازیچۂ اطفال بناتی ہے۔ یہ ہر شخص بخوبی جانتا ہے اس لئے شریعت نے ہمیں قدم قدم پر دنیا کے دھوکہ سے بچنے کی تاکید کی ہے کہ دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ اور ہر بدسکونی کی بنیاد ہے۔ زندگی کو پرسکون اور باعث راحت بنانے کیلئے ضروری ہے کہ دل میں دنیا کی بجائے آخرت بسائی جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس نسخہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

دنیا کے متعلق تسکین بخش دستور العمل

دنیا دارالاسباب ہے یعنی جو دنیا کے فوائد اور مقاصد حاصل کرنا چاہے تو اس کیلئے دنیوی اسباب اختیار کرنے ضروری ہیں۔ دنیاوی کامیابی کے وہ اسباب جنہیں ہم اختیار کرتے ہیں تین قسم کے ہیں۔

۱-اسباب قطعیہ:۔ ایسے اسباب جن کا نتیجہ یقینی ہوتا ہے۔ مثلاً آپ کو پیاس لگی ہوئی ہے تو پیاس بجھنے کا ایک طریقہ ہے کہ آپ جا کر پانی پی لیں جب آپ پانی پی لیں گے تو آپ کی پیاس بجھ جائے گی۔ اگر کسی کو بھوک لگی ہوتی ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ کہیں جا کر حلال رزق حاصل کرے اور کھالے۔ تو اس کی بھوک ختم ہو جائے گی۔ اسی طرح آدمی اگر چاہے کہ اس کے گھر میں بچے ہوں۔ تو آپ شادی کریں۔ اسی طرح اگر آدمی پیداوار حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کو زمین کے اندر بیج ڈالنا پڑے گا۔ اس کو پانی دینا پڑے گا۔ تو ایسے اسباب کو اسباب قطعیہ یعنی یقینی اسباب کہا جاتا ہے۔ ان اسباب کا چھوڑنا کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں۔ اگر کسی نے پیاس میں پانی نہ پیا، بھوک میں کھانا نہ کھایا یا بھوک ہڑتال کرتے ہوئے مر جائے تو خودکشی کا گناہ ہوگا اور یہ حرام ہے۔ کیونکہ اس نے اللہ کے بنائے ہوئے اسباب اختیار نہیں کئے۔

۲-اسباب ظنیہ:۔ یعنی وہ اسباب جن کا نتیجہ اکثر تو نکلتا ہے لیکن کبھی نہیں بھی نکلتا۔ مثلاً

دوا ہے۔ دوا کے بعد اکثر شفا ہو جاتی ہے اور کبھی نہیں بھی ہوتی۔ اکثر فائدہ ہوتا ہے اور بیماری دور ہو جاتی ہے۔ کبھی فائدہ نہیں ہوتا اور طبیعت زیادہ خراب ہونے لگتی ہے۔ تو دوا کے نتیجے میں شفا کا حاصل ہو جانا یقینی نہیں۔ ایسے ظنی اسباب کے بارے میں علماء نے فرمایا ہے کہ ان کا ترک کرنا عام مسلمان کے لئے جائز نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ان اسباب کو اختیار کرے اور بندگی کا اظہار کرے اور اگر کوئی طاقت اور تحمل والا آدمی ہو اور وہ اس دوسری قسم والے اسباب کو ترک کر دے تو اسے اگرچہ گناہ تو نہ ہوگا تاہم پھر بھی بہتر یہ ہے کہ یہ اسباب اختیار کر لئے جائیں۔ کیونکہ ایسا کرنا عبدیت یعنی بندگی کے زیادہ قریب ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اُحد میں اپنے جسم مبارک کی حفاظت کے لئے دو زرہیں پہنیں اس کے ذریعے اپنی اُمت کو تعلیم دی تھی کہ دیکھو اسباب کو ترک نہیں کرنا چاہئے بلکہ اسباب کو اختیار کرنا چاہئے۔

۳۔ اسباب وہمیہ:۔ اسباب کی یہ وہ قسم ہے کہ ان پر اکثر نتیجہ نہیں نکلتا۔ کبھی ہو گیا تو ہو گیا ورنہ نہیں۔ مثلاً کسی نے اپنی زمین کھودی یا اپنا کھیت کھودا اتفاق سے اندر سے خزانہ نکل آیا۔ تو اب یہ ایک وہمی چیز ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کبھی لاکھ میں ایک مرتبہ ایسا ہو۔ یہ نہیں کہ اب ہر شخص جا کر اپنے گھر کی زمین کھودنے لگے کہ شاید نیچے سے خزانہ نکل آئے۔ تو یہ اس کا وہم ہے۔

جنت کے لئے بھی اسباب اختیار کرنا:۔ دنیا میں ہمیں جس بات کا مکلف بنایا گیا ہے وہ اسباب ہیں۔ لہٰذا اسباب کا اختیار کرنا ضروری ہے۔ اگر جنت میں پہنچنا چاہتے ہیں تو اسباب دینیہ اختیار کرنے پڑیں گے۔ اس کے بغیر آدمی جنت میں نہیں پہنچ سکتا۔ (ہاں البتہ یہ بات پیش نظر رہے کہ جس طرح دنیاوی اسباب اختیار کرنے کے بعد نظر اور بھروسہ اللہ کی ذات پر ہو۔ اسی طرح جنت والے اسباب یعنی اعمال صالحہ کر کے بھی اللہ کے فضل کا محتاج رہے کہ جنت میں داخلہ اللہ کے فضل سے ہی ہوگا۔

بنیادی بات:۔ ایک اہم بات یہ ہے کہ اسباب اختیار تو کئے جائیں مگر ان اسباب پر نظر نہ رکھی جائے۔ بلکہ نظر ان اسباب کے پیدا کرنے والے پر رکھی جائے۔ کافر اسباب اختیار کرتا ہے اس کی نظر بھی انہی اسباب پر ہوتی ہے۔ اور مومن بھی پورے اسباب اختیار کرتا ہے مگر اس کی نظر اسباب پر نہیں ہوتی بلکہ اس کی نظر حق سبحانہ وتعالیٰ پر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذات پر بھروسہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

دنیا ایک ''خوبصورت جزیرہ''

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ ایک جہاز کہیں جا رہا تھا اور وہ پورا جہاز مسافروں سے بھرا ہوا تھا' راستے میں ایک جزیرہ آیا تو جہاز کے کپتان نے اس جزیرہ پر جہاز کو روک لیا' تا کہ آگے کے سفر کیلئے کچھ راشن اور ضرورت کا سامان لیا جائے اور اس کپتان نے اعلان کر دیا کہ ہمیں چونکہ چند گھنٹوں کیلئے اس جزیرے پر ٹھہرنا ہے' لہٰذا اگر کوئی مسافر اس جزیرے پر اترنا چاہے تو اتر سکتا ہے' ہماری طرف سے اجازت ہے چنانچہ جہاز پر جتنے لوگ سوار تھے سب کے سب اتر کر جزیرے کی سیر کیلئے چلے گئے جزیرہ بڑا شاندار اور خوشنما تھا' اس میں بہت خوبصورت قدرتی مناظر تھے' چاروں طرف قدرتی مناظر کا حسن و جمال بکھرا ہوا تھا' لوگ ان خوبصورت مناظر سے بہت محظوظ ہوتے رہے یہاں تک کہ جہاز کی روانگی کا وقت قریب آ گیا تو کچھ لوگوں نے سوچا کہ اب واپس چلنا چاہیئے' روانگی کا وقت آ رہا ہے' چنانچہ وہ لوگ جہاز پر واپس آ گئے اور جہاز کی عمدہ اور اعلیٰ و آرام دہ جگہوں پر قبضہ کر کے بیٹھ گئے' دوسرے کچھ لوگوں نے سوچا کہ یہ جزیرہ تو بہت خوبصورت اور بہت خوشنما ہے' ہم تھوڑی دیر اور اس جزیرے میں رہیں گے اور لطف اندوز ہوں گے' چنانچہ تھوڑی دیر اور گھومنے کے بعد خیال آیا کہ کہیں جہاز روانہ نہ ہو جائے اور جہاز کی طرف دوڑے ہوئے آئے یہاں آ کر دیکھا کہ جہاز کی اچھی اور عمدہ جگہوں پر قبضہ ہو چکا ہے' چنانچہ ان کو بیٹھنے کیلئے خراب اور گھٹیا جگہیں مل گئیں اور وہ وہیں بیٹھ گئے اور یہ سوچا کہ کم از کم جہاز پر تو سوار ہو گئے کچھ لوگ اور تھے' انہوں نے سوچا کہ یہ جزیرہ تو بڑا شاندار ہے' یہاں تو بہت مزہ آ رہا ہے' جہاز میں مزہ نہیں آ رہا تھا' چنانچہ وہ اس جزیرے پر رک گئے اور ان خوبصورت قدرتی مناظر میں اتنے بدمست ہو گئے کہ انکو واپسی کا خیال بھی بھول گیا' اتنے میں جہاز روانہ ہو گیا اور وہ لوگ اس میں سوار نہ ہو سکے۔ دن کے وقت تو وہ جزیرہ بہت خوشنما معلوم ہو رہا تھا اور اسکے مناظر بہت حسین معلوم ہو رہے تھے' لیکن جب شام کو سورج غروب ہو گیا اور رات سر پر آ گئی تو وہی خوبصورت جزیرہ رات کے وقت بھیانک بن گیا کہ اس خوبصورت جزیرے میں ایک لمحہ گزارنا مشکل ہو گیا' کہیں درندوں کا خوف کہیں جانوروں کا خوف' اب بتائیے! وہ قوم جو جزیرے کے حسن و جمال میں اتنی محو ہو گئی کہ جو جہاز جا رہا تھا اسکو چھوڑ دیا وہ قوم کتنی احمق اور بیوقوف ہے۔

دل سے دنیا کی محبت کم کرنے کا طریقہ

دنیا کی محبت دل سے نکالنے اور آخرت کی محبت دل میں لانے کا طریقہ یہ ہے کہ تھوڑا سا وقت نکال کر انسان اس بات کا مراقبہ کرے کہ دن رات ہم غفلت میں مبتلا ہیں۔ مرنے سے غافل ہیں۔ اللہ کے سامنے پیش ہونے سے غافل ہیں۔ حساب و کتاب سے غافل ہیں۔ جزا اور سزا سے غافل ہیں آخرت سے غافل ہیں اور اس غفلت کی وجہ سے آخرت اور موت کا خیال بھی نہیں آتا۔ اس لئے تھوڑا سا وقت نکال کر انسان یہ مراقبہ کرے کہ ایک دن مروں گا، اس وقت میرا کیا حال ہوگا؟ اور کس طرح اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوگی؟

کس طرح سوال و جواب ہوں گے؟ اور مجھے کیا جواب دینا ہوگا۔ روزانہ ان باتوں کا استحضار کرے۔ حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی روزانہ ان باتوں کا مراقبہ کرے تو چند ہفتوں میں ان شاء اللہ وہ یہ محسوس کرے گا کہ دنیا کی محبت دل سے نکل رہی ہے۔

جامع ترمذی کی ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص اس طرح صبح کرے کہ اس کو تین چیزیں حاصل ہوں ایک یہ کہ وہ اپنے سر چھپانے کی جگہ میں بے خوف ہو یعنی اپنے گھر میں بے خوف ہو اور اس کو کسی دشمن کا یا کسی ظالم کے ظلم کا خطرہ نہ ہو اور دوسرے یہ کہ اس کے بدن میں اس کو تکلیف نہ ہو بلکہ صحت اور عافیت کی حالت میں ہو، کوئی بیماری نہ ہو۔

> تیسرے یہ کہ اس کے پاس ایک دن کے کھانے کا انتظام موجود ہو۔ جس شخص کو یہ تین چیزیں حاصل ہوں۔ اس کو گویا کہ پوری کی پوری دنیا تمام اسباب کے ساتھ جمع کر کے دیدی گئی ہے لہٰذا اگر کسی کو یہ تین چیزیں حاصل ہوگئیں۔ اس کی دنیا کی ضرورت پوری ہوگئی۔ اس کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس کو عافیت مل گئی اور ضرورت کے مطابق دنیا مل گئی اور ایسے شخص کو ناشکری میں نہیں مبتلا ہونا چاہیے۔

نسخہ 47

تسکین قلب وروح کیلئے مراقبہ ومحاسبہ

آج کے ترقی یافتہ دور نے جہاں انسان کو نت نئی ایجادات وسہولیات سے نوازا ہے وہیں حضرت انسان کو از حد مصروف بھی کر دیا ہے۔ شب و روز کی انہی مصروفیات میں تنہائی کے چند لمحات میسر آ جانا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ فرصت کے ان لمحات کو ہم اگر صحیح طریقے سے استعمال کر لیں تو یہ ہماری پوری زندگی کی کایا پلٹ دیں اور ہماری تمام جدوجہد و مصروفیات کا قبلہ درست ہو جائے۔

تنہائی میں انسان اگر یہ سوچے کہ اگر اللہ نے مجھے چند روزہ زندگی دی ہے تو میں دنیا کی زندگی جس طرح بھی بسر کر لوں بالآخر مجھے ایک دن مرنا ہے ہر ایک مسلمان کا عقیدہ یہی ہے کہ موت اختتام زندگی نہیں بلکہ انتقال زندگی کا نام ہے۔ موت کے بعد اللہ رب العزت کے روبرو مجھے اپنی زندگی کے ہر ہر عمل کا جواب دینا ہے۔ میری زندگی کا ایک ایک سانس اللہ کی طرف سے نعمت ہے جس کا شکر میں کیسے ادا کر سکتا ہوں۔ اس طرح اللہ کی بے شمار نعمتوں کے مقابلے میں اپنے کردار کے بارہ میں سوچ و فکر کی جائے تو فرصت کے یہ لمحات بڑے قیمتی بن سکتے ہیں۔ انسان خود اپنے بارہ میں جس قدر جانتا ہے دوسرا شخص اتنی معلومات نہیں رکھتا۔ اسی لئے حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ کسی بھی مسئلہ میں سب سے پہلے اپنے دل سے فتویٰ لو کہ انسانی دل فطرت سلیمہ کی موجودگی میں ہمیشہ خیر اور صحیح راستہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اپنے دل سے باتیں کرنے کو اور موت کے بعد کے احوال کو اس طرح سوچنے کو صوفیاء کرام کی اصطلاح میں مراقبہ کہتے ہیں۔

مراقبہ کی طرح محاسبہ بھی عربی زبان کا لفظ ہے لیکن اردو میں بھی استعمال ہوتا ہے جو باہم حساب کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ فرصت کے لمحات میں صرف یہ سوچ لیا جائے کہ ہم صبح بیدار ہونے سے رات کو سونے تک کیا اعمال کرتے ہیں۔ کیا ہمارا ہر دن خیر کی طرف بڑھ رہا ہے یا شر کی طرف۔ ہمارا ذریعہ معاش کس حد تک حلال ہے۔ ہماری شکل صورت ایسی ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی نظر میں پسندیدہ بھی ہے یا نہیں۔ کہیں ہماری معاشرت ایسی تو نہیں جو اللہ اور اس کے رسول

کے دشمنوں کے مشابہ ہو۔ اسی طرح اپنے لباس کے متعلق سوچیں کہ وہ اسلامی معاشرت کا آئینہ دار ہے یا غیر مسلموں کی بے ڈھب نقالی کر رہا ہے۔

اسی طرح اپنے اعمال، اقوال، معاشرت و اخلاق جیسے اہم امور میں ہر ایک کے بارہ میں سوچیں۔ پھر خود اپنے آپ سے باتیں کریں کہ اگر خدانخواستہ میری شکل و صورت غیر اسلامی ہے تو اس کی اصلاح کیلئے میں کس حد تک فکرمند ہوں اور کونسا ایسا راستہ اختیار کروں کہ میں اس پرفتن دور میں بھی اپنی اصلاح کر کے اللہ کو راضی کر لوں! اگر میری غیر اسلامی شکل و صورت کے بارہ میں روز محشر شافع محشر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پوچھ لیا کہ کیا تمہیں میری شکل پسند نہیں تھی جسے تم اپناتے۔ ذرا سوچئے! نفسا نفسی کے عالم میں ہمارے پاس اس سوال کا کیا جواب ہے۔ محاسبہ کا فائدہ یہی ہے کہ سوچنے کی برکت سے انسان اپنی اصلاح کیلئے فکرمند ہو جاتا ہے۔ اپنی اصلاح کیلئے فکرمند ہونا ہی اصلاح کی جانب ایک اہم قدم ہے جو محاسبہ و مراقبہ کی بدولت اٹھ سکتے ہیں۔

صبح بیدار ہو کر صرف دو منٹ کیلئے انسان یہ سوچ لے کہ نیند (جسے موت کی بہن قرار دیا گیا ہے) میری موت آ ہی چکی تھی لیکن اللہ نے کرم فرمایا اور مجھے مزید ایک دن کی مہلت عطا فرما دی اب اس ایک دن کو میں اپنی زندگی کا آخری دن سمجھ کر خوب سوچ سمجھ کر بسر کروں گا۔ تاکہ ہر دن پچھلے دن کی نسبت خیر کی طرف بڑھنے والا ہو۔

سوچئے! کتنے ہی لوگ ہیں جو رات صحیح سالم سوتے ہیں لیکن صبح ان کی فوتگی کا اعلان سنائی دیتا ہے۔ اللہ نے زندگی کی نعمت عطا فرمائی ہے تو مراقبہ و محاسبہ کر کے ہم اسے بہتر سے بہتر طریقے سے بسر کر سکتے ہیں۔

نسخہ 48

گھر اخلاق سے بنتے ہیں

عالمی مبلغ اسلام مولانا طارق جمیل صاحب مدظلہ فرماتے ہیں۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے جن کی ابتدا عبادت سے ہوتی ہے تو انتہا اخلاق پر ہے۔ دین عبادت سے شروع ہوتا ہے اور اخلاق پر مکمل ہوتا ہے۔ میاں بیوی میں سے ہر ایک عالم ہو حسین وجمیل ہو یا مالدار ہو لیکن ان چیزوں سے گھر نہیں بنتے۔ گھر جانبین کے حسن اخلاق سے بنتے ہیں۔ گھروں کی آبادی حسن اخلاق سے ہوتی ہے عبادات سے نہیں۔ زبان کا ایک سخت بول سارے بدن میں آگ لگا دیتا ہے اور دل شکنی کا بول ساری راحتوں کو ختم کر دیتا ہے اور محبت کا ایک بول سارے کانٹے چن لیتا ہے اور اندھیروں میں اجالے پیدا کر دیتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ سے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری صاحبؒ نے عرض کیا کہ حضرت! بچی کی نسبت کر دی ہے تو حضرت رائے پوری نے پوچھا: بچے کے اخلاق کیسے ہیں؟ تو فرمایا حضرت! نمازی ہے۔ حضرت رائے پوری نے دوبارہ پوچھا کہ بچے کے اخلاق کیسے ہیں؟ کہا کہ حضرت! نمازی ہے تو حضرت رائے پوری نے فرمایا کہ میں نماز کا نہیں پوچھ رہا بلکہ اخلاق کا پوچھ رہا ہوں۔ جس گھر میں ایک دوسرے سے محبت اور برداشت ہوگی وہ بھوک میں بھی مزے سے رہیں گے۔ پیوند لگے کپڑوں میں بھی ریشم کا مزہ پائیں گے اور جن گھروں میں ایک دوسرے کی برداشت نہیں حسن اخلاق نہیں وہ ریشم وکمخواب میں بھی دکھی رہیں گے۔

اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہترین مسلمان وہ ہے جو اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرتا ہو اور میں (اپنی بیویوں سے) سب سے اچھا سلوک کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو حکم فرمایا اپنی بیویوں سے اچھا سلوک کرو۔ اللہ کے نبی سے بڑھ کر کون ہے؟ لیکن آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خود فرمایا کہ میرے ساتھ دوڑ لگاؤ۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود آٹا گوندھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گوشت کا ٹکڑا اٹھا کر کھاتیں اور رکھ دیتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی جگہ سے تناول فرماتے جہاں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کھایا ہوتا تھا۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پانی پی کر پیالہ

واپس رکھتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی پیالہ اٹھا کر وہاں سے منہ لگا کر پیتے جہاں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہونٹ لگے ہوتے تھے۔ یہ اظہار محبت ہے جو بہت ضروری ہے۔

گھروں کی آبادی اخلاق سے ہوا کرتی ہے۔ نہ علم سے نہ دولت و حسن سے۔ گھر کی آبادی کا ایک ہی اصول ہے اور وہ حسن اخلاق یعنی اچھے اخلاق ہیں۔ ایک دوسرے کو خوش کرنا اور ایک دوسرے کے عیوب پر پردہ ڈالنا۔ ہمارے ہاں تو اتنا غلط رواج ہے کہ بچی کی ساری خوبیاں چھپا دی جاتی ہیں اور اس کے عیوب چن چن کر اچھالے جاتے ہیں۔ عجیب و غریب طعنے، سسرال میں انتہائی سنگدلی کی معاشرت ہے اس میں دنیادار اور دیندار سب برابر کے شریک ہیں تو پھر اخلاق کا سبق کہاں ملے گا؟ اخلاق زندگی کو قیمتی اور سونا بنانے والے ہیں۔ ایک دوسرے کو معاف کرنا، درگزر کرنا، برداشت کرنا، یہ چیزیں معاشرہ میں ختم ہوتی جارہی ہیں۔ بس کوتاہیوں کو اچھالنا اور دوسروں کی خوبیوں کو نظر انداز کرنا آج ہمارا عام رواج بن چکا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت قضائے حاجت کیلئے باہر تشریف لے گئے اس دوران حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ کھل گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر نہ پایا تو ان کو نفس نے چکر دیا اور خیال آیا کہ شاید اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے چھوڑ کر کسی اور بیوی کے پاس چلے گئے ہیں تو انہوں نے اندر سے کنڈی لگا دی۔ تھوڑی دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ دروازہ پر دستک دی اور فرمایا کہ دروازہ کھولو کہا میں تو نہیں کھولوں گی۔ پوچھا: کیوں؟ کہا کہ مجھے چھوڑ کر دوسری بیوی کے پاس کیوں گئے؟ فرمایا اللہ کی بندی! مجھے بہت زیادہ حاجت کا تقاضہ تھا کہاں گیا۔ فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں خیانت نہیں کر سکتا تو فوراً حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو جھٹکا لگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف خاوند ہی نہیں بلکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔ تب انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے آئے اور چارپائی پر لیٹ گئے کچھ نہیں فرمایا یہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق تھے۔ (سبحان اللہ)

تو ہم بھی اخلاق سیکھیں، معاف کرنا درگزر کرنا سیکھیں چپ رہنا بہت بڑا جواب ہے معاف کرنا بہت بڑا بدلہ ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے معاف کرنے میں اتنا مزہ آتا ہے کہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ یہ نہ فرمادیں کہ تو مزہ لینے کیلئے معاف کیا کرتا تھا۔ لہٰذا ہم بھی ایک دوسرے کی خوبیاں دیکھیں کمی اور کوتاہی پر درگزر سے کام لیں۔

لوگوں سے خندہ پیشانی سے پیش آیئے

لوگوں کے ساتھ خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی سے پیش آنا بھی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے

اور اس پر بھی اجر ملتا ہے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ نیکی کے کسی کام کو حقیر نہ سمجھو خواہ وہ نیک کام یہ ہو کہ تم اپنے بھائی سے کھلے ہوئے چہرے (خندہ پیشانی) سے ملو۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملنے کو ایک نیکی قرار دیا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ اس نیکی کو کوئی معمولی یا حقیر نیکی نہ سمجھو۔ مطلب یہ ہے کہ اس پر بھی تمہارے نامۂ اعمال میں بڑے ثواب کا اضافہ ہو سکتا ہے۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
قیامت کے دن مومن بندے کی میزان میں کوئی چیز خوش خلقی سے زیادہ وزنی نہیں ہوگی۔
اور اللہ تعالیٰ فحش گو اور بے ہودہ گو شخص کو سخت ناپسند فرماتے ہیں۔ (جامع ترمذی)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ انسانوں کو جنت میں داخل کرنے والی چیز کیا ہے؟ آپ نے فرمایا "تقویٰ اور خوش اخلاقی"۔ (جامع ترمذی)

ایک اور روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں:۔ تمام مومنوں میں کامل ترین ایمان والے وہ لوگ ہیں جو ان میں اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر ہوں۔ (ترمذی)

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مومن اپنے حسن اخلاق سے اس شخص کے درجے تک پہنچ جاتا ہے جو روزہ دار اور نماز میں کھڑا رہنے والا ہو (یعنی نفلی روزے بہت رکھتا ہو اور نفلی نمازیں بہت پڑھتا ہو) (ابو داؤد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم میں سے جو لوگ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں اور جو قیامت کے دن مجلس میں مجھ سے سب سے زیادہ قریب ہوں گے وہ لوگ ہیں جو تم میں اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر ہوں۔ (ترمذی)

ان تمام احادیث میں جس خوش اخلاقی کی عظیم فضیلتیں بیان کی گئی ہیں وہ اگرچہ ایک وسیع مفہوم رکھتی ہیں لیکن دوسروں کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا اس کا ایک اہم حصہ ہے اور اس پر بھی یہ فضائل صادق آتے ہیں۔

نسخہ 49

اچھی زندگی کیلئے موت کو یاد رکھئے

آدمی کو چاہئے کہ اپنی موت سے کسی وقت بھی غافل نہ ہو۔ اور اس کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھے۔ خصوصاً سوتے وقت دس پندرہ منٹ موت کا مراقبہ روزانہ تا عمر جاری رکھے۔

اے عزیزان غفلت شعار! اب جنگ کو بہت جلدی ختم کرو جو دنیا کی سب سے ضعیف ہستی اور سب سے بڑی لازوال طاقت کے درمیان برسوں سے جاری ہے۔ جو تم میں اور تمہارے خدائے قاہر و قیوم میں برپا ہے۔ وہی جو جنگ تم میں اور تمہارے پروردگار کے درمیان جاری ہے اس کی صلح کی کوئی تدبیر نکالو۔ تم کو یاد نہیں آتا کہ تم اس شہنشاہ ارض و سما سے سرکش ہو گئے ہو جو اپنی ایک نگاہ مشیت سے تمام نظام ارضی و سماوی کو الٹ سکتا ہے۔ آہ! تمہاری غفلتوں پر اگر آسمان روئے اور زمین ماتم کرے اور عرفان ہوائی فضائیں تیز ہوں اور سمندروں سے مچھلیاں غم کرنے کے لئے اچھل پڑیں جب بھی یہ ماتم ختم نہ ہوگا۔ کیونکہ تمہارا ماتم تمام دنیا کا ماتم ہے۔ وہیں توبہ کرو اپنے عزائم و اعمال مقدسہ کو زندہ کرو تاکہ تمہاری غمگینی و اداسی کے دن ختم ہوں۔

مراقبہ موت کا طریقہ یہ ہے کہ کسی وقت خصوصاً رات کو سوتے وقت تنہائی میں اپنے نفس کو مخاطب کر کے یوں سمجھو کہ اس دنیا میں ہماری پوزیشن یہ ہے کہ جب مالک حقیقی چاہتے ہیں اور سرکاری حکم آ جاتا ہے تو کان سے پکڑ کر ہر ایک ذرہ روح کو کر کے ایک گڑھے میں پھینک دیا جاتا ہے۔ اس وقت نہ گھر بار رہتا ہے نہ بیوی رہتی ہے نہ بچے رہتے ہیں اور نہ مال کی اپنا رہتا ہے۔ اصل میں ہم لوگ تو مزدور ہیں۔ چھکڑے کھینچ رہے ہیں جس میں بیوی بچے ماں وغیرہ لدا ہوا ہے۔ جب منزل پر پہنچ جائیں گے الگ کر دیئے جائیں گے مزدور اور خادم و جمال شتربان اونٹوں کے ہانکنے والے مالک نہیں ہوا کرتے۔

اے دنیا کے مسافر ذرا سوچ کہ قدرت کی طرف سے تیری جانچ کی جا رہی ہے۔ اور تجھ کو ہر وقت دنیا کی پڑی ہے۔ لمحہ بلحہ تیری زندگی گھٹ رہی ہے موت تجھ سے قریب آ رہی ہے مگر افسوس کہ تیری امید ہر روز تازہ ہو رہی ہے۔ تو نے سینکڑوں کو دیکھا ہزاروں کو سنا ہوگا! تجھ جیسے کھیلتے پھرتے ہیں۔ ابھی کہ سانس نے جواب دیا اور زندگی نے ساتھ چھوڑا۔ ابھی زندوں میں سے تھا ابھی مردوں میں شمار ہوا۔ کیا یہ واقعات تجھ کو نہیں لرزاتے؟ تیری جوانی تجھ کو دھوکہ دے رہی ہے عنقریب تجھ سے چھین لی جائے گی۔

نسخہ 50

صحبت صالح اور اس کا دستور العمل

صحبت صالح کی برکت و تاثیر ایک مسلمہ حقیقت ہے اور ہر مسلمان جانتا ہے کہ اگر صالح صحبت میسر آ جائے تو زندگی رشک ملائکہ بن جاتی ہے اور وہی دنیا جو پہلے مصائب و مشکلات سے اور شرور و فتن سے بھری نظر آتی ہے اب آخرت بنانے کیلئے ہموار زمین نظر آتی ہے اور قدم قدم پر پھیلی دینی و دنیاوی بدسکونیاں راستہ سے ہٹتی چلی جاتی ہیں اور آدمی مرشد کی رہنمائی میں سکون و عافیت کی زندگی بسر کرنے لگتا ہے۔ ذیل میں اس بارہ میں ضروری معلومات دی جاتی ہیں۔

صحبت کی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم نازل کیا کہ تم سب کے سب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ چلے جاؤ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار ستا رہے ہیں تو تم بھی سب مدینہ منورہ چلے جاؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ پکڑنا کعبہ کا ساتھ پکڑنے سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ کعبہ اللہ کا گھر ہے مگر گھر کا مل جانا کافی نہیں جب تک کہ گھر والا نہ ملے اور گھر والا ملتا ہے جو گھر والے سے دوستی رکھتا ہے۔ اگر ہجرت کے حکم کے بعد صحابہ بیت اللہ سے چپکے رہتے تو بیت اللہ تو مل جاتا' اللہ نہ ملتا۔ اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے گھر چھوڑ دیا' رزق کے ظاہری دروازے چھوڑ دیے۔ بھی جمائی دکانیں چھوڑ دیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اللہ پر کیا بھروسہ تھا۔ اللہ کی مرضی کے مطابق صحابہ نے ہجرت کی۔ کعبۃ اللہ کو چھوڑ دیا۔ مولد رسول معجزات و تبرکات کی سرزمین مکہ کو چھوڑا۔ اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ حقیقت معلوم تھی کہ کعبہ سے 360 بت اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نکالے گا خود کعبہ میں یہ صلاحیت نہیں کہ وہ بتوں کو نکال دے کیونکہ کعبہ گھر ہے بے جان ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے حکم پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہجرت کی۔ وطن چھوڑا' زمزم چھوڑا' اللہ نے ان کو سمجھا دی تھی کہ یہاں تم کو گھر تو مل جائے گا مگر اللہ نہیں ملے گا۔ اللہ میرے نبی سے ملے

گا۔ لہٰذا جہاں میرا نبی جارہا ہے وہاں پہنچ جاؤ۔ مدینہ میں آکر صحابہ رضی اللہ عنہم جب بیمار ہو گئے تو کہا کہ ہم مدینہ کی آب وہوا کو موافق نہیں آئے۔ یہ نہیں کہا کہ مدینہ کی آب وہوا ہمیں موافق نہیں آئی کیونکہ ایسا کہنے میں مدینہ منورہ کی بے ادبی لازم آتی ہے۔ یہ تھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ادب۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہجرت سے یہ بات سمجھ لیں کہ اگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اصلاح کے باب میں ضروری نہ ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی کے ساتھ ہجرت کا حکم نہ ہوتا لیکن سب کو حکم ہوا کہ جہاں رسول صلی اللہ علیہ وسلم جائیں گے تم بھی وہاں جاؤ۔

جب مکہ فتح ہو گیا تو اسباب ہجرت ختم ہو گئے لیکن وفاداری بھی کوئی چیز ہے۔ اہل مدینہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اب ہمیں وسوسہ آتا ہے کہ آپ کہیں پھر اپنے وطن میں نہ رہ جائیں اور ہمیں اکیلا چھوڑ دیں تو آپ ہماری جان اولاد مال سب لیجئے ہم سب چیزوں پر صبر کر سکتے ہیں لیکن آپ کی جدائی برداشت نہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ہجرت اللہ کے حکم سے کی ہے اور میرا مرنا جینا تمہارے ساتھ رہے گا۔ مدینہ ہی میں میں رہوں گا۔ یہیں جیوں گا یہیں مروں گا۔ اگر آپ ہجرت نہ فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کوشش نہ کرتے تو ہمارا نام آج رام چندر یا سیتا رام ہوتا آج ان ہی کے خون کے صدقہ میں ایمان ہم تک پہنچا اور ہم عبدالرحمٰن اور عبداللہ ہو گئے۔

پس اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں جذب کر کے اپنا دوست بنا لیتے ہیں۔ پھر ہر وقت خدا کے ذکر کی توفیق بن جاتی ہے۔ اس لیے اللہ کے جذب کا انتظار کرو۔ خدا سے دعا بھی کرو کہ اللہ تعالیٰ ہماری جانوں کو بھی جذب کر لیں۔ بغیر جذب خدا کے کوئی راستہ طے نہیں کر سکتا۔ اللہ غیر محدود اس کا راستہ بھی غیر محدود بغیر ان کے جذب کے یہ غیر محدود راستہ کوئی طے نہیں کر سکتا۔ اسی کو قرآن میں فرمایا گیا۔ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاءُ

کہ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ تو اللہ نے خود اعلان کر دیا کہ میرے بندو ناامید نہ ہونا۔ میرے جذب کو مانگو مجھ سے اس صفت کا مطالبہ کرو۔ من یشاء میں اللہ نے مَن کو مطلق کر رکھا ہے یعنی میں جس کو چاہوں جذب کر لوں۔ اس میں کوئی قابلیت شرط نہیں۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنا جذب نصیب فرمائے اور اپنے جذب سے نسبت اولیائے صدیقین عطا فرمادے۔ اللہ پاک ہم سب کو اپنا ولی صدیق بنائے۔ اور دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں عطا فرمائے۔

نسخہ 51

سکون واطمینان کیلئے حقوق العباد کی فکر کیجئے

حنین کی فتح کے بعد مقام جعرانہ میں پہنچ کر مال غنیمت کی تقسیم کا انتظام کیا گیا تھا۔ ابھی اموال غنیمت تقسیم ہو رہے تھے کہ قبیلۂ ہوازن کے چودہ سرداروں کا ایک وفد زہیر بن صرد کی قیادت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو یرقان بھی تھے انہوں نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم مسلمان ہو چکے ہیں اور یہ درخواست ہے کہ ہمارے اہل وعیال اور اموال ہمیں واپس دے دیئے جائیں اس درخواست میں عرض کیا گیا یا رسول اللہ ہم بہ سلسلہ رضاعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خویش وعزیز ہیں، اور جو مصیبت ہم پر پڑی ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخفی نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر احسان فرمائیں، رئیس وفد ایک شاعر آدمی تھا، اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! اگر ہم بادشاہ روم یا شاہ عراق سے اپنی ایسی مصیبت کے پیش نظر کوئی درخواست کرتے تو ہمارا خیال یہ ہے کہ وہ بھی ہماری درخواست کو رد نہ کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالیٰ نے اخلاق فاضلہ میں سب سے زیادہ ممتاز فرمایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم بڑی امید لے کر آئے ہیں۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ موقع دوہری مشکل کا تھا، ایک طرف ان لوگوں پر رحم وکرم کا تقاضا یہ کہ ان کے سب قیدی اور اموال ان کو واپس کر دیئے جائیں، دوسری طرف یہ کہ اموال غنیمت میں تمام مجاہدین کا حق ہوتا ہے، ان سب کو ان کے حق سے محروم کر دینا از روئے انصاف درست نہیں، اس لئے صحیح بخاری کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جواب میں فرمایا:

میرے ساتھ کس قدر مسلمانوں کا لشکر ہے، جو ان اموال کے حق دار ہیں، میں سچی اور صاف بات کو پسند کرتا ہوں، اس لئے آپ لوگوں کو اختیار دیتا ہوں کہ یا تو اپنے قیدی واپس لے لو، یا اموال غنیمت ان دونوں میں جس کو تم انتخاب کرو وہ تمہیں دے دیئے جائیں گے، سب نے قیدیوں کی واپسی کو اختیار کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کو جمع فرما کر ایک خطبہ دیا جس میں حمد وثناء کے بعد فرمایا کہ:

یہ تمہارے بھائی تائب ہو کر آ گئے ہیں، میں یہ چاہتا ہوں کہ ان کے قیدی ان کو واپس دیدیئے جائیں۔ تم میں سے جو لوگ خوش دلی کے ساتھ اپنا حصہ واپس دینے کیلئے تیار ہوں وہ احسان کریں جو اس کے لئے تیار نہ ہوں تو ہم ان کو آئندہ اموال فئی میں سے اس کا بدلہ دیدیں گے"۔

حقوق کے معاملہ میں رائے عامہ معلوم کرنے کے لئے عوامی جلسوں کی آوازیں کافی نہیں، ہر ایک سے علیحدہ رائے معلوم کرنا چاہئے۔

مختلف اطراف سے یہ آواز اٹھی کہ ہم خوش دلی کے ساتھ سب قیدی واپس کرنے کے لئے تیار ہیں، مگر عدل وانصاف اور حقوق کے معاملہ میں احتیاط کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی مختلف آوازوں کو کافی نہ سمجھا اور فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ کون لوگ اپنا حق چھوڑنے کے لئے خوش دلی سے تیار ہوئے اور کون ایسے ہیں جو شرم شرمی خاموش رہے، معاملہ لوگوں کے حقوق کا ہے، اس لئے ایسا کیا جائے کہ ہر جماعت اور خاندان کے سردار اپنی اپنی جماعت کے لوگوں سے الگ الگ صحیح بات معلوم کر کے مجھے بتائیں۔

اس کے مطابق سرداروں نے ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ اجازت حاصل کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا کہ سب لوگ خوش دلی سے اپنا حق چھوڑنے کیلئے تیار ہیں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب قیدی ان کو واپس کر دیئے۔

اس سے ثابت ہوا کہ حقوق کے معاملہ میں جب تک خوش دلی کا اطمینان نہ ہو جائے کسی کا حق لینا جائز نہیں، مجمع کے رعب یا لوگوں کی شرم سے کسی کا خاموش رہنا رضامندی کے لئے کافی نہیں، اسی کو حضرات فقہاء نے فرمایا ہے کہ کسی شخص پر اپنی وجاہت کا رعب ڈال کر کسی دینی مقصد کے لئے چندہ کرنا بھی درست نہیں، کیونکہ ایسی حالت میں بہت سے شریف آدمی محض شرما شرمی سے کچھ دیدیتے ہیں، پوری رضامندی نہیں ہوتی، اس طرح کے مال میں برکت بھی نہیں ہوتی۔ (معارف القرآن)

ف: حقوق العباد کی ادائیگی میں غفلت اور کوتاہی سے بچے ورنہ آخرت میں تین پیسے کے بدلے سات سو مقبول نمازیں صاحب حق کو دلوائی جائیں گی۔ اللھم احفظنا۔ آمین

❁❁❁

نسخہ 52

والدین کو راضی رکھئے

والدین کے ساتھ حسن سلوک

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ کون سا عمل پسند ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ "وقت پر نماز ادا کرنا۔" میں نے پوچھا۔ "اس کے بعد کون سا عمل ....؟" آپؐ نے فرمایا۔ "والدین کے ساتھ حسن سلوک۔" میں نے پوچھا۔ "پھر کون سا عمل؟" آپؐ نے فرمایا۔ "اللہ کے راستے میں جہاد۔" (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور حصول ثواب کی خاطر جہاد میں شامل ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ آپؐ نے پوچھا "کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟" انہوں نے جواب دیا کہ "جی ہاں دونوں زندہ ہیں۔" آپؐ نے فرمایا۔ "پھر تم جاؤ اور ان کی اچھی خدمت کرو۔" اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ "ان کی خدمت کرکے جہاد کرو۔" (بخاری و مسلم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر والدین کو خدمت کی ضرورت ہو تو جب تک جہاد فرض عین نہ ہو جائے اس وقت تک ان کی خدمت میں مشغول رہنا جہاد میں جانے سے بھی افضل ہے اور یہ واقعہ عام طور سے مسلمان جانتے ہیں کہ حضرت اویس قرنیؒ یمن کے باشندے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے آنا چاہتے تھے۔ لیکن چونکہ ان کی والدہ کو خدمت کی ضرورت تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے پاس آنے سے منع کرکے والدہ کی خدمت کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کر سکے۔ لیکن والدہ کی خدمت کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ مقام بخشا کہ بڑے بڑے صحابہ کرامؓ بھی ان سے دعا کرواتے تھے۔ جب حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانے میں وہ مدینہ طیبہ آئے تو حضرت عمرؓ انتہائی اشتیاق کے ساتھ ان سے ملنے اور ان کی دعا لینے کے لئے تشریف لے گئے۔

والدین سب سے زیادہ حسن سلوک کے مستحق

والدین کیساتھ حسن سلوک عام حالات میں ایسا عمل ہے جس میں محنت ومشقت زیادہ نہیں ہے۔ کیونکہ ہر انسان کو فطری طور پر اپنے والدین سے محبت ہوتی ہے۔ اس لئے ان کی خدمت اور حسن سلوک پر دل خود ہی آمادہ ہوتا ہے۔ دوسری طرف والدین کو اپنی اولاد پر جو شفقت ہوتی ہے اس کی وجہ سے وہ خود اپنی اولاد سے ایسا کام لینا پسند نہیں کرتے جو اس کیلئے مشکل ہو۔ بلکہ معمولی سی خدمت سے بھی خوش ہو جاتے ہیں اور دعائیں دیتے ہیں نیز اللہ تعالیٰ نے اس عمل کو اتنا آسان بنا دیا ہے کہ ایک حدیث کی رو سے والدین کو ایک مرتبہ محبت کی نظر سے دیکھ لینا بھی ثواب میں حج اور عمرے کے ثواب کے برابر ہے۔ غرض والدین سے محبت رکھ کر ان کی اطاعت اور خدمت کر کے انسان اپنے نامۂ اعمال میں عظیم الشان نیکیوں کا بہت بڑا ذخیرہ جمع کر سکتا ہے۔

علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ ماں کا حق باپ کے مقابلے میں تین گنا زیادہ ہے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ انسان کی پرورش میں جس قدر تکلیف ماں اٹھاتی ہے باپ اتنی نہیں اٹھاتا۔ ماں کی تکلیفوں کا ذکر قرآن کریم نے خاص طور پر فرمایا ہے دوسرے ماں کو باپ کے مقابلے میں عموماً خدمت کی ضرورت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ماں کی خدمت کو زیادہ فوقیت عطا فرمائی ہے۔ بعض مرتبہ لوگ والدین کی زندگی میں ان کی خدمت اور حسن سلوک سے غافل رہتے ہیں لیکن جب ان کا انتقال ہو جاتا ہے تو حسرت کرتے ہیں۔ کہ ہم نے زندگی میں ان کی کوئی خدمت نہ کی۔ اور اب یہ موقع ہاتھ سے جاتا رہا۔ اس لئے ان کی زندگی ہی میں اس دولت کی قدر پہچاننی چاہئے۔

بنو سلمہ کا ایک شخص آپ کے پاس آیا اور اس نے آکر پوچھا کہ "یا رسول اللہ! کیا میرے والدین کی موت کے بعد بھی کوئی ایسا طریقہ باقی رہ گیا ہے جس کے ذریعے میں ان کے ساتھ حسن سلوک کر سکوں؟" اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ہاں، ان کے حق میں دعا کرنا، ان کے لئے استغفار کرنا، ان کے بعد ان کے کیے ہوئے عہد کو پورا کرنا اور جن رشتوں کا تعلق ان ہی سے ہے ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنا اور ان کے دوستوں کا اکرام کرنا۔" (ابوداؤد)

والدین کی خدمت کا عظیم صلہ

حق تعالیٰ وسبحانہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو وحی کی کہ سمندر کے کنارے پر جاؤ

ایک عجیب چیز دیکھو گے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے ہمراہی جن وانس کے ساتھ ساحل پر تشریف لے گئے آپ کے وزیر آصف ابن برخیا نے سمندر میں غوطہ لگا کر ایک قبہ سفید کافوری حاضر کیا جس کے چار دروازے تھے ایک موتی کا۔ ایک یاقوت کا اور ایک ہیرے کا اور ایک زمرد سبز کا۔ اور سب دروازے کھلے ہوئے تھے اور ان میں ایک قطرہ بھی پانی کا نہیں داخل ہوا۔ حالانکہ وہ قبہ سمندر کی تہہ میں تھا۔

دیکھتے ہیں کہ اس کے اندر ایک شخص خوب صورت جوان صاف کپڑے پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں آپ نے قبہ میں داخل ہو کر اس کو سلام کیا اور فرمایا کہ تجھے اس دریا میں کس چیز نے پہنچایا۔

اس نے جواب دیا کہ اے نبی اللہ! میرے باپ اپاہج تھے اور ماں نابینا تھی۔ میں نے ان کی ستر برس خدمت کی۔ جب میری والدہ وفات پانے لگیں تو انہوں نے کہا اے اللہ! میرے بیٹے کی عمر دراز کر اور تیری عبادت میں گزارنے کی توفیق دے۔

جب باپ کی وفات کی نوبت آئی تو انہوں نے کہا اے خدا! میرے بیٹے سے ایسی جگہ خدمت لے جہاں شیطان کا دخل نہ ہو۔ چنانچہ جب میں انہیں دفن کر کے اس ساحل کی طرف آیا تو یہ قبہ نظر آیا میں اس کی خوبصورتی کے ملاحظہ کے لئے اندر داخل ہوا۔ اتنے میں ایک فرشتے نے آ کر مجھے قعر دریا میں اتار دیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا تو کس زمانہ میں یہاں آیا تھا؟ اس نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں۔ حضرت نے تاریخ دیکھی تو معلوم ہوا انہیں دو ہزار سال گزرے تھے۔ اور وہ شخص بالکل جوان تھا ایک بال بھی سفید نہ ہوا تھا۔ آپ نے پھر دریافت کیا کہ تم سمندر کے اندر کیا کھاتے پیتے ہو؟ اس نے کہا اے نبی اللہ! میرے پاس ایک سبز پرندہ اپنی چونچ میں ایک زرد چیز جو آدمی کے سر کے برابر ہے لے آتا ہے میں اسے کھاتا ہوں اس میں دنیا کی ساری نعمتوں کا مزہ آتا ہے۔ اس سے میری بھوک پیاس جاتی رہتی ہے۔ اور گرمی سردی نیند و سستی اور غنودگی وحشت وغیرہ سب کی سب اس سے دفع ہو جاتی ہے۔ آپ نے لوگوں سے متوجہ ہو کر فرمایا کہ دیکھو ماں باپ کی دعا کیسی مقبول ہے۔ خدا تم پر رحم کرے۔ حقوق والدین ادا کرو۔

نسخہ 53

حلم اور صلہ رحمی

ایک روایت میں ہے کہ زید بن سعنہ پہلے یہودی تھے، ایک مرتبہ کہنے لگے کہ نبوت کی علامتوں میں سے کوئی بھی ایسی نہیں رہی جس کو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ دیکھ لیا ہو سوائے دو علامتوں کے جس کے تجربے کی اب تک نوبت نہیں آئی تھی، ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ پر غالب ہوگا، دوسرے یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی جتنا بھی جہالت کا برتاؤ کرے گا اسی قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تحمل زیادہ ہوگا، میں ان دونوں کے امتحان کا موقع تلاش کرتا رہا اور آمد ورفت بڑھاتا رہا، ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرے سے باہر تشریف لائے، حضرت علیؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ایک دیہاتی شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میری قوم مسلمان ہو چکی ہے اور میں نے ان سے یہ کہا تھا کہ مسلمان ہو جاؤ گے تو بھرپور رزق تم کو ملے گا اور اب حالت یہ ہے کہ قحط پڑ گیا، مجھے ڈر ہے کہ وہ اسلام سے نہ نکل جائیں اگر رائے مبارک ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اعانت ان کی فرمائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی طرف جو غالباً حضرت علیؓ تھے دیکھا تو انہوں نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم موجود تو کچھ نہیں رہا، زید (جو اس وقت تک یہودی تھے، اس منظر کو دیکھ رہے تھے) کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کر سکیں کہ فلاں شخص کے باغ کی اتنی کھجوریں وقت معین پر مجھے دیدیں تو میں قیمت پیشگی دے دوں اور وقت معین پر کھجوریں لے لوں گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو نہیں ہو سکتا، البتہ اگر باغ کی تعیین نہ کرو تو میں معاملہ کر سکتا ہوں، میں نے اس کو قبول کر لیا اور کھجوروں کی قیمت اسی مثقال سونا (ایک مثقال مشہور قول کے موافق ساڑھے 4 ماشہ کا ہوتا ہے) لے آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سونا اس دیہاتی کے حوالے کر دیا اور فرمایا انصاف کی رعایت رکھنا اور اس سے ان کی ضروریات پوری کرلو۔

زید کہتے ہیں کہ جب کھجوروں کی ادائیگی کے وقت میں دو تین دن باقی رہ گئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے ساتھ جن میں ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے،

کسی کے جنازے کی نماز سے فارغ ہو کر ایک دیوار کے قریب تشریف فرما تھے، میں آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتے اور چادر کے پلو کو پکڑ کر نہایت ترش روئی سے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرا قرضہ ادا نہیں کرتے، خدا کی قسم میں تم سب اولاد عبدالمطلب کو خوب جانتا ہوں کہ تم ہو ہی ایسے۔ حضرت عمرؓ نے مجھے غصے سے گھورا اور کہا کہ اے خدا کے دشمن یہ کیا بک رہا ہے؟ اگر مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ڈر نہ ہوتا تو تیری گردن اڑا دیتا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت سکون سے مجھے دیکھ رہے تھے اور تبسم کے لہجے میں حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ عمر! میں اور یہ ایک اور چیز کے زیادہ محتاج تھے وہ یہ کہ مجھے حق ادا کرنے میں خوبی برتنے کو کہتے اور اس کو مطالبہ کرنے میں بہتر طریقے کی نصیحت کرتے، جاؤ اس کو لے جاؤ اور اس کا حق ادا کر دو اور تم نے جو اسے ڈانٹا ہے اس کے بدلے میں بیس صاع (تقریباً دو من) کھجوریں زیادہ دے دینا حضرت عمرؓ مجھے لے گئے اور پورا مطالبہ اور بیس صاع کھجوریں زیادہ دیں میں نے پوچھا کہ یہ بیس صاع کیسے حضرت عمرؓ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حکم ہے زید نے کہا کہ عمر تم مجھ کو پہچانتے ہو انہوں نے فرمایا کہ نہیں میں نے کہا کہ میں زید بن سعنہ ہوں انہوں نے فرمایا جو یہود کا بڑا علامہ ہے، میں نے کہا ہاں وہی ہوں انہوں نے فرمایا اتنا بڑا آدمی ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تم نے یہ کیسا برتاؤ کیا؟ میں نے کہا کہ علامات نبوت میں دو علامتیں باقی رہ گئی تھیں جن کا مجھ کو تجربہ کرنے کی نوبت نہیں آئی تھی ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصے پر غالب ہوگا اور دوسرے یہ کہ ان کے ساتھ سخت جہالت کا برتاؤ ان کے حلم کو بڑھا دے گا اب ان دونوں کا بھی امتحان کر لیا اب میں تم کو اپنے اسلام کا گواہ بناتا ہوں اور میرا آدھا مال امت محمدیہ پر صدقہ ہے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے اور اسلام لے آئے اس کے بعد بہت سے غزوات میں شریک ہوئے اور تبوک کی لڑائی میں شہید ہو گئے۔ (جمع الفوائد خصائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک عمل ہمارے لئے قابل اتباع ہے اور اسی میں ہماری دنیا و آخرت کی کامیابی ہے ذرا غور کیجئے کہ مذکورہ واقعہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کس قدر ایثار اور تحمل ظاہر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ایسا ایثار و تحمل نصیب فرمائے۔ (آمین)

صلہ رحمی

رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کو "صلہ رحمی" کہا جاتا ہے اور "صلہ رحمی" بھی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے جس پر اللہ تعالیٰ بہت ثواب عطا فرماتے ہیں۔ قرآن کریم نے بھی کئی مقامات پر

صلہ رحمی کا حکم دیا ہے اور اس کے فضائل بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى (النساء: ۳۶)

اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو اور رشتہ داروں کے ساتھ۔

نیز ارشاد ہے: وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ (النساء: ۱)

اور اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے (حقوق کے) مطالبے کرتے ہو اور رشتہ داروں کے حقوق کا خیال رکھو۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليصل رحمه

جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔ (بخاری ومسلم)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من احب ان يبسط له في رزقه وينسأله في اثره فليصل رحمه

جو شخص یہ چاہے کہ اس کے رزق میں وسعت ہو اور اس کی عمر لمبی ہو اسے چاہئے کہ اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے۔ (بخاری ومسلم)

صلہ رحمی کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آئے ان کے دکھ سکھ میں شامل رہے۔ ان کو کسی مدد کی ضرورت ہو تو جائز طور پر ان کی مدد کرے۔

لیکن "صلہ رحمی" کے بارے میں چند باتیں ہمیشہ یاد رکھنی چاہئیں۔

1۔ بعض لوگ رشتہ داروں کی رعایت اس حد تک کرتے ہیں کہ اس کام کے لئے گناہوں کے ارتکاب سے بھی دریغ نہیں کرتے، اور اپنے اس عمل کو "صلہ رحمی" کا حصہ سمجھتے ہیں۔ مثلاً رشتہ داروں کے اصرار پر کسی گناہ میں شریک ہو جانا، ان کی ناجائز سفارش کر دینا، یا انہیں کسی ملازمت دلوا دینا جس کے وہ مستحق نہیں ہیں۔ یاد رکھئے کہ یہ باتیں ہرگز جائز نہیں ہیں، اور "صلہ رحمی" کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ رشتہ داروں کی خاطر یا ان کی مروت میں گناہوں کا ارتکاب کیا جائے۔ لہٰذا جب کوئی رشتہ دار کسی ناجائز کام کو کہے تو اس سے نرمی کے ساتھ معذرت کر دینا ضروری ہے۔

2۔ دوسری بات یہ ہے کہ "صلہ رحمی" اس وقت موجب ثواب ہوتی ہے جب اس کا مقصد اپنے رشتے دار کو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر خوش کرنا ہو، اگر محض بدلہ، دکھاوا یا رسموں کی پابندی میں کوئی کام کیا

جائے تو اس پر "صلہ رحمی" کی فضیلت حاصل ہونی مشکل ہے۔ ہمارا معاشرہ اس وقت رسموں کے بند ھن میں جکڑا ہوا ہے۔ رشتہ داروں کے ساتھ معاملات میں زیادہ تر یہ بات پیش نظر رہتی ہے کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو برادری میں ناک کٹ جائے گی۔ چنانچہ محض رسم پوری کرنے کی خاطر بہت سے کام کئے جاتے ہیں' اندر سے ان کاموں کو دل نہیں چاہتا۔ اس طرح کے خیالات سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اور کسی رشتہ دار کے ساتھ جو کوئی نیکی کا معاملہ کیا جائے اس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی نیت کی جائے اور وہ کام خوش دلی سے کیا جائے محض رسم کی خاطر شرماشرمی کوئی کام کرنے سے کلی پرہیز کیا جائے۔

3۔ چونکہ "صلہ رحمی" خالص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہونی چاہئے اس لئے دوسری طرف سے اس کے بدلے کا انتظار بھی نہ کرنا چاہئے۔ اور اگر دوسری طرف سے اس کا اچھا جواب نہ ملے تب بھی "صلہ رحمی" کو چھوڑنا نہیں چاہئے' اور درحقیقت یہی بات اس کی علامت ہے کہ "صلہ رحمی" اللہ کے لئے ہو رہی ہے یا محض دکھاوے اور نام و نمود کے لئے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لیس الواصل بالمکافی' ولکن الواصل الذی اذا قطعت رحمہ' وصلھا

وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے جو دوسروں کا بدلہ چکائے۔ بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب دوسرے اس کی رشتہ داری کی حق تلفی کریں۔ تب بھی یہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔ (صحیح بخاری)

اور حضرت ام کلثوم بنت عقبہؓ روایت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

سب سے افضل صدقہ وہ ہے جو بغض رکھنے والے رشتے دار کو دیا جائے۔

(حاکم و طبرانی' الترغیب والترہیب ص ۱۲۰ ج ۴)

جب رشتہ داروں کی طرف سے اچھا معاملہ نہ ہو رہا ہو اس وقت ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا درحقیقت "صلہ رحمی" کا کمال ہے۔ اور اس پر بے حد اجر و ثواب کے وعدے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں' میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں مگر وہ میری حق تلفی کرتے ہیں۔ میں ان سے حسن سلوک کرتا ہوں اور وہ مجھ سے برا سلوک کرتے ہیں میں ان سے بردباری کا معاملہ کرتا ہوں اور وہ مجھ سے جھگڑتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ "اگر واقعی ایسا ہے تو گویا تم انہیں گرم راکھ کھلا رہے ہو' اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے ساتھ ہمیشہ ایک مددگار رہے گا۔" (صحیح مسلم)

یعنی وہ اپنے عمل سے دوزخ خرید رہے ہیں اور تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے خلاف تمہاری مدد ہو گی۔

نسخہ 54

نکاح اور اس کے تقاضے

انسانی زندگی میں نکاح بڑی اہمیت کی حامل عبادت ہے۔ اس لئے شریعت نے اس کے بارہ میں تفصیلی احکام وہدایات سے نوازا ہے جن کا اہتمام کرکے ہر مسلمان اپنی ازدواجی زندگی کو دونوں خاندانوں کیلئے سکون وراحت کا ذریعہ بنا سکتا ہے اور اس پر آخرت میں ملنے والا اجر وثواب مستزاد ہے۔ شریعت کی نظر میں نکاح جیسی اہم عبادت کے تقاضے کیا ہیں؟ اس بارہ میں ایک مضمون جس پر عمل سکون وراحت کا ضامن ہے۔

نکاح کی اولین ذمہ داری راحت رسانی وفرحت بخش ہونے کی ہے دوسرے حلیم وبردبار رہنے کی ہے چشم پوشی کے ساتھ حکمت آمیز طریق سے بحسن اخلاق خیر کا ملکہ رکھنا ہے۔

شادی کے کچھ عرصہ کے بعد مزاج شناسی دینی مستند کتب مطالعہ کیلئے دے دی جائیں۔ تجسّس و تفتیش احوال سے اور تنگدل ہونے سے اجتناب ہو۔ چہرہ پر ہمیشہ آثار شادمانی ہوں۔

کیا یہ ظلم نہیں......؟ آج کل عموماً یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جس شخص کی شادی ہوتی ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ مجھے ایک خادمہ اور تنخواہ نہ لینے والی ملازمہ مل گئی ہے اور وہ اپنی اہلیہ سے نوکرانی جیسا برتاؤ کرتا ہے۔ ہر معاملہ میں اپنی رائے کو مقدم سمجھتا ہے اور بیوی کی پسند کو پس پشت ڈال کر دیتا ہے اپنے جذبات کی بھرپور رعایت کرتا ہے اور اہلیہ کے جذبات کو نظرانداز کرتا ہے۔ اپنی راحت کا تو مکمل خیال ہے مگر رفیقہ حیات کی راحت کی پرواہ ہی نہیں۔ جس کے نتیجے میں شوہر کے رویہ سے تنگ آ کر عورت مخالفت پر اتر آتی ہے اور گھر میں تو تکار سے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور پھر بسے بستے گھر کی بربادی اور پھول جیسے معصوم بچوں کی تباہی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اور وہ عورتیں جو منکسر المزاج ہوتی ہیں یا ان کی پشت مضبوط نہیں ہوتی تو وہ بات بات پر شوہر کی ڈانٹ ڈپٹ اور قدم قدم پر اپنی آرزوؤں کا خون ہوتا دیکھ کر دل ہی دل میں صبر کے کڑوے گھونٹ پیتی رہتی ہیں۔ اور شوہر کے ستم پر ہنس مکھ بنی ہونے کی بجائے بحیثیت ملازمہ ہونے کے زندگی گزارنے پر رضا و بالقضاء کا ثبوت دیتی ہیں۔ اور شوہر کے اشارہ ابرو پر کاربند رہتے ہوئے گھر کا بوجھل سے بوجھل

ترین کام سرانجام دیتی ہیں۔ گھر کے آٹھ دس افراد کے علاوہ اگر شوہر صاحب کی طرف سے آٹھ دس مہمانوں کا کھانا پکانے کا آرڈر ہوتا ہے تو اس کی تعمیل میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہوتی اور نہ یہ خیال دامن گیر ہوتا ہے کہ دوپہر کی سخت گرمی میں آگ پر گھنٹوں بیٹھنا کتنا دشوار ہے۔ اگرچہ شوہر صاحب کا مزاج ایسا ہے کہ شادی کے بعد کئی سال ہو گئے ہیں اہلیہ کے ہاتھ کا کھانا کھاتے ہوئے اور بیسیوں مرتبہ اپنی من پسند ڈشیں بھی بنوائی ہوں گی جن کو گھر والی نے نہ جانے کتنی محنت ومشقت سے تیار کیا ہوگا مگر میاں کی زبان سے (ماشاء اللہ کھانا بہت عمدہ اور لذیذ تھا) کبھی نہیں نکلا ہوگا۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلیفہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفی رحمہ اللہ کے ایک مرید نے ان کی دعوت کی اس کی گھر والی بھی حضرت کی مرید تھی کھانے سے فراغت پر وہ عورت پردے کے پیچھے آئی اور سلام کیا تو حضرت ڈاکٹر صاحب نے اس کے کھانے کی تعریف فرمائی جس پر وہ سسکیاں بھر کر رونے لگی وجہ پوچھی تو کہنے لگی کہ چالیس سال شادی کو ہو گئے ہیں مگر شوہر کی زبان سے آج تک یہ جملہ نہیں سنا کہ کھانا لذیذ تھا آج آپ سے سن کر بے اختیار رونا آ گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ گھر میں مہمانوں کا ہجوم ہو اور تن تنہا گھر والی نے سارا دن کام کیا ہو اور شام کو شوہر صرف اتنا کہہ دے کہ آج مہمانوں کیلئے کھانا بہت عمدہ پکا ہوا تھا تو دن بھر کی اس کی تھکن کافور ہو جائے گی اور وہ خوشی سے باغ باغ ہو جائیگی گویا اس نے کوئی کام کیا ہی نہیں۔ اسی طرح شوہر اور بچوں کے کپڑے دھونے کے علاوہ شوہر کے بوڑھے والدین اور کمسن بہن بھائیوں کے کپڑوں کی دھلائی کا حکم ہو تو اس پر لبیک کہتی ہے۔ اگرچہ اس پر شرعاً یہ کام ضروری نہیں تاہم شوہر کی رضا حاصل کرنے کیلئے وہ یہ کام کرتی ہے اس پر بھی شاید ہی اس کی تعریف یا حوصلہ افزائی کی جاتی ہوگی؟ الغرض ہمارے معاشرے میں بہت سے لوگ اپنی گھر والی کو کوئی اہمیت نہیں دیتے جس کی وجہ سے وہ کسمپرسی کی زندگی گزارتی رہتی ہے حالانکہ شریعت مطہرہ نے اہلیہ کے حقوق کی بہت زیادہ تاکید کی ہے جس کا مختصر خاکہ یہ ہے: قرآن مجید میں ہے:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ تم خواتین کے ساتھ معروف یعنی نیکی کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

ایک حدیث میں فرمایا "خیارکم خیارکم نسآءھم وانا خیارکم لنسائی" "تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جو اپنی خواتین کے ساتھ بہترین سلوک کرتے ہیں اور میں تم میں اپنی خواتین کے ساتھ بہترین برتاؤ کرنے والا ہوں۔

ایک اور حدیث میں فرمایا استوصوا بالنسآء خیرا۔ میں تم کو عورتوں کے بارے میں بھلائی کی نصیحت کرتا ہوں۔ تم میری اس نصیحت کو قبول کرو۔ ایک اور حدیث میں بھی عورتوں کی

بھلائی کا حکم فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا فانما ھن عوان عندکم۔ کہ عورتیں تمہارے پاس مقید رہتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کا یہ ایک ایسا وصف بیان کیا کہ اگر مرد اس پر غور کر لیں تو ان کو ان پر کبھی زیادتی کا خیال بھی نہ آئے۔ خود جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہی ہے کہ جب آپ گھر تشریف لاتے تو تبسم فرماتے اور گھریلو کام میں گھر والوں کا تعاون فرماتے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی نے فرمایا کہ اتنا ان لڑکی سے متعلق لوگ اس نے دو بول بولے اور اس کی یہ لاج رکھی کہ تمہارے لئے والدین بہن بھائی رشتہ دار سب کو چھوڑا اور اگر تمہیں یہ سب چھوڑنے کو کہا جاتا تو پتہ چل جاتا۔ اور ہمارے ایک بزرگ کا مقولہ اس بارے میں بہت اچھا لگا یاد وہ فرماتے ہیں کہ بیوی کی دو حیثیتیں ہیں ایک خادمہ کی ایک محبوبہ کی، پہلی حیثیت کی بناء پر اس سے خدمت لو اور دوسری حیثیت کی بناء پر کبھی کبھی اس کے ناز بھی برداشت کیا کرو۔ اگر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ مرد پر عورت کے بے شمار احسانات ہیں بلکہ مقولہ مشہور ہے کہ ہر کامیاب مرد کے پیچھے عورت کا ہاتھ ضرور ہوتا ہے اور یہ مقولہ کافی حد تک درست بھی ہے۔ جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب انسان نے نکاح کر لیا تو اس نے اپنا آدھا دین کامل کر لیا۔ بیوی کا شوہر پر کتنا بڑا احسان ہے کہ اس کی وجہ سے شوہر کا آدھا دین محفوظ ہو گیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومنین میں زیادہ کامل ایمان کے لحاظ سے وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں اور تم میں بہترین وہ ہیں جو اپنی عورتوں کیلئے بہترین ہیں۔ اور بھی بہت سی روایات ہیں جن سے بیوی کے حقوق کی اہمیت معلوم ہوتی ہے جسکے پیش نظر بیوی پر زیادتی کرنا کسی طرح بھی روا نہیں ہے۔ بھلا یہ کوئی کم فائدہ ہے کہ تمہیں وقت پر تیار کھانا ملتا ہے دھلے ہوئے صاف ستھرے کپڑے ملتے ہیں تمہارے والدین اور بہن بھائیوں کی ضروریات کو بھی پورا کیا جاتا ہے اور تمہارے بچوں کو تیار کر کے مکتب کی طرف تعلیم کیلئے روانہ کیا جاتا ہے۔ تمہارے گھر کی صفائی کا خیال رکھا جاتا ہے اور تمہارے وقت بے وقت آنے والے مہمانوں کا کھانا تیار کیا جاتا ہے حالانکہ یہ سب کام عورت پر شرعاً واجب نہیں مگر پھر بھی وہ کرتی ہے اس کے باوجود اس کی حوصلہ افزائی کی جگہ حوصلہ شکنی کا معاملہ کیا جاتا ہے۔ کیا یہ ظلم نہیں؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر قسم کے ظلم سے محفوظ رکھے آمین!

نسخہ 55

میاں بیوی ایک دوسرے کے معاون بنیں

اہل اللہ نے لکھا ہے کہ بیوی میں چار صفات ضرور ہونی چاہئیں۔
پہلی صفت اسکے چہرے پر حیا ہو۔ یہ بات بنیادی حیثیت رکھتی ہے کہ جس عورت کے چہرے پر حیا ہوگا اسکا دل بھی حیا سے لبریز ہوگا۔ مثل مشہور ہے چہرہ انسان کے دل کا آئینہ ہوتا ہے (Face is tha index of mind)۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا قول ہے کہ مردوں میں بھی حیا بہتر ہے مگر عورت میں بہترین ہے۔ دوسری صفت فرمائی جسکی زبان میں شیرینی ہو یعنی جو بولے تو کانوں میں رس گھولے۔ یہ نہ ہو کہ ہر وقت خاوند کو جلی کٹی سناتی رہے یا بچوں کو بات بات پر جھڑکتی رہے۔
تیسری صفت یہ کہ اسکے دل میں نیکی ہو، چوتھی صفت یہ کہ اسکے ہاتھ کام کاج میں مصروف رہیں۔ یہ خوبیاں جس عورت میں ہوں یقیناً وہ بہترین بیوی کی حیثیت سے زندگی گزار سکتی ہے۔
حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ فرماتے ہیں۔
پچھلے سال کی بات ہے کہ فقیر سویڈن میں تھا۔ وہاں ایک فیملی میں طلاق ہوئی وجہ یہ تھی کہ خاوند کچن کے سنک میں آکر برش کیا کرتا تھا۔ بیوی اس کو منع کرتی تھی کہ جب باتھ روم کا سنک ہے تو وہاں برش کیا کریں۔ اس نے کہا نہیں میں تو یہاں ہی کروں گا۔ اسی بات پر میاں بیوی میں طلاق ہو گئی، جس نے سنا حیران ہوا۔ بہت جگ ہنسائی ہوئی۔ کاش کہ دونوں عقل سے کام لیتے۔

پار اترنے کیلئے تو خیر بالکل چاہیے
بیچ دریا ڈوبنا ہو تو بھی اک پل چاہیے

تحمل اور بردباری نہ ہو تو انسان کی زندگی کبھی بھی کامیاب نہیں گزر سکتی۔ جب گھر کے سب لوگ اکٹھے رہتے ہیں تو آپس میں جھگڑے ہو سکتے ہیں۔ کبھی بیٹا بیٹی ماں کی نافرمانی کر سکتے ہیں۔ کبھی ماں بچوں پر MAD ہو سکتی ہے تو مسائل پیدا ہوں گے ان مسائل کو وہی حل کر سکتا ہے جو اپنے اندر تحمل مزاجی رکھنے والا ہو۔
مرد کی ایک بڑی صفت یہ ہے کہ اسے گھر کی ذمہ داریوں کو نبھانے میں نکھٹو اور کام چور نہیں ہونا چاہیے۔ دیکھئے ہمارے لئے اس سے بڑھ کر اور مثال کیا ہو سکتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وقت کے نبی ہیں اور گھر کے کام کاج کرتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام وقت کے نبی ہیں سفر میں بیوی دردِ زہ کا شکار ہوئی تو فرمایا ٹھہرو میں ابھی جاتا ہوں آگ ڈھونڈنے کیلئے قال لاھلہ امکثوا انی آنست نارا میں تمہارے لئے کہیں نہ کہیں سے آگ ڈھونڈ لاؤں تاکہ تمہیں آرام ملے اب دیکھئے کہ وقت کے نبی ہیں اور بیوی کی آسانی کیلئے آگ کے انگارے ڈھونڈتے پھرتے ہیں یہ کتنی بڑی عبادت بنا دی گئی جس میں اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام مصروف ہیں اس لئے گھر کا کوئی کام مرد کو کرنا پڑ جائے تو فرار اختیار نہیں کرنا چاہئے۔ جس طرح چھوٹے چھوٹے پتھر مل کر پہاڑ بن جاتے ہیں اسی طرح چھوٹے چھوٹے مسائل اکٹھے ہو کر اختلافات کے پہاڑ بن جاتے ہیں دونوں کے درمیان دیوار کھڑی ہو جاتی ہے نتیجہ گھر کی تباہی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ بعض مرتبہ پینتیس پینتیس سال کی ازدواجی زندگی طلاق کی بھینٹ چڑھ جاتی ہے۔

اگر مرد چاہتے ہیں کہ بیوی ہماری خدمت گزار بن کر رہے تو مرد کو بھی بیوی کی ضروریات پوری کرنا ہوں گی یہ Equalion (مساوات) تب ہی (Balance) متوازن رہ سکتی ہے کہ مرد اپنی ذمہ داریوں کو نبھائے اور عورت اپنی ذمہ داریوں کو نبھائے۔ شریعت نے دونوں کے درمیان ایک میزان قرار دے دیا ہے۔ میاں کے ذمے ہے کہ وہ عورت کے حقوق ادا کرے اور عورت کے ذمہ ہے کہ وہ مرد کے حقوق ادا کرے۔ اس طرح دونوں پرسکون زندگی گزار سکیں گے یہی ازدواجی زندگی کا مقصود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ومن آیاتہ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا کہ اس نے تمہارے لئے بیویاں بنا دیں۔ لتسکنوا الیہا تاکہ تم ان سے سکون حاصل کر سکو۔ وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ اور تمہارے درمیان مودت اور رحمت پیدا کر دی۔ ان فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون سوچنے والوں کیلئے اس میں بڑی نشانیاں ہیں۔ اب قرآن مجید سے یہ ثابت ہوا کہ ازدواجی زندگی کا اصل مقصود پیار و محبت سے رہنا اور پرسکون زندگی گزارنا ہے۔ سوچئے جب ہم خود ہی سکون کے پرخچے اڑانے والے بن جائیں گے تو پھر ازدواجی زندگی کیسے کامیاب ہوگی۔

اچھی اور کامیاب زندگی وہی ہے جس میں خاوند کو بھی سکون ہو اور بیوی کو بھی سکون ہو۔ اگر دونوں میں سے کسی ایک کو بھی سکون نصیب نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کامیاب زندگی نہیں اور آج تو اللہ کی شان ایسا معاملہ بن گیا کہ شاید ہی کوئی خاوند ایسا موجود ہو جس نے ایک بار بیوی کی قسمت کو نہ رویا ہو اور شاید ہی کوئی بیوی ایسی موجود ہو جس نے ایک بار اپنے خاوند کو نہ کوسے۔ یہ سب ہماری بے علمی اور بے عملی کا نتیجہ ہے، ہم مقصد اصلی کو بھول گئے، ہم چھوٹی چھوٹی باتوں پر آپس میں جھگڑے کرنے بیٹھ جاتے ہیں، چھوٹی چھوٹی باتوں کو انا اور ناک کا مسئلہ بنا لیا کرتے ہیں، یہ غلط ہے ہمیں ہوش کے ناخن لینے کی ضرورت ہے۔

نسخہ 56

بیوی کے حقوق بروقت ادا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے بارے میں سفارش نازل فرمائی ہے۔

قرآن پاک میں فرماتے ہیں۔ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (سورہ نساء)

اپنی بیویوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ ارشاد فرماتے ہیں۔ کیوں صاحب اگر ملک کا وزیراعظم آپ کو خط لکھ دے کہ اپنی بیوی کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا کیونکہ تمہاری بیوی میری بیٹی کے ساتھ پڑھی ہوئی ہے تو بتایئے آپ اس کو ستا سکتے ہیں؟

بیوی چاہے جوان ہو چاہے بڈھی ہو چاہے اس کے منہ میں دانت نہ ہوں بلکہ جب بڈھی ہو جائے تو اور زیادہ اس کا خیال رکھو۔ جب جوانی تھی تو خوب رکھا۔ اب دانت ٹوٹ گئے، گال پچک گئے تو اس کو حقیر سمجھ رہے ہیں، یہ بات ٹھیک نہیں۔ اس بڈھی کا بھی خیال کرو کیونکہ وہ تمہارے ہی ساتھ بڈھی ہوئی ہے۔ پہلے طبیعت سے پیار کرتے تھے اب اللہ کا حکم سمجھ کر اس کے ساتھ شفقت کرو۔ اگر اس کے سر میں درد ہو جائے تو دوا لے آؤ۔ اس کے ساتھ رحمت سے پیش آؤ۔

بعض لوگوں کو اس کا غم ہے کہ ہمارے ماں باپ سے غلطی ہو گئی۔ ہماری بیوی جیسی حسین ہونی چاہیے ویسی نہیں ہے۔ اس پر میں عرض کرتا ہوں کہ سب جوڑے مقدر ہیں۔ اللہ کے لکھے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ جس کی قسمت میں اللہ نے جو کچھ لکھ دیا اس پر راضی رہو۔ یہ بیویاں جنت میں حوروں سے زیادہ حسین کر دی جائیں گی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! جنت میں حوریں زیادہ حسین ہوں گی یا مسلمان بیویاں؟ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ سوال کر کے قیامت تک عورتوں پر احسان کر گئیں۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ام سلمہ! جنت میں مسلمان بیویاں حوروں سے بھی زیادہ حسین کر دی جائیں گی۔ پوچھا وَبِمَ ذَاکَ ایسا کیوں ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ حوروں نے نمازیں نہیں پڑھیں روزے نہیں رکھے شوہروں کی خدمت نہیں کی بچے جننے کی تکلیف نہیں

اٹھائی اور مسلمان عورتوں نے نمازیں پڑھی ہیں' روزے رکھے ہیں حج کیا ہے' شوہروں کی خدمت کی ہے' بچے جننے کی تکلیف اٹھائی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر تشریف لاتے تھے تو مسکراتے ہوئے آتے تھے' آنکھ بند کرکے عرش اعظم پر نہیں رہتے تھے زمین والوں کا حق بھی ادا کرتے تھے۔ حالانکہ آپ کو امت کا کتنا غم تھا۔ ہر وقت کفار سے مقابلہ۔ ایک جہاد ختم ہوا۔ ابھی تلوار رکھنے نہیں پاتے کہ دوسرے جہاد کا اعلان ہو گیا۔ لیکن اس کے باوجود بھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ گھر میں داخل ہوئے ہوں اور چہرۂ مبارک پر تبسم نہ ہو۔

اپنی بیویوں کے پاس مسکراتے ہوئے آنا' یہ سنت آج چھوٹی ہوئی ہے۔ جو بے دین ہیں وہ بڑی بڑی مونچھیں تان کر آنکھیں لال کرکے گھر آتے ہیں تاکہ ذرا رعب رہے اور جو دیندار ہیں وہ بایزید بسطامی اور خواجہ معین الدین اجمیری اور فرید الدین عطار بن کر آتے ہیں۔ مراقبہ میں آنکھیں بند کئے ہوئے گویا عرش پر رہتے ہیں۔ زمین کی بات تو جانتے ہی نہیں۔ دونوں زندگیاں سنت کے خلاف ہیں۔ گھر میں اپنی بیویوں کے پاس جایئے تو مسکراتے ہوئے جایئے' ان سے بات کیجئے۔ تسبیحات سے زیادہ ثواب اس وقت یہ ہے کہ بیوی کا حق ادا کیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے اچھے اخلاق والا وہ ہے جس کے اخلاق بیوی کے ساتھ اچھے ہیں۔ ہم دوستوں میں خوب ہنسیں گے خوب لطیفے سنائیں گے اور بیوی کے پاس جا کر سنجیدہ بزرگ بن جائیں گے' وہ بے چاری تعجب میں ہے کہ یا اللہ میں دن بھر منتظر تھی کہ رات کو آئے گا تو اپنے شوہر سے ہنسوں بولوں گی اور یہ پتھر کا بت بنا ہوا ہے۔

چشم دید واقعہ ہے کہ ایک صاحب نے محض اس لئے کہ بیوی کالی کلوٹی تھی محض نفس کی ہوس کی وجہ سے چھ بچوں کی ماں ہو جانے کے باوجود اس کو طلاق دے دی' کہا کہ میری ماں نے غلطی کر دی تھی' میرا اس سے گزارا نہیں ہوگا۔

اس کے بعد دوسری شادی کی اور بہت خوبصورت سے کی۔ چھ مہینے بھی نہیں گذرے تھے کہ فالج گر گیا۔ دس سال تک زندہ رہے بستر پر پیشاب پاخانہ کرتے رہے اور وہ لڑکی بھی بھاگ گئی کہ ایسے سے میرا گذارا نہ ہوگا۔ دیکھئے یہ انجام ہوتا ہے کسی کی آہ مت خریدیئے۔

مظلوموں کی آہ سے ڈرو کہ جب وہ اللہ کو پکارتے ہیں تو قبولیت حق ان کی دعا کا استقبال کرتی ہے۔

اس لئے عرض کرتا ہوں کہ اپنی اپنی بیویوں سے سابقہ کوتاہیوں کی معافی کرا لیجئے۔ ابھی سویرا ہے' قیامت کا دن بہت گاڑھا دن ہوگا' ان سے کہہ دیجئے کہ اگر مجھ سے کوئی اذیت پہنچ گئی ہو' غصہ میں کچھ کہہ دیا ہو تو اس کو معاف کر دو۔

بیویوں کے معاملہ میں اچھے اخلاق سے پیش آیئے۔ ان کی کڑوی زبان کو برداشت کر لیجئے۔ جب برداشت ہو تو تھوڑی دیر کے لئے گھر سے باہر چلے جایئے۔ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر بیوی کڑوی بات کر رہی ہو تو ایک گلاب جامن اس کے منہ میں ڈال دو تاکہ گالی بھی میٹھی میٹھی نکلے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بعض چیز کو تم ناپسند کرتے ہو اور اس میں تمہارے لئے خیر ہوتی ہے۔ تم سمجھ رہے ہو کہ اس کی ناک چپٹی ہے' اس کا رنگ کالا ہے' مجھے حسین ملنی چاہیے تھی لیکن ہو سکتا ہے کہ۔ اس کے پیٹ سے اللہ تعالیٰ کوئی ولی اللہ' عالم' حافظ پیدا کر دے جو قیامت کے دن آپ کے کام آئے۔ اس لئے صورت پر مت جایئے۔ کالی کلوٹیوں سے ولی اللہ پیدا ہو گئے اور گوری چٹیوں سے بعض وقت نافرمان پیدا ہوئے۔ اس لئے بیویوں کو حقیر مت سمجھئے' رنگ و روغن مت دیکھئے' جیسی بھی ہیں ان سے نباہ کر لیجئے۔ اگر ان سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو تمہیں ان کے فطری ٹیڑھے پن کو برداشت کرنا پڑے گا۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے کمالات اشرفیہ میں ایک حق بیویوں کا یہ بھی لکھا ہے کہ ہر ماہ ان کو کچھ جیب خرچ دے دو اور پھر اس کا حساب نہ لو کہ تم نے کہاں خرچ کیا۔ اللہ نے جس کو جتنا دیا ہے اسی اعتبار سے کچھ ماہانہ مقرر کر دیں۔

ایک صاحب تھے بدنظری میں مبتلا تھے اور کم حسن کی وجہ سے اپنی بیوی کو حقیر سمجھتے تھے۔ ان کو ہیضہ ہو گیا چشم دید واقعہ بتا رہا ہوں۔ دست پر دست اور قے پر قے آنے لگی۔ ان کی عورت نے ان کا پیشاب پاخانہ دھویا۔ اتنی خدمت کی کہ جب وہ شخص اچھا ہو گیا تو پھر رو دیا کہا ہے میری بیوی تو نے میرا پاخانہ دھویا۔ جن عورتوں کو ہم دیکھتے تھے آج ان میں سے کوئی عورت کام نہیں آئی۔ کام تو تو ہی آئی۔ ارے میاں! جب چارپائی پر پڑ جانا پڑا ہوتا ہے کوئی بیماری آجاتی ہے تو وہی بڈھی کام آتی ہے اس لئے ان کو حقیر نہ سمجھئے۔ اور ان کے حقوق ادا کرنے کی فکر کیجئے۔

نسخہ 57

پُرسکون زندگی کیلئے دس غلطیوں سے بچئے

نکاح کے بعد زندگی میں جو نیچ نیچ اور لڑائی جھگڑے ہر گھر میں عام ہیں ان جھگڑوں سے قبل از وقت حفاظت کیلئے ذیل میں دس ایسی اہم غلطیوں کی نشاندہی کی جاتی ہے جن سے بچ کر ہر شخص اپنی ازدواجی زندگی کو پُرسکون بنا سکتا ہے۔ ورنہ معمولی باتوں کو نظرانداز کرنا بعد میں بڑے اختلافات کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔

1۔ بیوی کو نظرانداز کرنا:۔ یہ ہے کہ بیوی کو نظرانداز کرتے ہیں۔ وقت نہیں دیتے۔ محفل میں بیٹھیں گے تو اور لوگوں کو توجہ دیں گے بیوی کی طرف دھیان نہیں دیں گے اگر رشتہ داروں کی عورتیں آ گئیں تو ان کے ساتھ بڑی خوشی سے باتیں کریں گے مگر بیوی کے ساتھ بات کرنے کی فرصت نہیں۔ اول تو گھر میں آتے ہی دیر سے ہیں اگر وقت پر آ بھی جاتے ہیں تو ادھر ادھر کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ یاد رکھئے اپنی بیوی کو نظرانداز کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔
بعض دفعہ لوگ آ آ کر مجھ سے بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں کہ جی میں نے کبھی بیوی کو ولیوی نہیں دی۔ وہ پرلے درجے کے بے وقوف ہوتے ہیں۔ ان کو شریعت کا پتہ ہی نہیں ہوتا۔ لگتا ہے کہ شریعت کی ہوا ہی نہیں لگی۔

2۔ طلاق کی دھمکی:۔ دوسری غلطی یہ کرتے ہیں کہ بیوی کے سر پر ہر وقت طلاق کی تلوار لٹکائے رکھتے ہیں۔ ذرا سی کوئی بات ہوئی میں تمہیں فیصلہ دے دوں گا۔ میں تمہیں گھر پہنچا دوں گا۔ میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔ تم کیا سمجھتی ہو مجھے کئی رشتے ملتے ہیں۔ یاد رکھنا جس خاوند نے بیوی کے سر پر طلاق والی تلوار لٹکا دی اب اس بیوی کو کبھی سکون نہیں مل سکتا۔

یہ لفظ عورت کے ذہن میں کتنا انقلاب برپا کر دیتا ہے۔ اس کے ذہن میں منافقت پیدا کر دیتا ہے۔ اس کی شخصیت کو توڑ دیتا ہے۔ لہٰذا خاوندوں کو چاہیے کہ وہ طلاق کی دھمکی کبھی نہ دیں۔

3۔ دوسری شادی کی دھمکی:۔ تیسری غلطی یہ ہے کہ خاوند ہر وقت بیوی کو کہتے رہتے ہیں کہ تم تو اتنی خوبصورت نہیں ہو میں دوسری شادی کر لوں گا۔ یہ دوسری شادی کی دھمکی دینے کی کیا ضرورت

ہوتی ہے۔ گو شریعت نے مرد کو اجازت دی ہے کہ وہ چار شادیاں کر سکتا ہے' لیکن جب اس کی بیوی مرد کے سب تقاضے پورے کر رہی ہے تو کیا مصیبت پڑی ہے کہ بیوی کو دوسری شادی کی دھمکی دی جائے۔ یا سوکن لانے کی دھمکی دی جائے۔ خوامخواہ اپنی اور اس کی زندگی میں پریشانی پیدا کی جائے۔

4۔ بے عزت کرنا:۔ چوتھی غلطی عام طور پر خاوند حضرات یہ کر لیتے ہیں کہ اپنی بیوی کی کسی غلطی پر اسے لوگوں کے سامنے روک ٹوک کرتے ہیں۔ لوگوں کے سامنے اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ لوگوں کے سامنے بے عزت کر دیتے ہیں' اور ڈانٹ پلا دیتے ہیں۔ اپنے طور پر تو وہ اچھے بن جاتے ہیں۔ دوسروں کو تاثر مل جاتا ہے کہ دیکھو گھر میں میرا کتنا کنٹرول ہے۔ بہن اور ماں کے سامنے بیوی کو ڈانٹ دیا۔ اُن کی نظر میں بڑے اچھے بن گئے کہ ہاں ہمارا بیٹا تو گھر میں بہت کنٹرول رکھتا ہے۔ یوں وہ اپنی ماں' بہن کی نظر میں بڑے اچھے بن گئے مگر حقیقتاً اپنی بیوی کی نظر میں انہوں نے اپنے کو بے وقار بنا دیا۔ اس لئے ہر ایک کی اپنی عزت نفس ہوتی ہے جب کسی کی عزت نفس کو مجروح کیا جاتا ہے تو پھر اس کا دل ٹوٹ جاتا ہے اور یہ چیز گناہ میں شامل ہے۔

5۔ وقت نہ دینا:۔ پانچویں غلطی عام طور پر خاوند یہ کرتے ہیں کہ بیوی کو وقت نہیں دیتے بلکہ جب وقت ملا۔ اب امی کے پاس بیٹھے باتیں چل رہی ہیں۔ رات کے بارہ بج گئے نیند سے جب آنکھیں بند ہو گئیں اب کمرے میں آ کر دھم سے لیٹ گئے اور بیوی سے بات بھی نہ کی۔ کچھ پوچھا بھی نہیں کہ تم جیتی ہو یا مرتی ہو' تمہاری طبیعت ٹھیک ہے یا بیمار ہو۔ اب اگر خاوند وقت ہی نہ دے تو صاف ظاہر ہے کہ یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ بیوی کا شرعی تقاضا ہے کہ اسے خاوند کا وقت ملے۔ لہٰذا وقت دینا چاہیے۔ کچھ نوجوانوں میں یہ عادت ہوتی ہے کہ دوستوں کی محفل کی زینت بن کر بیٹھ جاتے ہیں اور رات کو بارہ ایک بجے گھر آنے کی عادت ہوتی ہے۔ یہ لوگ دوستوں کی محفل کو سنوار بیٹھتے ہیں اور اپنے گھر کو اجاڑ بیٹھتے ہیں۔ بھلا کیا فائدہ اس کا' بیوی کو زیادہ سے زیادہ وقت دینا چاہیے۔

کئی مرتبہ نیکوکاری کی وجہ سے لوگ اپنی بیوی کو وقت نہیں دے سکتے۔ اب میں مراقبے میں جا رہا ہوں' میں ذکر میں جا رہا ہوں یا گشت کرنے جا رہا ہوں۔ یہ سب لوگ دین کا کام کرنے والے ہوتے ہیں مگر دین کے کاموں کو اتنا اپنے اوپر سوار کر لیتے ہیں کہ بیوی کو گھر میں وقت نہیں دیتے۔ یہ نیک لوگ ہوتے ہیں' متقی پرہیزگار ہوتے ہیں لیکن بہت بڑی غلطی کرتے ہیں۔ جب یہ بیوی کو وقت نہیں دیتے تو اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے کہ گھر کی زندگی بے مزہ ہوتی ہے۔

6۔ بیوی پر پابندی:۔ یہ ہے کہ گھر میں تو اصولوں کی پابندیاں کرواتے ہیں مگر خود اصولوں کی پابندی نہیں کرتے۔ یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ بیوی کو تو کہیں گے کہ تم نے پردہ کرنا ہے۔ لیکن خود پردہ نہیں کرتے۔ اور غیر محرم سے ہنس ہنس کر باتیں کرتے ہیں۔ بیوی کو کہتے ہیں کہ تم نے نامحرم کی طرف دیکھنا بھی نہیں اور خود بیوی کی موجودگی میں نامحرم لڑکیوں کو نیچائی نظروں سے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ پھر یہ جھگڑا نہیں بنے گا تو کیا بنے گا۔ اصول سب کے لئے ہیں۔

7۔ نکتہ چینی:۔ وہ یہ ہے کہ بیوی کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔ اور ہر وقت بیوی کو شک کی نظر سے دیکھتے رہتے ہیں۔ یہ شک ایک مرض ہے اگر کسی کو یہ مرض لگ جائے۔ تو وہ پھر ہوا پر بھی تنقید کرنے لگ جاتا ہے کہ اس وقت یہ کیوں چل رہی ہے؟ میری بیوی کو کوئی (پیغام) تو نہیں لا کر دے رہی۔ ہم نے تو یہاں تک دیکھا کہ شک والے بندے کا حال اتنا برا ہوتا ہے کہ اس کی بیوی اپنے سگے بھائی سے بات کرتے ہوئے مسکرا پڑتی ہے تو خاوند کے دل کے اندر شک پڑ جاتا ہے کہ یہ سگے بھائی سے مسکرا کر باتیں کیوں کر رہی ہے۔ آپ اندازہ تو کیجئے کیا عقل پہ پردے پڑ گئے کہ ایک شادی شدہ لڑکی اپنے بھائی سے بات نہیں کر سکتی تو پھر کس سے کر سکتی ہے۔ اس کی بنیاد وہی تنقید اور شک والی طبیعت ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر تنقید نہیں کرنی چاہیے۔

ہاں کوئی بڑی بات ہے جو اصولوں کے خلاف ہے یا شریعت میں گناہ ہے۔ اس پر تو واقعی ایکشن لینے کی ضرورت ہوتی ہے مگر معمولی باتوں میں نکتہ چینی اور شک یہ تو واہیات کی بات ہے۔

8۔ تیسرے کی خاطر بیوی سے جھگڑا:۔ یہ ہے کہ شوہر دوسروں کی وجہ سے اپنی بیوی سے جھگڑتا ہے" اس عاجز کا تجربہ ہے میاں بیوی ایک دوسرے سے کبھی نہیں جھگڑتے جب بھی جھگڑتے ہیں کبھی نہ کبھی کسی تیسرے بندے کی وجہ سے جھگڑتے ہیں۔ وہ تیسرا بندہ خاوند یا بیوی کے والدین، بہن بھائی یا رشتہ دار وغیرہ ہو سکتا ہے۔ کہیں بیوی کی ماں اس کو سکھا رہی ہوتی ہے اور کہیں خاوند کی ماں اس کو سکھا رہی ہوتی ہے۔ کہیں خاوند کا باپ آڑے آ رہا ہوتا ہے اور کہیں بیوی کا باپ ضد کر کے بیٹھا ہوتا ہے۔ تو میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے کی وجہ سے نہیں لڑتے بلکہ تیسرے کی وجہ سے لڑتے ہیں۔ جب تم دونوں ایک دوسرے کے لباس کی مانند ہو تو تم تیسرے کو درمیان میں آنے ہی کیوں دیتے ہو؟ آپس کے معاملات خود طے کر لو۔ ماں باپ کو بتاؤ کہ ہم خوشی سے زندگی گزار رہے ہیں۔ ماں باپ کو درمیان میں آنے کی ضرورت ہی نہیں پیش آنی چاہئے۔ تو میاں بیوی کو سمجھداری کے ساتھ اپنی زندگی گزارنی چاہئے۔

ان کی زندگی دنیا ہی میں جنت کا نمونہ بن جائے۔

9۔ الزام لگانا:۔ چھوٹی چھوٹی بات پر اپنی بیوی پر الزام لگاتے ہیں۔ یہ بہت بری بات ہے۔ خاوند نے دیکھا بیوی فون پر بات کر رہی ہوتی ہے۔ وہ بتا بھی دیتی ہے کہ میں نے فلاں سے بات کی ہے۔ نہیں نہیں تمہیں کسی کا فون آیا ہوگا۔ اس قسم کے شک میں نہیں پڑنا چاہیے۔ جب تک کوئی ٹھوس بات سامنے نہ آئے یا شرعی دلیل موجود نہ ہو چھوٹی چھوٹی باتوں پر شک میں آ جانا اور الزام لگا دینا۔ یہ چیز... گھر کی بنیاد اکھاڑ دیتی ہے۔ یاد رکھو! بیوی خاوند کا ہر ظلم برداشت کر سکتی ہے لیکن خاوند کا الزام برداشت نہیں کر سکتی۔

10۔ بیوی کے رشتہ داروں سے بے اعتنائی:۔ وہ یہ ہے کہ بیوی کو کہتے ہیں کہ تم سے تو مجھے پیار ہے مگر تمہارے والدین اور بھائی اچھے نہیں لگتے۔ عورت کو اگر یہ کہہ دیا جائے کہ اس کے قریب کے محرم مردوں سے مجھے نفرت ہے تو سوچئے کہ پھر اس بچی کے دل پر کیا بیتے گی۔ اس لئے کہ بیوی کا اپنے والدین کے ساتھ تعلق جذباتی لگاؤ میں داخل ہے اور فطری چیز ہے۔ وہ کبھی برداشت نہیں کر سکتی کہ اس کے والدین کے بارے میں کوئی الٹی سیدھی بات کرے۔ اگر وہ کسی مجبوری کی وجہ سے خاموش بھی ہو جائے گی تو دل تو اس کا ضرور دکھے گا۔

خلاصہ کلام: ان غلطیوں سے خاوند کو بچنا چاہیے۔ اگر بچیں گے تو پھر ان کو اللہ تعالیٰ خوشیوں بھری زندگی عطا کریں گے۔ گھر کے اندر بھی سکون ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی ان کو عزتیں ملیں گی۔

راحت حاصل کرنے کا گُر

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا: کہ کسی سے کسی قسم کی توقع مت رکھو چنانچہ مجھ سے بھی مت رکھو۔ یہ بات دین و دنیا کا گر ہے جس شخص کی یہ حالت ہوگی وہ افکار و ہموم سے نجات پاوے گا۔

نسخہ 58

روشن مستقبل کیلئے والدین کی 22 ذمہ داریاں

1۔ یہ ہے کہ جب بچہ پیدا ہو اس کو نہلائیں اور کپڑے پہنائیں۔

2۔ یہ ہے کہ پیدائش کے پہلے گھنٹہ میں کسی نیک آدمی سے یا خود بچہ کا والد بسم اللہ پڑھ کر بچہ کی تحنیک (گھٹی) کریں۔

3۔ یہ ہے کہ بچہ کے دائیں کان میں اذان (آہستہ) اور بائیں کان میں اقامت کہیں۔

4۔ یہ ہے کہ ساتویں دن بچہ کا اچھا بامعنی نام رکھیں۔

5۔ یہ ہے کہ ساتویں دن بچہ کے سر کے بال منڈوا دیں اور ان بالوں کے وزن کے برابر سونے یا چاندی کی قیمت (اپنی حیثیت دیکھ کر) خیرات کر دیں۔

6۔ یہ ہے کہ بشرطیکہ گنجائش (بغیر قرض پکڑے) بیٹا ہو تو دو بکرے یا دو بکریاں یا ایک بکرا اور ایک بکری اسی طرح دنبے یا چھترے جو قربانی کو لگ سکتے ہوں۔ عقیقہ کرنا مسنون ہے۔ بچی ہو تو ایک بکرا یا بکری وغیرہ کرنا مسنون ہے۔

7۔ یہ ہے کہ بیٹا ہو تو اس کی طبیعت اجازت دے تو ساتویں دن اس کا ختنہ کرنا بھی سنت ہے۔

8۔ یہ ہے کہ بچی پیدا ہونے پر ناک منہ چڑھانا اور دل سے خوش رہنا ضروری ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ وہ بیوی مبارک ہے جس سے پہلے بچی پیدا ہو (معارف القرآن مفتی اعظم) دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ بیٹیوں کو معیوب نہ سمجھیں اور بیٹوں کو بیٹیوں پر ایسی بیجا ترجیح نہ دیں کہ بچیاں محسوس کریں جو بیٹے کو لے کر دیں بیٹی کو بھی اس کے مناسب کوئی چیز لے کر دینی چاہیئے۔

9۔ یہ ہے کہ بچے کے سامنے اسکے جاگتے ہوئے میاں بیوی حق زوجیت سے مکمل اجتناب رکھیں کیونکہ بچہ اگرچہ چھوٹا ہے مگر اسکا برعکس اپنے اندر جمالیتا ہے جس سے اسکی تربیت میں زود آنکو دھیرلگتا ہے

10۔ یہ ہے کہ بچہ سن شعور (سمجھ بوجھ کی عمر) کو پہنچ جائے تو اس کی دینی تعلیم و تربیت کا بندوبست کیا جائے۔

11۔ یہ ہے کہ جب بچے پانچ سال کے ہو جائیں تو فتنہ کے زمانہ کی وجہ سے احتیاطاً لڑکے لڑکیوں کو علیحدہ علیحدہ سلائیں۔

12۔ یہ ہے کہ جب بچہ سات سال کی عمر کو پہنچے تو نماز سکھائیں۔

13۔ یہ ہے کہ سب بچوں کی مکمل دیکھ بھال رکھا کریں بالخصوص بچوں کی والدہ غلط کاموں یا غلط باتوں میں بچوں کو دیکھیں تو فوراً خود بھی ڈانٹیں اور والد کو بھی ضرور آگاہ کریں اس میں ہرگز نرمی نہ برتیں۔ غلط دوستیوں اور بری صحبت کے قریب بھی بچوں کو نہ جانے دیں۔ اور لڑکے لڑکوں سے ساتھ اور لڑکیاں لڑکیوں کے ساتھ کھیلا کریں اس کی مکمل نگرانی رکھنی ہے۔

14۔ یہ ہے کہ جب بچے دس سال کے ہو جائیں تو نماز میں ناغہ ہرگز نہ ہونے دیں۔

15۔ یہ ہے کہ بچوں کی غذا اور آرام کا خاص خیال رکھیں کہ اس سے صحت پر بہت اثر پڑتا ہے۔

16۔ یہ ہے کہ جس جگہ بھی تعلیم کے لئے بھیجا ہے اس کی مکمل معلومات رکھیں کہ کیسا چل رہا ہے کتنے عرصے میں بچے نے کیا پڑھا ہے۔

17۔ یہ ہے کہ بچوں کے میل جول کے ذرائع اور ان کی تعلیم کے حرج کے خطرہ سے ماں باپ کو ادھر ادھر سفر میں کم جانا چاہئے۔ اگر جائیں تو بچوں کو اکیلے یا لڑکوں کے پاس چھوڑ کر نہ جانا چاہئے پیچھے مکمل نگرانی کا انتظام کر کے جانا چاہئے۔

18۔ یہ ہے کہ بچوں کو وقتاً فوقتاً بزرگوں یا علماء کے پاس دعا کیلئے لے جاتے رہنا چاہئے اور خود بھی ہر فرض نماز کے بعد ہر بچہ بچی کا نام لے کر دعا کرنی چاہئے۔

19۔ یہ ہے کہ میاں بیوی کو خود بھی گناہوں سے بچنا چاہئے اور ایسے کام نہ کرنے چاہئے تاکہ بچوں میں اثر منتقل نہ ہو۔

20۔ یہ ہے کہ اولاد کے ساتھ ہمیشہ پیار و محبت کا سلوک رکھنا چاہئے بے جا سختی نہ کرنا چاہئے خصوصاً یہ کہنا کہ گھر سے نکل جاؤ یا یہ کام کرو تمہیں چیز دیں گے اگر چیز نہ دی تو جھوٹ کا گناہ ہوگا اور غلط کام یا غلط بات سنیں یا تعلیم یا نماز میں سستی دیکھیں تو طریقہ سے بچے کو حکمت کے موافق سختی ضرور کریں مگر پہلے پیار و محبت سے ضرور سمجھالیں۔

21۔ یہ ہے کہ بالغ ہونے کے بعد مناسب رشتہ طے کر کے اچھی جگہ شادی کر دیں۔

22۔ یہ ہے کہ بچوں کو سامان تفریح بے شک لا کر دیں مگر ٹی وی اور غیر شرعی کھلونوں سے لازمی پرہیز کریں۔

خوش نصیب والدین کیلئے 40 آداب

اولاد کی پرورش بہت ہی خیال رکھنے کے قابل ہے کیونکہ بچپن میں جو عادت بھلی یا بری پختہ

جاتی ہے وہ عمر بھر نہیں جاتی۔ اس لیے بچپن سے جوان ہونے تک ان باتوں کا ترتیب وار ذکر کیا جاتا ہے۔ جن کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔

1..... نیک بخت دیندار عورت کا دودھ پلائیں۔ دودھ کا بڑا اثر ہوتا ہے۔

2..... عورتوں کی عادت ہے کہ بچوں کو کہیں سپاہی سے ڈراتی ہیں کہیں اور ڈراؤنی چیز دں سے۔ یہ بری بات ہے اس سے بچے کا دل کمزور ہو جاتا ہے۔

3..... اسکے دودھ پلانے کیلئے اور کھانا کھلانے کیلئے وقت مقرر رکھو تا کہ وہ تندرست رہے۔

4..... اس کو صاف ستھرا رکھو کہ اس سے تندرستی رہتی ہے۔

5..... اس کا بہت بناؤ سنگار مت کرو۔

6..... اگر لڑکا ہو اس کے سر کے بال مت بڑھاؤ۔

7 ..... اگر لڑکی ہے اس کو جب تک پردہ میں بیٹھنے کے لائق نہ ہو جائے۔ زیور مت پہناؤ۔ اس سے ایک تو اس کی جان کا خطرہ ہے۔ دوسرے بچپن ہی سے زیور کا شوق دل میں ہونا اچھا نہیں۔

8..... بچوں کے ہاتھوں سے غریبوں کو کھانا، کپڑا، پیسا اور ایسی چیزیں دلوایا کرو اسی طرح کھانے پینے کی چیز اسکے بھائی، بہنوں کو یا اور بچوں کو تقسیم کرایا کرو تا کہ ان کو سخاوت کی عادت ہو۔ مگر یہ یاد رکھو کہ تم اپنی چیزیں اسکے ہاتھ دلوایا کرو۔ خود جو چیز شروع سے ان ہی کی ہو اسکا دلوانا کسی کو درست نہیں۔

9..... زیادہ کھانے والوں کی برائی اس کے سامنے کیا کرو۔ مگر کسی کا نام لے کر نہیں۔ بلکہ اس طرح کہ جو کوئی بہت کھاتا ہے لوگ اس کو حبشی سمجھتے ہیں۔ اس کو نکل جاتے ہیں۔

10..... اگر لڑکا ہو تو سفید کپڑے کی رغبت اس کے دل میں پیدا کرو اور رنگین اور تکلف کے لباس سے اس کو نفرت دلاؤ کہ ایسے کپڑے لڑکیاں پہنتی ہیں تم ماشاء اللہ مرد ہو۔ ہمیشہ اس کے سامنے ایسی باتیں کیا کرو۔

11..... اگر لڑکی ہو۔ جب بھی زیادہ، تنگ، چوٹی، اور بہت تکلف کے کپڑوں کی اس کی عادت مت ڈالو۔

12..... اس کی سب ضدیں پوری مت کرو کہ اس سے مزاج بگڑ جاتا ہے۔

13..... چلا کر بولنے سے روکو خاص کر اگر لڑکی ہو تو چلانے پر خوب ڈانٹو۔ ورنہ بڑی ہو کر وہی عادت ہو جائے گی۔

14..... جن بچوں کی عادتیں خراب ہیں یا پڑھنے لکھنے سے بھاگتے ہیں یا تکلف کے کھانے

و کپڑے کے عادی ہیں۔ ان کے پاس بیٹھنے اور ان کے ساتھ کھیلنے سے ان کو بچاؤ۔

15..... ان باتوں کی اس کو نفرت دلاتے رہیں، غصہ کرنا، جھوٹ بولنا، کسی کو دیکھ کر جلنا یا حرص کرنا، چغلی کھانا، اپنی بات کی پچ کرنا، خواہ مخواہ اس کو نباہنا، بے فائدہ اور بہت باتیں کرنا، بے بات ہنسنا یا زیادہ ہنسنا، دھوکہ دینا، بھلی بری بات کا نہ سوچنا اور جب ان باتوں میں سے کوئی بات ہو جائے فوراً اس کو روکو اور اس کو تنبیہ کرو۔

16..... اگر کوئی چیز توڑ پھوڑ دے یا کسی کو مار بیٹھے یا سب سزا دو تاکہ پھر ایسا نہ کرے۔ ایسی باتوں میں پیار دلاڈ ہمیشہ بچے کو کھو دیتا ہے۔

17..... بہت سویرے مت سونے دو۔ 18..... سویرے جاگنے کی عادت ڈالو۔

19..... جب سات برس کی عمر ہو جائے نماز کی عادت ڈالو۔

20..... جب مکتب میں جانے کے قابل ہو جائے اول قرآن مجید پڑھواؤ۔

21..... جہاں تک ہو سکے دیندار استاد سے پڑھواؤ۔

22..... مکتب میں جانے میں کبھی رعایت مت کرو۔

23..... کبھی کبھی وقت ان کو نیک لوگوں کی حکایتیں سنایا کرو۔

24..... ان کو ایسی کتابیں مت دیکھنے دو۔ جن میں شرع کے خلاف مضمون یا اور بے ہودہ قصے یا غزلیں وغیرہ ہوں۔

25..... ایسی کتابیں پڑھواؤ جس میں دین کی باتیں معلوم ہو جائیں اور دنیا کی ضروری کارروائی آ جائے۔

26..... مکتب سے آنے کے بعد کسی قدر دل بہلانے کے لیے اس کو کھیلنے کی اجازت دو تاکہ اس کی طبیعت کند نہ ہو جائے۔ لیکن کھیل ایسا ہو کہ جس میں گناہ نہ ہو اور چوٹ لگنے کا اندیشہ نہ ہو۔

27..... آتش بازی یا باجا یا فضول چیزیں مول لینے کے لیے پیسے مت دو۔

28..... کھیل تماشا دکھلانے کی عادت مت ڈالو۔

29..... اولاد کو ضرور کوئی ہنر سکھلا دو۔ جس سے ضرورت اور مصیبت کے وقت چار پیسے حاصل کر کے اپنا اور اپنے بچوں کا گزارہ کر سکے۔

30..... لڑکیوں کو اتنا لکھنا سکھلا دو کہ ضروری خط اور گھر کا حساب کتاب لکھ سکیں۔

31..... بچوں کی عادت ڈالو کہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کیا کریں، اپاہج اور سست نہ ہو

جائیں۔ ان کو کہو کہ رات کو بچھونا اپنے ہاتھ سے بچھائیں۔ صبح کو سویرے اٹھ کر تہہ کر کے احتیاط سے رکھیں کپڑوں کی گٹھڑی اپنے انتظام میں رکھیں اور دھڑا اور پھٹا ہوا خود سی لیا کریں۔ کپڑے خواہ میلے ہوں خواہ اجلے ہوں۔ ایسی جگہ رکھیں جہاں کیڑے یا چوہے کا اندیشہ نہ ہو۔ دھوبن کو خود گن کر دیں اور لکھ لیں اور گن کر پڑتال کر کے لیں۔

32 ..... لڑکیوں کو تاکید کرو کہ جو زیور تمہارے بدن پر ہے رات کو سونے سے پہلے اور صبح کو جب اٹھو دیکھ بھال لیا کرو۔

33 ..... لڑکیوں سے کہو کہ جو کام کھانے پکانے سینے پرونے، کپڑے رنگنے اور چیز بننے کا گھر میں ہوا کرے اس میں غور کر کے دیکھا کرو کہ یہ کیونکر ہو رہا ہے۔

34 ..... جب بچے سے کوئی بات خوبی کی ظاہر ہو۔ اس پر خوب شاباش دو، پیار کرو۔ بلکہ اس کو کچھ انعام دو تا کہ اس کا دل بڑھے، اور جب اس کی کوئی بری بات دیکھو اول تنہائی میں اس کو سمجھاؤ کہ دیکھو بری بات ہے، دیکھنے والے دل میں کیا کہتے ہوں گے؟ اور جس جس کو خبر ہوگی وہ دل میں کیا کہے گا؟ خبردار پھر مت کرنا، نیک بخت لڑکے ایسا نہیں کیا کرتے اور اگر پھر وہی کام کرے تو مناسب سزا دو۔

35 ..... ماں کو چاہیے کہ بچہ کو باپ سے ذرا ڈراتی رہے۔

36 ..... بچہ کو کوئی کام چھپا کر مت کرنے دو۔ کھیل ہو یا کھانا ہو یا کوئی اور شغل ہو، جو کام چھپ کر کرے گا سمجھ جاؤ کہ وہ اس کو برا سمجھتا ہے۔ سو اگر وہ برا ہے تو اس سے چھڑواؤ اور اگر اچھا ہے۔ جیسے کھانا پینا تو اس سے کہو کہ سب کے سامنے کھائے پیئے۔

37 ..... کوئی کام محنت کا اس کے ذمہ مقرر کرو جس سے صحت اور ہمت رہے۔ سستی نہ آنے پائے۔ مثلاً لڑکوں کے لیے ڈنڈ پیلنا، ایک آدھ میل چلنا۔ اور لڑکیوں کے لیے چکی یا چرخہ چلانا ضروری ہے اس میں یہ بھی فائدہ ہے کہ ان کاموں کو عیب نہ سمجھیں گی۔

38 ..... چلنے میں تاکید کرو کہ بہت جلدی نہ چلے۔ نگاہ اوپر اٹھا کر نہ چلے۔

39 ..... اس کو عاجزی اختیار کرنے کی عادت ڈالو۔ زبان سے، چال سے، برتاؤ سے شیخی نہ بگھارنے پائے۔ یہاں تک کہ اپنے ہم عمر بچوں میں بیٹھ کر اپنے کپڑے، مکان، خاندان، کتاب و قلم اور دوات و تختی تک کی تعریف نہ کرنے پائے۔

40 ..... کبھی کبھی اس کو دو چار پیسے دے دیا کرو کہ اپنی مرضی کے موافق خرچ کیا کرے۔ مگر اس کو یہ عادت ڈالو کہ کوئی چیز تم سے چھپا کر نہ خریدے۔ اس کو کھانے کا طریقہ اور محفل میں اٹھنے بیٹھنے کا طریقہ سکھلاؤ۔

نسخہ 59

پرسکون ازدواجی زندگی کیلئے راہنما ہدایات

1۔ اپنے اہل وعیال اور بیوی بچوں کو مختلف عبادتوں کا عادی وشائق بنائیں اور انہیں ٹی وی کے پروگراموں اور گانوں اور فلموں سے بچائیں اور یاد رکھیں کہ جب ان کے اوقات نماز، روزہ، حج وزکوۃ، صدقات وخیرات اور تلاوت واذکار وغیرہ فرائض ونوافل میں مشغول رہنے لگیں گے تو پھر فلموں اور ٹیلی ویژنوں کے سامنے بیٹھ کر عریاں مناظر دیکھنے اور اپنے قیمتی اوقات کا خون کرنے کا موقع ہی نہیں پائیں گے، یہی وجہ ہے کہ اکثر علماء وصلحاء کو وقت کی تنگ دامانیوں کا شکوہ کرتے سنا جاتا ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم راتوں کو نماز سے فارغ ہو کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جگاتے اور فرماتے تھے "اٹھ کر نماز پڑھ لو اے عائشہ!" (مسلم) نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور اللہ رحم کرے اس شخص پر جو رات میں بیدار ہو کر نماز پڑھے اور اپنی بیوی کو نماز کیلئے جگائے اور اگر وہ انکار کرے تو اسکے چہرہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔

2۔ گھر والوں کو علم وہنر کا خوگر بنائیں اور اس کیلئے ہر ممکن وسائل وذرائع کو بروئے کار لائیں، گھر میں ایسی کتابوں اور رسالوں کا انتظام کریں جو تعمیری اور مفید بھی ہوں اور گھر والوں کے لئے اپنے مشتملات اور اسالیب کے اعتبار سے مناسب حال اور پرکشش بھی، اسی طرح تلاوت وترا جم اور خطبات وتقاریر کی عمدہ اور قیمتی کیسٹوں کا انتظام بھی کارآمد رہے گا اور بہتر تو یہ ہے کہ ہر ایک کمرہ میں رہنے والوں کے معیار وحالات کے مطابق کیسٹیں اور کتابیں موجود ہیں اور انہیں ان سے استفادہ کیلئے مہمیز کیا جاتا رہے۔

3۔ بچوں کے ذوق مطالعہ کو فروغ دینے اور ان کی قوت فہم کو جلا بخشنے کے لئے ان کے درمیان بھی تحریری مقابلہ کرائیں، مثلاً کسی مناسب کتاب کو منتخب کر کے اس کے سوالات تیار کریں اور ان کے جواب لکھنے پر انہیں مناسب انعامات سے نوازیں۔ کتابت وخط نویسی و نقل واملا کی تمرین ومشاقی بھی چھوٹے بچوں کے لئے مفید رہے گی۔

4۔ گھر والوں کو مختلف مواقع کی دعائیں اور اذکار یاد کرائیں اور انہیں حسب موقع پڑھنے کی

تلقین کریں اور انہیں یہ بتائیں کہ ان کے کیا فوائد ہیں۔ مثلاً انہیں یہ بتائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ کا نام لیتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ یہاں تمہارے لئے نہ سونے کی جگہ ہے اور نہ کھانے کا انتظام۔ (مسلم)

5۔ گھر میں قرآن کریم کی تلاوت وقرآت اور حفظ وتکرار کا ماحول بنائیں اور انہیں اس کے فضائل وفوائد سے آگاہ فرمائیں اور انہیں یہ بتائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ، بے شک شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورہ بقرہ پڑھی جاتی ہے (صحیح مسلم) نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس گھر میں سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں تین رات پڑھی جاتی ہیں شیطان اس کے آس پاس نہیں جاتا۔

اگر ہم اپنے گھروں میں یہ ماحول بنانے میں کامیاب ہوگئے تو امید ہے کہ گانے باجے، غیبت وچغلی اور رقص وموسیقی وغیرہ کی محبت اور شیطانی دقتیں گھر والوں سے از خود ہی دفع ہو جائیں گی ان شاء اللہ۔

6۔ گھر والوں کے لئے کم از کم ہفتہ واری درس کا انتظام کریں شروع شروع میں اس میں انہیں تاریخ، سیرت اور تراجم صالحین وغیرہ کی دلچسپ کتابوں کا درس دیں اور اس کی روشنی میں ان کی کردار سازی کی بھی کوشش کریں اور پھر ان دروس میں کبھی کبھی علماء ومشائخ اور طالبان علوم سنت کو بھی مدعو کریں، ان کی گفتگو، مشورے اور مت فقرے گھر والوں پر یقیناً اثرات پڑیں گے۔ ان شاء اللہ۔

7۔ بچوں کو دینی اور علمی پروگراموں میں اپنے ساتھ شریک کریں اور کبھی کبھی انہیں علماء وصالحین کے پاس لے جایا کریں، اس سے ان کے دلوں میں دین اور علماء دین کی محبت پیدا ہوگی اور ان کی زندگی پر ان کے دین واخلاق اور سیرت وکردار کی چھاپ بھی پڑے گی۔

8۔ بچوں کو زبان وادب کی طرف بھی راغب کریں، انہیں مفید اشعار وقصائد کو یاد کرنے کی ترغیب دیں، اس سے بڑے ہوکر علمی ومعاشرتی کاموں اور مضمون نویسی، طرز تکلم اور خطابت وغیرہ میں بڑی مدد ملے گی۔

9۔ بچوں سے ہر روز مدرسہ کی رپورٹ اور روداد پوچھیں۔ نیز ان کے اسباق کو روزانہ یاد کرنے اور ہوم ورک پورا کرکے اسکول جانے کی نصیحت کریں، ان کی پریشانیوں کو سمجھنے اور ان کی مشکلات کو حل کرنے کی کوشش کریں۔

10۔ بچوں کو کھیل کود اور ورزش وریاضت وغیرہ کا بھی موقع دیں، جوڈو کراٹے، فٹ بال

وغیرہ بہترین کھیل ہیں اس سے قوائے جسمانی کو تقویت ملے گی، بہتر ہوگا کہ کھیل کود اور ریاضت کے بعض ساز و سامان کا گھر کے اندر انتظام کیا جائے تاکہ بچے زیادہ تر گھر میں ہی رہیں، باہر جا کر برے ساتھیوں کے اثرات نہ قبول کریں۔

11۔ بچوں اور بچیوں کے احوال کی خفیہ نگرانی کریں کہ وہ کن کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں، وہ باہر سے اپنے بیگوں اور بستوں میں کیا لاتے ہیں؟ وہ دن بھر کیا کرتے اور کہاں رہتے ہیں؟ اور پھر ان کو مناسب نصیحت کریں۔ ایسا نہ ہو کہ یہی بچے قیامت کے دن ہمارا گریبان پکڑ کر ہم سے سوال کریں کہ ابا جان! آپ نے مجھے معصیت پر کیوں چھوڑ دیا؟ آپ نے میری خیر خواہی اور خبر گیری کیوں نہیں کی۔

12۔ گھر والوں کو گھر سے متعلق شرعی احکام کی تعلیم دیں۔ مثلاً انہیں یہ بتائیں کہ عورتوں کے لئے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے، مردوں کے لئے بھی نفل نمازیں مسجد کی بجائے گھر میں بہتر ہیں، کسی کی مخصوص نشست پر اس کی اجازت کے بغیر بیٹھنا درست نہیں، اجازت کے بغیر کسی کے گھر میں داخل ہونا جائز نہیں، دوسروں کے گھروں میں تانک جھانک ممنوع ہے۔

13۔ گھر والوں کے ساتھ نرمی و محبت، خوش طبعی و خندہ پیشانی اور ملاطفت کے ساتھ رہیں، رعب و دبدبہ، سختی و درشتی اور ہیبت و تخویف کا ماحول گھر کی سعادت کے خلاف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب اللہ عزوجل کسی گھر والوں کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے تو ان کے اندر نرمی پیدا کر دیتا ہے۔ بیویوں کے ساتھ ہنسی مذاق اور بچوں کے اوپر رحمت و شفقت اور لطف و پیار کا مظاہرہ گھر کی سعادت کی علامت ہے۔

14۔ بچوں کی بری عادتیں چھڑانے اور گھر والوں کو اچھے اخلاق و آداب اور عبادات اور طاعات کا عادی بنانے کے لئے اگرچہ شریعت نے گھر میں سونٹا لٹکانے اور مارنے کی اجازت دے دی ہے مگر اس سے پہلے دوسرے وسائل و ذرائع کو آزما لینا ضروری ہے، خیر خواہانہ نصیحت، دل سوز گداز کا اظہار، قطع تعلق، عدم تخاطب، اعتراض و بائیکاٹ وغیرہ سے اہل و عیال کی بہت سی بری عادتیں چھڑائی جا سکتی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں جب کسی کی کذب بیانی پر مطلع ہوتے تو اس سے لاتعلقی ظاہر کرتے یہاں تک کہ وہ اس سے توبہ کر لیتا۔

15۔ گھر کے بڑے اور اہم امور میں بڑے بچوں سے مشورے لیں، اس سے انہیں قلبی سکون ملے گا، گھریلو مسائل کے حل اور گھر کی تعمیر و ترقی کیلئے ان کے اندر فکرمندی پیدا ہوگی، باہمی اعتماد و تعاون اور دلوں کی قربت کا ماحول پروان چڑھے گا اور مستقبل میں گھر چلانے کیلئے ان کی ذہنی تربیت ہوگی۔

16۔ آج امت مسلمہ جن آلام و مصائب سے دوچار ہے گھر میں بسا اوقات اس کا تذکرہ کریں تا کہ امت کا یہ غم ان کے رگ و ریشے میں بھی سرایت کرے اور مفاد پرستی و خود غرضی کی زندگی گزارنے کی بجائے امت کی فلاح و بہبود اور دشمنوں کی مقاومت و مدافعت کی صالح فکر بھی ان کے دل و دماغ میں انگڑائیاں لے۔

17۔ بچیوں کو پڑھائی لکھائی کے ساتھ سلائی کڑھائی، صفائی ستھرائی، کھانا پکانے، بچوں کو کھلانے اور گھر کے انتظامات درست رکھنے کی تربیت دیں اور انہیں امور خانہ داری میں مصروف و مشغول رکھیں، کتنے ہی گھروں کی بنیادیں محض اس وجہ سے ہل گئیں کہ بہوؤں کی موجودگی میں بچیوں سے کام نہیں کرائے گئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ نہ گھر کی ہو سکیں اور نہ ہی سسرال کی۔

18۔ بچے اور بچیاں جب بالغ ہو جائیں تو دیندار رشتہ تلاش کر کے جلد از جلد ان کی شادیاں کر دیں، بلاوجہ اس میں دیر نہ کریں، آج ہمارے معاشرے کے کتنے ہی فتنے اسی ٹال مٹول، حیلے حوالے اور تاخیر کا نتیجہ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ”جب تمہارے پاس کوئی ایسا رشتہ آئے جس کے دین و اخلاق سے تم راضی ہو تو اس سے شادی کر دو ورنہ زمین فتنہ و فساد کی آماجگاہ بن جائے گی۔“

19۔ بے فائدہ کاموں، غیر ضروری ملاقاتوں اور کھیل تماشوں میں اپنے اوقات کو ضائع کرنے کی بجائے لمحات فرصت کو زیادہ سے زیادہ گھر میں بال بچوں کے ساتھ گزارنے کی کوشش کریں اور جہاں تک ہو سکے، گھر کے کاموں میں گھر والوں کی مدد کریں۔ اس سے خود آپ کی حفاظت بھی ہوگی گھر والوں کی نگرانی بھی ہوگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی بجا آوری بھی ہوگی اور گھر والوں کے دلوں میں آپ کی خاکساری و مساعدہ کی وجہ سے آپ کی عزت و محبت بھی بڑھے گی اور اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی افادیت بھی سمجھ میں آ ئے گی کہ ”بشارت ہے اس کے لئے جو اپنی زبان کو قابو میں رکھے، اپنے گھر میں زیادہ بیٹھے اور اپنی خطاؤں پر آنسو بہائے۔“

نیز فرمایا: ”آدمی کی فتنوں سے سلامتی اسی میں ہے کہ اپنے گھر کو لازم پکڑے۔“

20۔ بدچلن و بدکردار اور غیر معتمد مردوں اور عورتوں کو اپنے گھروں میں ہرگز نہ آنے دیں چاہے وہ رشتہ دار اور پڑوسی ہی کیوں نہ ہوں اس لئے کہ ان کی مثال بھٹی پھونکنے والوں جیسی ہے جو یا تو تمہیں اور تمہارے کپڑوں کو جلائیں گے یا بھٹی کی خبیث بدبو تمہاری ناک میں پہنچائیں گے۔ کتنے ہی گھر ان کے ذریعہ جل کر خاکستر ہو گئے۔

نسخہ 60

تسکین دل کیلئے چوری اور خیانت کو چھوڑ دیجئے

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ایک مرتبہ سہارنپور سے کانپور جا رہے تھے کہ جب ریل میں سوار ہونے کے لئے اسٹیشن پہنچے تو محسوس کیا کہ ان کے ساتھ سامان اس مقررہ حد سے زیادہ ہے جو ایک مسافر کو بک کرائے بغیر اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت ہوتی ہے چنانچہ وہ اس کھڑکی پر پہنچے جہاں سامان کا وزن کر کے زائد سامان کا کرایہ وصول کیا جاتا ہے تاکہ سامان بک کرا سکیں کھڑکی پر ریلوے کا جو اہلکار موجود تھا وہ غیر مسلم ہونے کے باوجود حضرت مولانا کو جانتا تھا اور ان کی بڑی عزت کرتا تھا جب حضرتؒ نے سامان بک کرنے کی فرمائش کی تو اس نے کہا کہ مولانا! رہنے دیجئے آپؒ سے سامان کا کیا کرایہ وصول کیا جائے؟ آپ کو سامان بک کرانے کی ضرورت نہیں میں ابھی گارڈ سے کہہ دیتا ہوں وہ آپ کو زائد سامان کی وجہ سے کچھ نہیں کہے گا مولانا نے فرمایا: یہ گارڈ میرے ساتھ کہاں تک جائے گا۔ ریلوے افسر نے جواب دیا غازی آباد تک۔ مولانا نے پوچھا پھر غازی آباد کے بعد کیا ہوگا؟ اس نے کہا یہ گارڈ دوسرے گارڈ سے کہہ دے گا۔ مولانا نے پوچھا وہ دوسرا گارڈ کہاں تک جائیگا؟ افسر نے کہا وہ کانپور تک آپ کے ساتھ جائے گا۔ مولانا نے پوچھا پھر کانپور کے بعد کیا ہوگا؟ افسر نے کہا کہ کانپور کے بعد کیا ہونا ہے؟ وہاں تو آپ کا سفر ختم ہو جائے گا حضرت نے فرمایا نہیں میرا سفر تو بہت لمبا ہے کانپور پر ختم نہیں ہوگا اس لمبے سفر کی انتہا تو آخرت میں ہوگی یہ بتایئے کہ جب اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا کہ اپنا سامان تم کرایہ دیئے بغیر کیوں اور کس طرح لے گئے تو یہ گارڈ صاحبان میری کیا مدد کر سکیں گے؟

پھر مولانا نے ان کو سمجھایا کہ یہ ریل آپ کی یا گارڈ صاحب کی ملکیت نہیں ہے اور جہاں تک مجھے معلوم ہے ریلوے کے محکمے کی طرف سے آپ کو یا گارڈ صاحب کو یہ اختیار بھی نہیں دیا گیا وہ جس مسافر کو چاہیں ٹکٹ کے بغیر یا اس کے سامان کو کرائے کے بغیر ریل میں سوار کر دیا کریں لہٰذا اگر میں آپ کی رعایت سے فائدہ اٹھا کر بغیر کرائے کے سامان لے بھی جاؤں تو یہ میرے دین کے لحاظ سے چوری میں داخل ہوگا اور مجھے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے اس گناہ کا جواب دینا پڑے گا۔ آپ کی یہ رعایت مجھے بہت مہنگی پڑے گی لہٰذا براہ کرم مجھ سے پورا پورا کرایہ وصول کر لیجئے ریلوے کا وہ اہل

کار مولانا کو دیکھتا رہ گیا لیکن پھر اس نے تسلیم کیا کہ بات آپ ہی کی درست ہے۔

یہ واقعہ قیام پاکستان سے پہلے اس دور کا ہے جب برصغیر پر انگریزوں کی حکومت تھی اور مسلمانوں کے دل میں اس حکومت کے خلاف جو نفرت تھی وہ محتاج بیان نہیں چنانچہ ملک کو انگریزی حکومت سے آزاد کرانے کی تحریکیں شروع ہو چکی تھیں خود حضرت مولانا تھانویؒ برملا اپنی اس خواہش کا اظہار فرما چکے تھے کہ مسلمانوں کی کوئی الگ حکومت ہونی چاہئے جس میں وہ غیر مسلموں کے تسلط سے آزاد ہو کر شریعت کے مطابق اپنا کاروبار چلا سکیں لیکن انگریز کی حکومت سے متنفر ہونے کے باوجود اس کے قائم کئے ہوئے محکمے سے تھوڑا سا فائدہ بھی معاوضہ ادا کئے بغیر حاصل کرنا انہیں منظور نہ تھا۔

بات دراصل یہ ہے کہ چوری کی قانونی تعریف خواہ کچھ ہو لیکن گناہ و ثواب کے نقطہ نظر سے کسی دوسرے کی چیز اسکی مرضی کے بغیر استعمال کرنا چوری ہی میں داخل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی احادیث میں مختلف انداز سے یہ حقیقت بیان فرمائی ہے چند ارشادات ملاحظہ فرمایئے ارشاد ہے کہ

حرمة مال المسلم کحرمة دمه

مسلمان کے مال کی حرمت بھی ایسی ہی ہے جیسے اس کے خون کی حرمت۔ (مجمع الزوائد)

واضح رہے کہ حدیث میں اگرچہ مسلمانوں کا لفظ استعمال کیا گیا ہے لیکن دوسری احادیث کی روشنی میں مسلمان حکومت کے غیر مسلم باشندے جو امن کے معاہدے کے ساتھ رہتے ہوں یا اس غیر مسلم حکومت کے غیر مسلم باشندے جس کے تحت مسلمان پر امن طور پر رہتے ہوں ان کے جان و مال کا احترام بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا مسلمان کے جان و مال کا احترام لہٰذا اس لفظ سے یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہئے کہ غیر مسلموں کی جان و مال قابل احترام نہیں ہے۔

ایک اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لا یحل مال امری مسلم الا بطیب نفس منه

کسی مسلمان شخص کا مال اس کی خوش دلی کے بغیر حلال نہیں ہے۔ (مجمع الزوائد)

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں جو خطبہ دیا اس میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ **لا یحل لامری من مال اخیه الا ما طابت به نفسه.**

کسی شخص کیلئے اپنے بھائی کا کوئی مال حلال نہیں ہے سوائے اس مال کے جو اس نے خوش دلی سے دیا ہو۔ حضرت ابوحمید ساعدیؓ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

لا یحل لمسلم ان یاخذ مال اخیه بغیر حق وذالک لما حرم الله مال المسلم علی المسلم وان یاخذ عصا اخیه بغیر طیب نفس۔

کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کا کوئی مال ناحق طور پر لے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان کا مال مسلمان پر حرام کیا ہے اور اسکو بھی حرام قرار دیا ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی لاٹھی بھی اسکی خوش دلی کے بغیر لے۔

ان تمام احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بھی واضح فرمادی کہ دوسرے کی کوئی چیز لینے یا استعمال کرنے کیلئے اس کا خوشی سے راضی ہونا ضروری ہے لہٰذا اگر کسی وقت حالات سے یہ معلوم ہو جائے کہ کسی شخص نے اپنی ملکیت استعمال کرنے کی اجازت کسی دباؤ کے تحت یا شرماشرمی میں دیدی ہے اور وہ دل سے اس پر راضی نہیں ہے تو اسکو اجازت نہیں سمجھا جائے گا بلکہ اسکا استعمال بھی دوسرے شخص کے لئے جائز نہیں ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم اپنے حالات کا جائزہ لیں تو نظر آئے گا کہ نہ جانے کتنے شعبوں میں ہم شعوری یا غیر شعوری طور پر ان احکام کی خلاف ورزی کر رہے ہیں ہم چوری اور غصب بس یہی سمجھتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کے گھر میں چھپ کر داخل ہو اور اسکا سامان چرائے یا طاقت کا باقاعدہ استعمال کر کے اسکا مال چھینے حالانکہ کسی کی مرضی کے خلاف اسکی ملکیت کا استعمال کسی بھی صورت میں ہو وہ چوری یا غصب کے گناہ میں داخل ہے اس قسم کی چوری اور غصب کی جو مختلف صورتیں ہمارے معاشرے میں عام ہوگئی ہیں اور اچھے خاصے پڑھے لکھے اور بظاہر مہذب افراد بھی ان میں مبتلا ہیں ان کا شمار مشکل ہے تاہم مثال کے طور پر اسکی چند صورتیں درج ذیل ہیں۔

1۔ ایک صورت تو وہی ہے کہ جس کی طرف حضرت مولانا تھانویؒ کے مذکورہ واقعے میں ارشاد کیا گیا ہے آج یہ بات بڑے فخر سے بیان کی جاتی ہے کہ ہم اپنا سامان ریل یا جہاز میں کرایہ دیئے بغیر نکال لائے حالانکہ اگر یہ کام متعلقہ افسروں کی آنکھ بچا کر کیا گیا تو اس میں اور چوری میں کوئی فرق نہیں اور اگر ان کی رضامندی سے کیا گیا جبکہ وہ اجازت دینے کے مجاز نہ تھے تو ان کا بھی اس گناہ میں شریک ہونا لازم آیا ہاں اگر کسی افسر کو ریلوے یا ایئر لائنز کی طرف سے یہ اختیار حاصل ہو کہ وہ زیادہ سامان بغیر کرائے کے چھوڑ دے تو یہ بات دوسری ہے۔

2۔ ٹیلیفون ایکسچینج کے ملازم سے دوستی گانٹھ کر دوسرے شہروں میں فون پر مفت بات چیت نہ صرف یہ کہ کوئی عیب نہیں سمجھی جاتی بلکہ اسے اپنے وسیع تعلقات کا ثبوت دے کر فخر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حالانکہ یہ بھی ایک گھٹیا درجے کی چوری ہے اور اسکے گناہ عظیم ہونے میں کوئی شک نہیں۔

3۔ بجلی کے سرکاری محکمے سے کنکشن لے کر مفت بجلی کا استعمال چوری کی ایک اور قسم ہے

جس کا رواج بھی عام ہوتا جا رہا ہے اور یہ گناہ بھی ڈنکے کی چوٹ پر کیا جاتا ہے۔

4۔ اگر ہم کسی شخص سے اس کی کوئی چیز مانگتے ہیں جبکہ ہمیں غالب گمان یہ ہے کہ وہ زبان سے تو انکار نہیں کر سکے گا لیکن دینے پر دل سے راضی بھی نہ ہوگا اور دے گا تو محض شرما شرمی اور با دل ناخواستہ دے گا تو یہ بھی غصب میں داخل ہے اور ایسی چیز کا استعمال حلال نہیں کیونکہ دینے والے نے خوش دلی کی بجائے وہ چیز دباؤ میں آ کر دی ہے۔

5۔ اگر کسی شخص سے کوئی چیز عارضی استعمال کے لئے مستعار لی گئی اور وعدہ کر لیا کہ فلاں وقت لوٹا دی جائے گی لیکن وقت پر لوٹانے کی بجائے اسے کسی عذر کے بغیر اپنے استعمال میں باقی رکھا تو اس میں وعدہ خلافی کا بھی گناہ ہے اور اگر وہ مقررہ وقت کے بعد اسکے استعمال پر دل سے راضی نہ ہو تو غصب کا گناہ بھی ہے یہی حال قرض کا ہے کہ واپسی کی مقررہ تاریخ کے بعد قرض واپس نہ کرنا (جبکہ کوئی شدید عذر نہ ہو) وعدہ خلافی اور غصب دونوں گناہوں کا مجموعہ ہے۔

6۔ اگر کسی شخص سے کوئی مکان، زمین یا دوکان ایک خاص وقت تک کے لئے کرائے پر لی گئی تو وقت گزر جانے کے بعد مالک کی اجازت کے بغیر اسے اپنے استعمال میں رکھنا بھی اسی وعدہ خلافی اور غصب میں داخل ہے۔

7۔ اگر مستعار لی ہوئی چیز کو ایسی بے دردی سے استعمال کیا جائے جس پر مالک راضی نہ ہو تو یہ بھی غصب کی مذکورہ تعریف میں داخل ہے مثلاً کسی بھلے مانس نے اگر اپنی گاڑی دوسرے کو استعمال کرنے کی اجازت دیدی ہے تو اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اس کے ساتھ مال مفت دل بے رحم کا معاملہ کرے اور اسے خراب راستوں پر اس طرح دوڑائے پھرے کہ اس کے کل پرزے چلاّ ما نگنے لگیں اگر کسی نے اپنا فون استعمال کرنے کی اجازت دی ہے تو اسکا ناجائز فائدہ اٹھا کر اس پر طویل فاصلے کی کالیں دیر دیر تک کرتے رہنا یقیناً غصب میں داخل اور حرام ہے۔

8۔ بک اسٹالوں میں کتابیں رسالے اور اخبارات اس لئے رکھے جاتے ہیں کہ ان میں سے جو پسند ہوں لوگ انہیں خرید سکیں پسند کے تعین کے لئے ان کی معمولی ورق گردانی کی بھی عام طور پر اجازت ہوتی ہے لیکن اگر بک اسٹال پر کھڑے ہو کر کتابوں اخبارات یا رسالوں کا باقاعدہ مطالعہ شروع کر دیا جائے جبکہ خریدنے کی نیت نہ ہو تو یہ بھی ان کا ناجائز استعمال ہے جس کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔ یہ چند سرسری مثالیں ہیں جو بے ساختہ قلم پر آ گئیں مقصد یہ ہے کہ ہم سب مل کر سوچیں کہ ہم کہاں کہاں چوری اور غصب کے گھٹیا جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں؟

نسخہ 61

دیندار حضرات کیلئے پُرسکون زندگی کی ذمہ داریاں

اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں بُرے ماحول اور بے دین گھرانے میں ایک آدھ فرد کو اگر ہدایت ہو جائے جیسا کہ اکثر ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ مردہ سے زندہ کو نکالتے ہیں اور زندہ سے مردہ کو۔ بروں سے اچھے اور اچھے لوگوں سے برے پیدا ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کا مشاہدہ بہت کثرت سے ہو رہا ہے۔ اسی لئے بتا رہا ہوں کہ جہاں پورا ماحول برا ہو والدین بھائی اور عزیز و اقارب سب برائی میں مبتلا ہوں اور پورے خاندان میں سے کسی ایک کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی ہو تو اسے سوچتے رہنا چاہئے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت اور دستگیری ہے۔

نیک بننے والا کیا کرے؟

ایسے برے ماحول میں اگر ایک آدمی نیک بن جاتا ہے تو اسے بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بہت سی مشکلات برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ لوگوں کے طعنے سننے پڑتے ہیں۔ بہت سے مذاق اڑاتے ہیں ان حالات میں دیندار کو کیا کرنا چاہئے۔ نمبروار یاد کرلیں۔

ذمہ داری نمبر 1

جو لوگ نیک بن گئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر یوں شکر ادا کیا کریں۔ یا اللہ! ایسے برے ماحول اور معاشرے اور برے خاندان میں تو نے مجھے ہدایت سے نوازا یہ صرف تیرا ہی کرم ہے۔ اگر تیری دستگیری نہ ہوتی تو ایسے برے ماحول میں کیسے نیک بن سکتا تھا اس میں میرا کوئی کمال نہیں صرف تیرا ہی کرم ہے اس پر تیرا شکر ادا کرتا ہوں اس شکر کو قبول فرما اور اس شکر کی بدولت اس نعمت میں ترقی عطا فرما۔ یہ دعا روزانہ بلاناغہ کیا کریں۔

ذمہ داری نمبر 2

نیک بننے والوں کو چاہئے کہ وہ ہمیشہ نرمی سے کام لیں۔ غصہ کی عادت چھوڑ دیں اس سے بچنے کی

کوشش کریں۔ کسی بات پر کوئی کتنا ہی سخت اور برا بھلا کہے جو حالات بھی گھر میں پیش آ گئیں ان میں غصہ کا اظہار نہ کریں۔ غصہ کی باتوں پر غصہ تو آئے گا مگر اسے ضبط کریں جاری نہ کریں۔ صبر سے کام لیں۔ ارشاد خداوندی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے غصہ کو چبا جاتے ہیں غصہ کے گھونٹ پی جاتے ہیں۔

غصہ سے بچنے کا نسخہ یہ ہے کہ جہاں کسی بات پر غصہ ہو تو فوراً وہاں سے دور چلے جائیں۔ کھڑے ہوں تو بیٹھ جائیں بیٹھے ہیں تو لیٹ جائیں۔ پانی پی لیں ذکر اللہ اور تلاوت شروع کر دیں۔ ان تدبیروں سے غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ تاہم یہ وقتی تدبیریں ہیں۔ ہمیشہ کیلئے غصہ کی برداشت کا نسخہ یہ ہے کہ روزانہ بلا ناغہ کسی وقت یہ سوچا کریں کہ میں تو دیندار اور نیک بنا ہوں ایسا نہ ہو کہ شیطان مجھے غصہ دلا کر میرے مالک کو مجھ سے ناراض کر دے۔

ذمہ داری نمبر 3۔

جو لوگ دیندار بن گئے ہوں وہ والدین اور بھائی بہنوں کی خدمت دوسرے افراد کی بہ نسبت زیادہ کیا کریں۔ ایک گھر میں سارے بہن بھائی دیندار نہیں ان میں سے ایک کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نوازا تو اسے سوچنا چاہئے کہ دوسرے بھائی بہن جو دیندار نہیں ہیں تو میں ان سے زیادہ والدین کی جائز کاموں میں خدمت و اطاعت کروں۔ ان کیلئے یہ دعا بھی جاری رہے یا اللہ انہوں نے بچپن میں مجھ کو میری تربیت فرمائی ہے دینے ہی تو ان پر رحم فرما۔ جب آپ والدین اور بہن بھائیوں کی زیادہ سے زیادہ خدمت کریں گے تو اس سے ان کے دلوں میں دین کی عظمت اور وقعت پیدا ہوگی اور وہ یہ کہنے لگیں گے جو دیندار اور نیک بن جاتا ہے وہ ہماری کیسی خدمت کرتا ہے ہمارا کیسا فرمانبردار ہے صرف ہماری ہی نہیں بلکہ سب بھائی بہنوں کی بھی خدمت کرتا ہے یہ کیسا اچھا ہے اب تو سب کو دیندار ہی بننا چاہئے یہ آپ کی عملی تبلیغ ہوگی۔ زبانی تبلیغ اتنا فائدہ نہیں دیتی جتنی عملی تبلیغ فائدہ دیتی ہے۔

اگر خدانخواستہ آپ دیندار بننے کے بعد اختلاف اور انتشار پھیلاتے رہے والدین بہن بھائیوں کی خدمت کی بجائے لڑتے جھگڑتے رہے تو خاندان والے اور دوسرے لوگ یہ کہنا شروع کر دیں گے کہ بچاؤ اپنے بچوں کو مولویوں سے بزرگوں سے اب تو یہ ہر ایک سے لڑنا جھگڑنا شروع کر دیتا ہے۔ پھر کیا ہوگا؟ لوگوں کے دلوں سے دین کی وقعت و عظمت جاتی رہے گی کہ دیندار لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں اگر آپ کو اللہ تعالیٰ نے دیندار بننے کی توفیق دی ہے تو اس کا شکر ادا کریں اپنے اندر صبر و تحمل پیدا کریں دوسروں کی خدمت کا جذبہ پیدا کریں۔

ذمہ داری نمبر 4۔

جو لوگ دیندار بن گئے ہیں انہیں چاہئے کہ وہ دنیا کے کام زیادہ سے زیادہ کریں۔ خواہ وہ گھر کے اندرونی کام ہوں یا تجارت وغیرہ کے بیرونی کام۔ ہر قسم کے جائز کام دوسروں سے زیادہ کرنا چاہئیں۔ ہر کام میں اپنے مالک کی رضا کو ہمیشہ مقدم رکھیں۔ زیادہ کام اور زیادہ محنت کر کے یہ ثابت کر دیں کہ جو آدمی دیندار بن جاتا ہے وہ بیکار نہیں ہوتا بلکہ دوسروں سے زیادہ کارآمد ہوتا ہے۔

ذمہ داری نمبر 5۔

جو لوگ دیندار بن جائیں ان پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنے دین کی حفاظت اور اس میں مزید ترقی کیلئے کسی سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کریں اور اہل اللہ کی مجالس کو لازم پکڑیں۔ ورنہ نفس و شیطان دین کی صورت میں گمراہ کر دیں گے۔ آپ سمجھیں گے کہ ہم بہت دیندار ہیں بڑی عبادت کر رہے ہیں مگر درحقیقت ہو رہا ہے جہنم کا سامان۔ اہل اللہ کی صحبت سے نفس و شیطان کی مکاریوں اور فریبوں کا علم ہو جاتا ہے۔

مذکورہ باتوں پر عمل کرنے کی توفیق بدولت جب ہوگی جب اہل اللہ کی صحبت کو لازم پکڑا جائیگا۔

یہ پانچ نمبر ہیں انہیں خوب یاد کر لیں دلوں میں اتار لیں۔ ہفتہ مہینہ میں ایک بار دیکھ لیا کریں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل عطا فرمائے آمین۔

اللہ تعالیٰ قلوب کا آپریشن کرتے ہیں

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

کہ جس طرح والدین بچے کے دنبل کا اپریشن کرتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ قلوب کا آپریشن کرتے ہیں جبکہ دلوں میں غفلت بڑھ جاتی ہے اور گناہوں کی نحوست سے دل پر پردے پڑ جاتے ہیں تو مصیبت اور بلا کے نشتروں سے دلوں کا خراب مادہ نکالا جاتا ہے اور ان کی اصلاح کی جاتی ہے پس یہاں بھی بالفعل تکلیف ہے اور وہاں بھی مگر انجام دونوں کا راحت ہے فرق اتنا ہے کہ وہاں راحت قریب ہے کہ چند روز میں ہی دنبل میں نشتر دینے کے بعد صحت ہو جاتی ہے اور یہاں بعید ہے کہ قیامت میں اس کا ظہور ہوگا جبکہ مصائب کا ثواب ملے گا۔

نسخہ 62

بے تحقیق باتوں کو چھوڑیئے

زندگی کے سکون کو متاثر کرنے میں ہر سنی ہوئی بات پر یقین کر لینا بھی ہے۔ اس لئے شریعت نے اس بارہ میں اپنے مبارک احکام سے نوازا ہے کہ انسان نہ صرف خود سنی سنائی باتوں سے متاثر ہو اور نہ سن لینے کے بعد آگے ان کی تشہیر شروع کر دے۔ اس سے معاشرہ میں ایک بے چینی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور یہی چیز ایذاء مسلم کا بھی ذریعہ بن جاتی ہے۔ اس بارہ میں شریعت کی اہم ہدایات پیش خدمت ہیں۔

انسانی نفس کی چوریوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون باخبر ہو سکتا ہے؟ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم بھی دیا، اس کے تمام مضمرات کو سمجھتے ہوئے ایسے تمام راستوں کو بھی بند کیا جو اس حکم کی خلاف ورزی کی طرف لے جا سکتے ہیں، اور ان چور دروازوں کی بھی نشان دہی فرمائی جہاں سے انسان کی نفسانی خواہشات حیلے بہانے تلاش کر سکتی ہیں، نفس انسانی کی ایک فطرت یہ ہے کہ جس برائی کا الزام وہ براہ راست اپنے سر لینا نہیں چاہتا، اسے کسی اور شخص کے کندھے پر رکھ کر انجام دینے کی کوشش کرتا ہے، تاکہ مقصد بھی حاصل ہو جائے، اور اپنے اوپر حرف بھی نہ آئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کے سلسلے میں انسان کی اس نفسیاتی کیفیت کو نہایت لطیف اور بلیغ پیرائے میں بیان فرمایا ہے، امام غزالی نے احیاء العلوم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

"بئس مطية الكذب: يقول الناس"

جھوٹ کی بدترین سواری یہ فقرہ ہے کہ "لوگ یوں کہتے ہیں"

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ براہ راست جھوٹ بولنے سے کتراتے ہیں، وہ بے بنیاد اور بے تحقیق باتیں لوگوں کے سر پر رکھ کر کہہ دیتے ہیں، "لوگ تو یوں کہتے ہیں" "لوگوں میں تو یہ بات مشہور ہے" "لوگوں کا کہنا تو یہ ہے" یہ وہ فقرے ہیں جو جھوٹ کے الزام سے بچنے کے لئے ایک ڈھال کے طور پر

استعمال کیے جاتے ہیں، اور جھوٹ جو اپنے پاؤں چل کر نہیں پھیل سکتا، اس قسم کے فقروں پر سوار ہو کر پھیل جاتا ہے، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فقرے کو "جھوٹ کی سواری" قرار دیا۔

یہ تو ایک لطیف اور استعاراتی پیرایہ بیان تھا، جو حقائق پر نگاہ رکھنے والوں کے لئے بڑا موثر اور دل میں اتر جانے والا ہے، لیکن اسی بات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور حدیث میں بالکل سادہ اور عام فہم الفاظ میں بھی ارشاد فرمایا جسے ہر شخص سنتے ہی سمجھ جائے، فرمایا:

"کفیٰ بالمرء کذباً ان یحدث بکل ما سمع"

"انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنی بات بھی کافی ہے کہ وہ ہر وہ بات دوسروں کو سنانے لگے جو اس نے کہیں سے بھی سن لی ہو" دونوں ارشادات کا منشا در حقیقت یہ بتاتا ہے کہ ایک سچے مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ہر کچی پکی بات کہیں سے سن کر اسے آگے چلا دے، اس طرح افواہیں جنم لیتی ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں یہ منافقین کا وطیرہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے درمیان ایسی افواہیں پھیلاتے رہتے تھے جن سے لوگوں میں بے چینی اور تشویش پیدا ہوتی تھی، اور دشمنوں کو فائدہ پہنچتا تھا، قرآن کریم نے ان کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا: "جب بھی امن یا خوف (جنگ) کے بارے میں انہیں کوئی بات پہنچتی ہے، وہ اسے پھیلانے میں لگ جاتے ہیں، اگر وہ اسے (پھیلانے کے بجائے) ذمہ دار لوگوں تک پہنچاتے تو ایسے لوگ اس کی حقیقت جان لیتے جو اس کی کھود کرید (تحقیق) کر سکتے ہیں"

قرآن و سنت کے ان ارشادات سے اسلام کا جو مجموعی مزاج سامنے آتا ہے، وہ یہ ہے کہ جب تک کسی بات کی مناسب تحقیق نہ ہو جائے، اس وقت تک اسے دوسروں کے سامنے بیان کرنا جائز نہیں، اگر کوئی شخص اس قسم کی بے تحقیق بات کو پورے وثوق اور یقین سے بیان کرے تب تو ظاہر ہے کہ وہ خلاف واقعہ اور غلط بیانی کے ذیل میں آتا ہے، لیکن اگر بالفرض وثوق کے ساتھ بیان کرنے کے بجائے "لوگ کہتے ہیں" جیسے فقرے کا پردہ رکھ کر بیان کرے، لیکن مقصد یہی ہو کہ سننے والے اسے سچ باور کر لیں، تب بھی مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں ایسا کرنا جائز نہیں۔

دراصل اسلام کا مقصد یہ ہے کہ ہر مسلمان معاشرے کا ایک ذمہ دار فرد بن کر زندگی گذارے۔ اس کے منہ سے جو بات نکلے، وہ کھری اور سچی بات ہو، اور وہ اپنے کسی قول و فعل سے غیر ذمہ داری کا ثبوت نہ دے، قرآن کریم ہی کا ارشاد ہے کہ:

انسان جو بات بھی زبان سے نکالتا ہے، اسے (محفوظ رکھنے کے لئے) ایک نگہبان ہر وقت

تیار ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان یہ نہ سمجھے کہ جو بات وہ زبان سے نکال رہا ہے، وہ فضا میں تحلیل ہو کر فنا ہو جاتی ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ منہ سے نکلی ہوئی ہر بات کہیں ریکارڈ ہو رہی ہے، اور آخرت میں اس سارے ریکارڈ کا ہر شخص کو جواب دینا ہوگا، اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث میں زبان کو قابو میں رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔

لیکن ان تمام تعلیمات کے برعکس آج کل ہماری زبانیں اتنی بے قابو ہوگئی ہیں کہ ان کے استعمال میں ذمہ داری کا تصور ہی باقی نہیں رہا۔

یوں تو ہر قسم ہی کی خبر میں احتیاط اور ذمہ داری کی ضرورت ہے۔ لیکن ہمارے موجودہ ماحول میں کسی شخص پر کوئی الزام عائد کرنا ایک کھیل بن کر رہ گیا ہے، جس میں کسی تحقیق اور ذمہ داری کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی، بالخصوص اگر کسی شخص سے ذاتی، جماعتی یا سیاسی اختلاف ہو تو اسکی غیبت کرنا، اس پر بہتان باندھنا اور اسے طرح طرح سے بے آبرو کرنا حلال طیب سمجھ لیا گیا ہے۔

اس صورت حال کے یہ نتائج بد کھلی آنکھوں ہر شخص دیکھ رہا ہے کہ فضا جھوٹی خبروں سے اتنی آلودہ ہو چکی ہے کہ حقیقت حال کا پتہ لگانا دشوار ہے اور اس کی وجہ سے کسی کو کسی پر اعتبار نہیں رہا، اور پھر ایک انتہائی خطرناک بات یہ ہے کہ غلط الزامات کے سیلاب میں حقیقی مجرموں کو بھی فی الجملہ پناہ مل گئی ہے، یعنی جو لوگ واقعی خطاکار اور بدعنوان ہیں، انہیں بدنامی کا زیادہ خطرہ باقی نہیں رہا، اسلئے کہ وہ یہ سوچتے ہیں کہ اگر کوئی خبر ہماری بدعنوانی کے بارے میں اڑی تو وہ اسی طرح مشکوک سمجھی جائیگی جیسے اور بہت سی بے تحقیق باتوں کو سنجیدہ لوگ مشکوک سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں، چنانچہ بدعنوان افراد آرام سے بدعنوانیوں میں ملوث رہتے ہیں، اور بہت سے بے گناہوں کے دامن پر داغ لگ جاتا ہے۔

یہ ٹھیک ہے کہ ہمارے ماحول میں غیر ذمہ دارانہ باتیں بے حد پھیل گئی ہیں، لیکن اس کا علاج بھی دور دور سے اس صورت حال کی مذمت کرتے رہنا نہیں ہے، بلکہ ہر برائی کا علاج یہ ہے کہ ہر شخص اپنی جگہ یہ عزم کر لے کہ دوسرے لوگ خواہ کچھ کرتے رہیں، کم از کم وہ اپنے قول و فعل میں ذمہ داری کا مظاہرہ کریگا، اور بے تحقیق باتوں کو پھیلا کر افواہ طرازی کا مرتکب نہیں ہوگا۔ جب افراد میں یہ فکر پیدا ہو جاتی ہے تو ایک شخص کا طرز عمل دوسرے کیلئے بھی ایک نمونہ بنتا ہے، اور ایسے نمونوں میں رفتہ رفتہ اضافہ ہوتا جاتا ہے تو اسی طرح معاشرہ صحیح معیار کی طرف رواں دواں ہو جاتا ہے۔

نسخہ 63

نیکی کا راستہ آسان ہے... ہمت کیجئے

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ ارشاد فرماتے ہیں۔ جنت میں جانے کا راستہ کیا ہے؟ جنت میں کس کا ٹھکانہ ہے؟ منزل جنت کے باشندے جنت میں رہنے والے کون لوگ ہیں؟ تاکہ جنت کی علامت کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ اس کی علامت بیان فرما رہے ہیں کہ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى۔ جو اپنے رب کے سامنے حساب کیلئے کھڑے ہونے سے ڈرے کہ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے تو کیا جواب دوں گا اور نفس کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے تمام تقاضوں سے روکے یعنی اپنا دل توڑ دے اللہ پاک کے قانون کو نہ توڑے لہٰذا جب آپ کے دل میں کوئی خواہش پیدا ہو تو اپنے دل ہی سے پوچھو میں آپ ہی کو مفتی بنا رہا ہوں کہ اپنے دل سے پوچھو کہ اگر یہ خواہش ہم پوری کر لیں تو ہمارا دل تو خوش ہو جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوں گے یا نہیں۔ جب آپ کا دل کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ تو ناخوش ہوگا تو آپ دل کو توڑ دیں اللہ تعالیٰ کے قانون کو نہ توڑیں جو عظمت الٰہیہ کا احترام کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اسے دنیا و آخرت میں معظم معزز و مکرم کرتے ہیں اور جو اپنے دل کی حرام خوشیوں کو نہیں توڑتا اور اللہ تعالیٰ کے قانون کو توڑ کر اپنا دل خوش کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی ایسے لوگوں کو توڑ دیتا ہے دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔

اللہ تعالیٰ کے خوف کی علامت کیا ہے؟ بس اتنا خوف ہو کہ گناہ سے رک جائے اپنے نفس کی ان خوشیوں کو جو مرضی الٰہی کے خلاف ہوں توڑ دینے کی توفیق ہو جائے اس سے زیادہ خوف مطلوب نہیں ہے کہ ہر وقت خوف الٰہی سے کانپ رہا ہے اور بیوی بچوں کا حق ادا نہ کر سکے اور دکان پر بھی نہ جا سکے اور چارپائی پر لیٹا ہوا کانپ رہا ہے کہ خوف الٰہی سے تڑپ رہا ہو اتنا خوف فرض تو در کنار جائز بھی نہیں اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهٖ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيْكَ

یعنی اے اللہ میں آپ کے خوف میں سے کچھ حصہ مانگتا ہوں اتنا خوف مانگتا ہوں کہ جو میرے اور آپ کے گناہوں کے درمیان حائل ہو جائے اس سے زیادہ اگر خوف مل جائے گا تو میں چارپائی پر ہی لیٹ جاؤں گا۔

خوف اور خشیت کا فرق

قرآن پاک میں خوف اور خشیت دونوں لفظ آئے ہیں ان دونوں میں کیا فرق ہے حالانکہ دونوں کا ترجمہ ڈر کیا جاتا ہے صاحب روح المعانی نے فرق لکھا ہے کہ خوف اور خشیت کا عام مفہوم تو ڈر ہی ہے مگر خوف اس ڈر کو کہتے ہیں جس میں عظمت ضروری نہیں بلا عظمت کے بھی خوف ہوتا ہے جیسے تھانیدار کا ڈر، پولیس کا ڈر کہ عظمت نہیں ہوتی مگر ڈر ہے مگر خشیت کا استعمال صرف وہیں ہوگا جہاں ڈر کے ساتھ عظمت لازم ہو خشیت کا استعمال خاص میں ہے۔

میرا پچھتر سال کا تجربہ ہے کہ کسی اللہ والے کی خدمت کرلو۔ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ یہ میرے پیاروں کی خدمت کرتا ہے امید ہے کہ ان شاء اللہ وہ اللہ کے کرم سے محروم نہیں رہے گا۔ اور ہماری لاکھوں عبادتوں سے اللہ تعالیٰ کا ایک ذرہ کرم افضل ہے مولانا روی فرماتے ہیں۔

ذرہ سایہ عنایت بہتر است   از ہزاراں کوشش طاعت پرست

اللہ تعالیٰ کی عنایت و رحمت کا ایک ذرہ مل جائے تو ہماری ہزار طاعت سے وہ بہتر ہے مولانا روم فرماتے ہیں اے جوان تیری ڈینگ اور لاف زنی کی کوئی حقیقت نہیں قبل جنگ کے کہ ہم تیری شجاعت کو تسلیم نہیں کریں گے جنگ میں بہادری دکھائی تو بہادر ہے نفس و شیطان کی جنگ میں جب اللہ والا اپنی محبت کا جھنڈا لہرا دے اور نظر پھیر لے اور اپنے دل کی خواہشات کو پاش پاش کردے دل کو توڑ دے اور اللہ تعالیٰ کے قانون کو نہ توڑے ان کے قانون کی حرمت اور عظمت کا جھنڈا لہرا دے تب سمجھو کہ یہ بندہ صاحب نسبت ہے اللہ تعالیٰ کا مقبول ہے خانقاہوں میں اسی مشق کی ضرورت ہے گناہ کے چھوڑنے میں بری خواہشوں کے توڑنے میں اور اللہ تعالیٰ پر فدا ہونے میں جو جتنا زیادہ غم اٹھائے گا جتنا زخم حسرت کھائے گا اتنا ہی بڑا ولی اللہ ہوگا۔ اگر کوئی کہے کہ اولیاء اللہ کے مراتب اور ان کے درجات کا کیسے پتہ چلتا ہے تو کہہ دو کہ اسی غم سے پتہ چلے گا کہ اس کے طبعی مرغوبات جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہیں وہ ان کو احکام شرعیہ کے تابع کرتا ہے یا نہیں اگر تابع کرتا ہے تو سمجھ لو ولی اللہ ہے کیونکہ اللہ کا پیارا اور مقبول ہونے کی علامت یہی ہے کہ وہ غیر مقبول کام نہیں کرتا۔

جب گناہ کا موقع آئے تب پتہ چلتا ہے کہ یہ کس قدر اللہ کا عاشق ہے جو مردان خدا ہیں وہی گناہ سے بچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے قلب کو حساس کر دیتے ہیں کیونکہ اللہ لطیف ہے وہ اپنے عاشقوں کے مزاج میں بھی لطافت پیدا کر دیتے ہیں اور گناہوں کی کثافت سے پاک کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لطافت ہے تو جب شیطان و نفس ان کو عبادت سے انحراف

کرا کے کثافت کا ایک ذرہ داخل کرنا چاہتے ہیں تو ان کے قلب کی ترازو میں رعشہ اور لرزہ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ سمجھ جاتے ہیں کہ ہمارا دشمن کوئی گڑبڑ قسم کی لذت حرام قلب میں امپورٹ کر رہا ہے تو فوراً اپنے قلب کی نگرانی کرتے ہیں۔

ہمارے نفس امارہ نے جب دام بتاں بدلا

تو ہم نے باب تقویٰ پر بھی فوراً پاسباں بدلا

آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کی دو علامتیں بیان فرمائی ہیں۔

۱- وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جو شخص اللہ سے ڈرے کہ ایک دن مجھے حساب دینا ہے اور اللہ تعالیٰ کے خوف کی کیا دلیل ہے کہ اسکے دل میں اللہ کا خوف ہے اسکے بارے میں فرمایا۔

۲- وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى وہ اپنے نفس کو بُری خواہش سے روکتا ہے تو یہ اھل جنت کی دوسری علامت ہے یہی اہل وفا ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کیلئے اپنی آرزوؤں کا خون کر لیتے ہیں کسی فوج کے ڈر سے نہیں اپنے مرشد کے ڈر کے مارے بھی نہیں امام ہے تو مقتدیوں کے خوف سے بھی نہیں تو پھر نفس کو کیوں روکتا ہے صرف اپنے رب کے خوف سے تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بتلا دیا کہ جو اپنے نفس کو روکے مگر صرف میرے خوف سے وہ اھل جنت کا قافلہ ہے۔ اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔ تو یہ دونوں آیتیں ملا کر قافلہ جنت کی آج ڈیزائن پیش کر رہا ہوں اگر گناہ کے تقاضوں کو توڑنے کا حوصلہ نہیں ہے تو اللہ والوں سے جڑو۔ جب تربیت ہوگی تو اس اللہ والے کا ایمان آپ میں منتقل ہو جائے گا۔ یہ اللہ والوں کی صحبت ایسا قوی معجون ہے کہ دنیا میں کسی دواخانے سے نہیں پاؤ گے۔ تم اہل جنت کے قافلہ میں شامل ہونا چاہتے ہو تو اھل اللہ کی صحبت اختیار کرو۔ جس کے دل میں اللہ کی تڑپ اور پیاس ہوتی ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ جس درجہ کا ولی بنانا چاہتا ہے ہر ایک کی قسمت کے لحاظ سے غذائے روحانی کی ڈش بھیجتا ہے۔ اللہ کا راستہ بہت آسان ہے جتنی محنت پریشانی گناہوں کے کرنے میں ہے اتنا ہی آرام گناہوں سے بچنے میں ہے کیونکہ گناہ ایک کام ہے اور ظاہر ہے کام نہ کرنا آسان ہے بس کام نہ کیجئے اور آرام سے رہئے یعنی گناہ نہ کیجئے اور سکون سے رہئے جن لوگوں نے گناہ چھوڑ دیا انہوں نے بتایا کہ پہلے ہم آگ میں جل رہے تھے۔ اور جب سے گناہ چھوڑ دیئے ایسا لگتا ہے کہ جیسے دوزخ سے جنت میں آ گئے۔ وجہ یہ ہے کہ ہر گناہ کا تعلق اللہ کے غضب سے ہے اور غضب میں ٹھنڈک کہاں۔ دوزخ بھی اللہ کے غضب کی مظہر ہے تو اللہ تعالیٰ ہم سب کو مظہر تجلیات رحمت اور مظہر انوار اولیائے صدیقین بنائے۔ آمین

نسخہ 64

ایمانی زندگی کے شب و روز

1۔ضرورت کے موافق دین کا علم حاصل کرے۔

2۔سب گناہوں سے بچے۔

3۔اگر کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرے۔

4۔کسی کا حق نہ رکھے، کسی کو زبان سے یا ہاتھ سے تکلیف نہ دے، کسی کی برائی نہ کرے۔

5۔مال کی محبت اور نام کی خواہش نہ رکھے، نہ بہت اچھے کھانے، کپڑے کی فکر میں رہے۔

6۔اگر کوئی خطا پڑ کے تو اپنی بات نہ بنائے فوراً اقرار اور توبہ کر لے۔

7۔بدون سخت ضرورت کے سفر نہ کرے۔

8۔نہ بہت ہنسے، نہ بہت بولے۔خاص کر نامحرم سے بے تکلفی کی باتیں نہ کرے۔

9۔کسی سے جھگڑا تکرار نہ کرے۔

10۔شرع کا ہر وقت خیال رکھے۔

11۔عبادت میں سستی نہ کرے۔12۔زیادہ وقت تنہائی میں رہے۔

13۔اگر اوروں سے ملنا جلنا پڑے تو سب سے عاجز ہو کر رہے، سب کی خدمت کرے۔بڑائی نہ جتلائے۔

14۔امیروں سے تو بہت ہی کم ملے۔

15۔بددین آدمی سے تو دور بھاگے۔

16۔دوسروں کے عیب نہ ڈھونڈے، کسی پر بدگمانی نہ کرے۔اپنے عیبوں کو دیکھا کرے اور ان کی درستگی کیا کرے۔

17۔نماز کو اچھی طرح اچھے وقت دل سے پابندی کے ساتھ ادا کرنے کا خیال رکھے۔

18۔دل یا زبان سے ہر وقت اللہ کی یاد میں رہے، کسی وقت غافل نہ ہو۔

19۔اگر اللہ کا نام لینے سے مزہ آئے، دل خوش ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائے۔

20۔ بات نرمی سے کرے۔

21۔ سب کاموں کے لئے وقت مقرر کرے اور پابندی سے اس کو نبھائے۔

22۔ جو کچھ رنج و غم، نقصان پیش آئے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آ جانے پر پریشان نہ ہو اور یوں سمجھے کہ اس میں مجھ کو ثواب ملے گا۔

23۔ ہر وقت دل میں دنیا کا حساب کتاب اور دنیا کے کاموں کا ذکر نہ رکھے بلکہ خیال بھی اللہ ہی کا رکھے۔

24۔ جہاں تک ہو سکے دوسروں کو فائدہ پہنچائے خواہ دنیا کا یا دین کا۔

25۔ کھانے پینے میں نہ اتنی کمی کرے کہ کمزور یا بیمار ہو جائے نہ اتنی زیادتی کرے کہ عبادت میں سستی ہونے لگے۔

26۔ خدا تعالیٰ کے سوا کسی سے طمع نہ کرے۔

27۔ اللہ تعالیٰ کی تلاش میں بے چین رہے۔

28۔ نعمت تھوڑی ہو یا بہت اس پر شکر بجا لائے اور فقر و فاقہ سے تنگ دل نہ ہو۔

29۔ جو اس کی حکومت میں ہیں ان کی خطا و قصور سے درگزر کرے۔

30۔ کسی کا عیب معلوم ہو جائے تو اس کو چھپائے۔

31۔ مہمانوں، مسافروں، غریبوں، عالموں اور درویشوں کی خدمت کرے۔

32۔ نیک صحبت اختیار کرے۔

33۔ موت کو یاد رکھے۔

34۔ ہر وقت اللہ سے ڈرا کرے۔

35۔ کسی وقت بیٹھ کر روز کے روز اپنے دن بھر کے کاموں کو سوچا کرے جو نیکی یاد آئے اس پر شکر کرے، گناہ پر توبہ کرے۔

36۔ جھوٹ ہرگز نہ بولے۔

37۔ جو محفل خلاف شرع ہو وہاں ہرگز نہ جائے۔

38۔ شرم و حیا اور بردباری سے رہے۔

39۔ کبھی مغرور نہ ہو کہ میرے اندر ایسی خوبیاں ہیں۔

40۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرے کہ نیک راہ پر قائم رکھیں۔

نسخہ 65

ایثار و قربانی کی فضیلت

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں۔ جب انسان کے پیش نظر آخرت نہیں ہوتی' دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں ہوتا' اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کا احساس نہیں ہوتا' تو پھر آدمی کے پیش نظر صرف دنیا ہی دنیا ہوتی ہے' اور پھر ہر وقت یہ فکر رہتی ہے کہ دوسرے شخص نے مجھ سے زیادہ دنیا حاصل کر لی میرے پاس کم رہ گئی تو آدمی پھر اس وقت اسی ادھیڑ بن میں رہتا ہے کہ میں کسی طرح زیادہ کما لوں اور زیادہ حاصل کر لوں۔ لیکن اگر آدمی کے دل میں یہ فکر ہو کہ آخرت میں میرے ساتھ کیا معاملہ ہونے والا ہے' اور ساتھ میں یہ خیال ہو کہ حقیقی راحت اور خوشی روپے میں اضافہ کرنے اور بینک بیلنس زیادہ کرنے سے حاصل نہیں ہوگی' بلکہ حقیقی خوشی یہ ہے کہ انسان کے دل میں سکون ہو' انسان کا ضمیر مطمئن ہو' اس کو یہ خوف نہ ہو کہ جب میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جاؤں گا تو اپنے اس عمل کا کیا جواب دوں گا۔ اور حقیقی خوشی یہ ہے کہ آدمی اپنے مسلمان بھائی کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھ لے' اس کا کوئی دکھ دور کر دے اس کی کوئی پریشانی رفع کر دے جب انسان کے دل میں اس قسم کے جذبات پیدا ہوتے ہیں تو پھر انسان دوسروں کیساتھ ایثار سے کام لیتا ہے۔

"سکون" ایثار اور قربانی میں ہے

اسلام کی تعلیم صرف اتنی نہیں ہے کہ بس دوسرے کے صرف واجب حقوق ادا کر دیے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی تعلیم اسلام نے دی ہے کہ دوسروں کے لئے ایثار کرو' تھوڑی سی قربانی بھی دو۔ یقین کریں کہ جب آپ دوسرے مسلمان بھائی کے لئے قربانی دیں گے تو اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ تمہارے دل میں جو سکون' عافیت اور راحت عطا فرمائیں گے' اس کے سامنے بینک بیلنس کی خوشی ہیچ در ہیچ ہے۔ چونکہ ہم نے ایثار اور قربانی پر عمل چھوڑ رکھا ہے اور ہماری زندگی میں اب ایثار کو کوئی خانہ ہی نہیں رہا کہ دوسرے کی خاطر تھوڑی سی تکالیف اٹھائیں' تھوڑی سی قربانی دیدیں' اس لئے اس قربانی کی لذت اور راحت کا ہمیں اندازہ ہی نہیں۔

ایک انصاری کے ایثار کا واقعہ

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انصاری صحابہ کے ایثار کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (سورۃ الحشر)

یعنی یہ انصاری صحابہ اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں، چاہے یہ خود حالت افلاس میں کیوں نہ ہوں۔ چنانچہ وہ واقعہ آپ حضرات نے سنا ہوگا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مہمان ایک انصاری صحابی کے پاس آ گئے، کھانا کم تھا، بس اتنا کھانا تھا کہ یا تو خود کھا لیں یا مہمان کو کھلا دیں، لیکن یہ خیال ہوا کہ اگر مہمان کے ساتھ ہم بیٹھیں گے اور اس کے ساتھ کھانا نہیں کھائیں گے تو اس کو اشکال ہوگا، اس لئے چراغ گل کر دیا تاکہ مہمان کو پتہ نہ چلے اور ظاہر ایسا کیا کہ وہ بھی ساتھ میں کھانا کھا رہے ہیں، اس پر قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی، یعنی یہ لوگ افلاس اور تنگ دستی کی حالت میں بھی دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ لہٰذا اس ایثار اور قربانی کی لذت سے بھی ہمکنار ہو کر دیکھئے۔ دوسرے مسلمان بھائی کے لئے ایثار اور قربانی دینے میں جو مزہ اور راحت، لذت اور سکون ہے، وہ ہزار بینک بیلنس کے جمع کرنے سے بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار صحابہ اور مہاجرین کے درمیان یہی ایثار اور قربانی کا رابطہ قائم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دوسروں کیلئے ایثار اور قربانی کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔

افضل عمل کون سا؟

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ: اَيُّ الْاَعْمَالِ خَيْرٌ؟

یعنی اللہ تعالیٰ کے یہاں کون سے اعمال سب سے بہتر ہیں؟ جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَجِهَادٌ فِيْ سَبِيْلِهٖ

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر عمل اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے، اور دوسرے اس کے راستے میں جہاد کرنا ہے۔ یہ دونوں افضل الاعمال ہیں۔ پھر کسی نے دوسرا سوال کیا کہ اَيُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ؟ یعنی کون سے غلام کی آزادی زیادہ افضل ہے؟ اس زمانے میں غلام اور باندیاں ہوا کرتی تھیں، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام اور باندیوں کو آزاد کرنے کی بہت فضیلت بیان فرمائی تھی۔ تو کسی نے سوال کیا کہ غلام آزاد کرنا تو افضل ہے لیکن کون سا غلام آزاد کرنا زیادہ افضل ہے اور زیادہ موجب ثواب ہے؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جو غلام زیادہ قیمتی اور زیادہ نفیس ہے، اس کو آزاد کرنا زیادہ موجب اجر و ثواب اور زیادہ افضل ہے۔ پھر کسی نے سوال کیا کہ حضور! یہ بتایئے کہ اگر میں ان میں سے کوئی عمل نہ کر سکوں، مثلاً کسی عذر کی بناء پر جہاد نہ کر

سکوں، اور غلام آزاد کرنے کا عمل تو اس وقت کرے جب آدمی کے پاس غلام ہو یا غلام خریدنے کیلئے پیسے ہوں، لیکن میرے پاس تو غلام بھی نہیں ہے اور پیسے بھی نہیں ہیں تو پھر میں کس طرح اجر و ثواب زیادہ حاصل کروں؟ جواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اس صورت میں تمہارے لئے اجر و ثواب حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کوئی شخص جو بگڑی ہوئی حالت میں ہو تو تم اس کی مدد کر دو۔

دوسروں کی مدد کر دو

مثلاً ایک شخص کسی مشکل میں مبتلا ہے، پریشانی کا شکار ہے، اس کی حالت بگڑی ہوئی ہے، تو تم اس کی مدد کر دو، یا کسی اناڑی آدمی کا کوئی کام کر دو۔ آپ نے "اناڑی" کا لفظ استعمال فرمایا یعنی وہ شخص جسے کوئی ہنر نہیں آتا، یا تو اس لئے کہ وہ معذور ہے یا اس کی دماغی صلاحیت اتنی نہیں ہے کہ وہ اپنے دماغ کو استعمال کر کے کوئی بڑا کام کر سکے، تو تم اس کی مدد کر دو اور اس کا کام کر دو، اس میں بھی تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑا اجر و ثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نہ جانے کتنے بندے ایسے ہیں جو یا تو معذور ہیں، یا شکستہ ہیں، یا ان کے پاس کوئی ہنر نہیں ہے، کوئی ذہنی صلاحیت ان کے پاس نہیں ہے، تو اگر دوسرا شخص ان کی مدد کا کوئی کام کر دے تو اس پر بھی اجر و ثواب ملے گا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ اگر تم جہاد نہیں کر سکتے تو یہ کام کر لو۔ اس سے پتہ چلا کہ اس کا ثواب بھی اللہ تعالیٰ جہاد کے قریب قریب عطا فرمائیں گے ان شاء اللہ۔

اگر مدد کرنے کی طاقت نہ ہو؟

ان صحابی نے پھر سوال کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر میں اتنا کمزور ہوں کہ اتنا عمل بھی نہ کر سکوں، یعنی میں خود ہی کمزور ہوں اور دوسرے کمزور کی مدد نہ کر سکوں تو پھر کیا کروں؟ اب آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جوابات کا انداز لگائیے کہ آپ کے یہاں ناامیدی کا کوئی خانہ نہیں ہے، جو شخص بھی آرہا ہے اس کو امید کا راستہ دکھا رہے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس مت ہو جاؤ، اگر یہ عمل نہیں کر سکتے تو یہ عمل کر لو، اگر یہ عمل نہیں کر سکتے تو یہ عمل کر لو۔

لوگوں کو اپنے شر سے بچا لو

بہر حال، آپ نے جواب میں فرمایا کہ اگر تم کمزور ہونے کی وجہ سے دوسروں کی مدد نہیں کر سکتے تو یہ ایک عمل کر لو کہ لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ کر لو۔

یعنی اس بات کا اہتمام کر لو کہ میری ذات سے دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے اس لئے کہ دوسروں کو اپنے

شر سے محفوظ کرنا یہ تمہارا اپنے نفس پر صدقہ ہوگا کیونکہ اگر تم دوسرے کو تکلیف پہنچاتے تو تمہیں گناہ ہوتا' اب تم نے جب اپنے آپ کو دوسروں کو تکلیف دینے سے بچالیا تو گویا کہ تم نے اپنے نفس کو گناہ اور عذاب سے بچالیا۔ لہٰذا یہ بھی ایک صدقہ ہے جو تم اپنے نفس پر کر رہے ہو۔

مسلمان کون؟

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے جو معاشرتی احکام اور معاشرتی تعلیمات ہیں ان کی بنیاد یہی ہے کہ اپنی ذات سے دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف ارشاد فرمادیا کہ:

"اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ"

یعنی مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ نہ زبان سے دوسرے کو تکلیف پہنچے نہ ہاتھ سے دوسرے کو تکلیف پہنچے۔ لیکن یہ چیز اسی کو حاصل ہوتی ہے جس کو اس کا اہتمام ہو اور جس کے دل میں یہ بات بھی ہوئی ہو کہ میری ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔

آشیاں کسی شاخ چمن پہ بار نہ ہو

میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ شعر بکثرت پڑھا کرتے تھے کہ۔

تمام عمر اس احتیاط میں گزری — آشیاں کسی شاخ چمن پہ بار نہ ہو

اپنی وجہ سے کسی پر بوجھ نہ پڑے' اپنی وجہ سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے بارے میں اگر میں یہ کہوں تو مبالغہ نہ ہوگا کہ کم از کم آپ کی آدھی سے زائد تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے آپ سے کسی دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے دو۔ اور پھر تکلیف صرف یہی نہیں ہے کہ کسی کو مار پیٹ دیا بلکہ تکلیف دینے کے بے شمار پہلو ہیں' کبھی زبان سے تکلیف پہنچ جاتی ہے' کبھی عمل سے تکلیف پہنچ جاتی ہے۔ اس لئے اپنے آپ کو اس سے بچاؤ۔

حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا سبق آموز واقعہ

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ واقعہ آپ کو پہلے بھی سنایا تھا کہ مرض وفات جس میں آپ کا انتقال ہوا اسی مرض وفات میں رمضان المبارک کا مہینہ آ گیا اور رمضان المبارک میں بار بار آپ کو دل کی تکلیف اٹھتی رہی اور وقتی شدت سے تکلیف اٹھتی تھی کہ یہ خیال ہوتا تھا کہ شاید یہ آخری حملہ ثابت نہ ہو جائے۔ اسی بیماری میں جب رمضان المبارک گزر گیا تو ایک دن فرمانے لگے ہر مسلمان کی آرزو

ہوتی ہے کہ اس کو رمضان المبارک کی موت نصیب ہو۔ میرے دل میں بھی یہ خواہش پیدا ہوتی تھی کہ اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کی موت عطا فرما دے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ رمضان المبارک میں جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں لیکن میری بھی عجیب حالت ہے کہ میں بار بار سوچتا تھا کہ یہ دعا کروں کہ یا اللہ! رمضان المبارک کی موت عطا فرما دے لیکن میری زبان پر یہ دعا نہیں آسکی۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ میں اپنے لئے رمضان المبارک کی موت طلب تو کرلوں لیکن مجھے اندازہ ہے کہ میری موت کے وقت میرے تیمار دار اور میرے جو ملنے جلنے والے ہیں ان سب کو روزہ کی حالت میں شدید مشقت اٹھانی پڑے گی اور روزہ کی حالت میں ان کو صدمہ ہوگا اور روزہ کی حالت میں تجہیز و تکفین کے سارے انتظامات کریں گے تو ان کو مشقت ہوگی۔ اسی وجہ سے میری زبان پر یہ دعا نہیں آئی کہ رمضان المبارک میں میرا انتقال ہو جائے پھر یہ شعر پڑھا۔

تمام عمر اس احتیاط میں گزری آشیاں کسی شاخ چمن پہ بار نہ ہو

چنانچہ رمضان المبارک کے 11 دن کے بعد ۱۱ شوال کو آپ کی وفات ہوئی۔ اب آپ اندازہ لگائیں کہ جو شخص مرتے وقت یہ سوچ رہا ہے کہ میرے مرنے سے بھی کسی کو تکلیف نہ پہنچے اس شخص کی زندگی میں لوگوں کے جذبات کا خیال رکھنے کا کیا عالم ہوگا؟

تین قسم کے جانور

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں تین قسم کے جانور پیدا کئے ہیں۔ ایک قسم کے جانور وہ ہیں جو دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں تکلیف نہیں پہنچاتے، مثلاً گائے ہے بھینس ہے، بکری ہے، تم ان کا دودھ استعمال کرتے ہو اور بالآخر ان کو ذبح کرکے ان کا گوشت کھا جاتے ہو گھوڑا ہے، گدھا ہے تم ان پر سواری کرتے ہو۔ دوسری قسم کے جانور ایسے ہیں جو دوسروں کو تکلیف پہنچاتے ہیں جیسے سانپ بچھو ہیں درندے ہیں۔ یہ جانور انسان کو تکلیف پہنچاتے ہیں فائدہ نہیں پہنچاتے۔ تیسری قسم کے جانور وہ ہیں جو نہ تو انسان کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور نہ ہی تکلیف دیتے ہیں۔ اس کے بعد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ انسانوں سے مخاطب ہو کر فرما رہے ہیں: اے انسان! اگر تم ایسے جانور نہیں بن سکتے جو دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں تو کم از کم ایسے جانور بن جاؤ جو نہ فائدہ دیتے ہیں نہ تکلیف دیتے ہیں۔ خدا کیلئے ایسے جانور مت بنو جو دوسروں کو تکلیف ہی پہنچاتے ہیں فائدہ کچھ نہیں پہنچاتے۔ یعنی کم از کم تم اپنے شر سے لوگوں کو محفوظ کر لو۔ اور یہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا خلاصہ ہے۔

نسخہ 66

پرسکون زندگی کا لائحہ عمل

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحئی صاحب عارفی قدس سرہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے اجل خلفاء میں سے تھے اور آپ کے زبان و قلم نے دین کی عظیم خدمات انجام دی ہیں۔ آپ نے اپنے ایک متوسل کے خط کے جواب میں ان کی حالت پر مکتوب تحریر فرمایا تھا کہ جو گوناگوں پریشانیوں کے سبب زندگی سے بیزار رہتے ہیں۔ یہ مکتوب چونکہ ہر مسلمانوں کے لئے انتہائی مفید ہے اس لئے ذیل میں اس مکتوب کے اقتباس دیئے جاتے ہیں۔

زندگی سے آپ گھبراتے ہیں گھبرایا کریں آپ زندگی سے ہزار بیزار ہیں مگر یہ زندگی مستعار اسی وقت ختم ہوگی جو اس کے لئے مقرر ہے لیکن اب سوچنا یہ ہے۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

آخرت میں مرنے کے بعد چین ملنے کا کیا یقین ہے۔ اگر یقین ہے تو اس یقین کی بنیاد یہی تو ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے مگر انہوں نے اپنی مغفرت و رحمت کے لئے کچھ شرائط بھی تو مقرر کئے ہیں۔ کیا آپ کو یہ یقین ہے کہ وہ شرائط آپ نے کما حقہ پورے کر لئے ہیں یا محض گمان ہی گمان ہے؟ اس لئے ان شرائط کو پورا کرنے کے لئے اہتمام بلیغ کی ضرورت ہے اور وہ اہتمام اسی طرح ممکن ہے جیسا کہ ذیل میں مذکور ہے اسی لئے اپنی اس ذہنی حالت کو بدلئے اور مہلت زندگی وقت کو غنیمت سمجھئے۔

میں جو محسوس کرتا ہوں وہی بات عرض کروں گا آپ خواہ سمجھیں یا نہ سمجھیں میرا وجود میرے خالق حقیقی کی عطا ہے۔ نابالغی کے زمانے تک اس نے اپنی شان پرورش کو ماں باپ کے ذریعہ سے پورا فرمایا۔ پھر بالغ ہونے سے تادم آخر براہ راست اپنی پرورش میں لے لیا کیونکہ اب اپنے حقیقی پرورش کرنے والے کا علم اور معرفت کے لئے فہم اور قابلیت بالغ ہونے لگتی ہے اور ایسا فہم و معرفت حاصل کرنا اس پر واجب ہو جاتا ہے۔ الحمد للہ کھلی آنکھوں نظر آتا ہے کہ جسمانی پرورش کے لئے طرح طرح کے سامان مہیا فرما دیئے ہیں۔ راحت، عزت اور عافیت سب کا پورا پورا سرمایہ ہر وقت موجود ہے۔ اسی طرح میری پرورش روحانی برابر ہو رہی ہے۔ جیسے جیسے عمر بڑھتی جاتی ہے اور فطری و بشری ضعف و نقاہت معذورات کا اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اسی طرح ان کے

انداز پرورش میں حسب ضرورت تغیر و تبدل بھی ہوتا رہتا ہے۔ یہ جسمانی انحطاط ایک فطری امر ہے اور بشریت کے لوازمات میں سے ہے اور جو آخر عمر تک اضافہ پذیر ہوتا رہتا ہے لیکن بقائے قوت روحانی اور ایمانی جو حیات دنیوی کے لئے ضروری ہے اور حقیقتاً سرمایہ آخرت ہے۔ اس کے قائم رکھنے کے لئے بھی اللہ تعالیٰ اپنی شان ربوبیت کے ہر حال میں ہمارے لئے ہر ضروری چیز مہیا فرما دیتے ہیں۔ اس لئے حیات دنیوی میں خواہ کتنا ہی انحطاط اور ضعف جسم میں ہو جاتا ہے اعمال باطنی میں قوت پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور وہ اعمال باطنی کیا ہیں؟

اعمال باطنی: یہ وہ اعمال ہیں جن سے روح کو اور ایمان کو قوت پہنچتی ہے اور اپنے رب حقیقی کے شان ربوبیت کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اعظم الغایات جنت میں لے جانے کی صلاحیت اور قابلیت پیدا ہوتی ہے اور اس کا حاصل کرنا ہر مومن پر فرض ہے۔ اعمال باطنی یہی ہیں۔ صبر و شکر استغفار وغیرہ۔

اب یہی شکر ہے کہ ابتدا ہی سے جس کا ادا کرنا ہم پر واجب ہے اور اس کا ہم نے ایام شباب میں اور آج تک حق ادا نہیں کیا اور ہماری روح اس غذائے خاص سے محروم ہی رہی یہی صبر ہے جس کی اہمیت ہم نے کبھی نہ سمجھی اور ہمیشہ بے صبری اور حالات ابتلا میں شکوہ شکایت کی عادت رہی یہی استغفار ہے کہ جس کی اہمیت ہماری نظر میں کبھی نہیں ہوئی اور ہماری روح مختلف قسم کے معاصی سے مجروح اور مضمحل ہوتی رہی اور اب یہ وقت ہے ورنہ یقیناً انجام آخرت کے لحاظ سے خسران عظیم ہے۔ ان تمام امور کی اہمیت اور ضرورت روح کی پرورش کے لئے اس قدر راشد ہے کہ یہ تینوں امور ہم پر واجب کر دیئے گئے ہیں۔ مختصر بات یہ ہے کہ صبر و شکر اور استغفار کا مراقبہ کیا جائے تا کہ روح کی پرورش کی تکمیل ہو اور وہ اپنا مقام فطری حاصل کرے اور اگر یہ ہر وقت ممکن نہ ہو کچھ وقت مقرر کر کے ان امور کا تکرار کیا جائے ان شاء اللہ جس قدر بھی اہتمام کیا جائے گا قلب اور روح کی صلاحیتیں اور استعداد درست ہوں گی اور مقصود حیات حاصل ہوگا۔

مراقبہ شکر۔ مثلاً شکر کے مراقبے کے لئے یہ چند امور پیش نظر رکھیں۔ مثلاً بغیر کسی استحقاق کے دولت اسلام و ایمان کا حاصل ہونا۔ ماں باپ کے آغوش شفقت میں پرورش پانا علوم ظاہری کی تعلیم و تربیت ہونا ذریعہ معاش کا بقدر معاش آسانی سے میسر ہونا پھر اپنے اعضائے جسمانی کا صحیح اور درست ہونا اور اسی طرح ہزاروں نعمتیں جو ہمارے گرد و پیش ہر وقت موجود ہیں ان کا استحضار کرنا اور اپنے ماحول زندگی کا اکثر و بیشتر حسب دلخواہ ہونا۔

مراقبہ صبر: اسی طرح امور صبر پر غور کیا جائے مثلاً اپنے جسم کی غیر اختیاری مجبوریاں بیماریاں خاطر خواہ سامان راحت کا فقدان ماحول کے اثرات دوسروں کے معاملات میں ناگواریاں تلخیاں وغیرہ وغیرہ ان سب کو بجائے اللہ مجھ کر صبر کرنا اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا اور صبر کرتے

والوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ نے وعدے فرمائے ہیں اپنی معیت رحمتوں اور مغفرتوں کی بشارتوں کا ان کا طلبگار اور امیدوار رہنا اور ان امور کو کفارہ سیئات اور رفع درجات ہونے کا یقین رکھنا۔

مراقبہ استغفار: اسی طرح استغفار کو اپنا شعار زندگی بنانا، اپنی پچھلی زندگی میں جن غفلتوں معصیتوں کوتاہیوں اور حق تلفیوں کا ارتکاب ہو چکا ہے ان کی تلافی مافات کا اہتمام کرنا اور جس کی تلافی ناممکن ہو اس کیلئے توبۃ النصوح اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت و پناہ مانگنا اللہ تعالیٰ سے دین و دنیا کے فتنوں سے انقلابات کے نقصانات سے ارضی و سماوی آفات و حادثات سانحات سے اور آفات ناگہانی سے پناہ مانگنا بھی سب عبادت ہے اور یہی سب کچھ سرمایہ آخرت ہے جس کے مہیا کرنے کیلئے ہم مکلف ہیں۔

نوافل و ذکر

ان اعمال باطنی کے ساتھ ساتھ اس ضعیفی کی حالت میں جس قدر بھی توفیق ہو اور جس قدر بھی تحمل ہو تو کچھ نوافل اور کچھ ذکر لسانی کا اہتمام رکھنا بھی ضروری ہے مسنونہ نمازیں تہجد اشراق، چاشت، اوابین اور صلوۃ التسبیح، جس قدر آسانی سے تلاوت قرآن پاک ممکن ہو ورنہ جس قدر آیات قرآنی زبانی یاد ہوں ان کا ورد رکھنا بڑی سعادت کی بات ہے یہ لمحات بہت ہی مغتنم ہیں اور ہر لحظہ افزائش سرمایہ آخرت ہے گو کہ ناتوانی ہو پھر بھی یہ نوافل ہزار شکر ہے اگر اس وقت کی ناقدری کی گئی جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے بطور مہلت ہم کو عطا فرمایا ہے۔ حقیقتاً یہ بڑا کفران نعمت ہے اور خسران عظیم ہے کیونکہ سمجھنے کی بات ہے کہ جب اللہ تعالیٰ حکیم علی الاطلاق ہیں اور ہمارے رحیم و کریم مربی ہیں۔ پھر یہ ہماری حالت شکستہ اور تکالیف جسمانی اور دماغی وافکار و پریشانی جس میں ہم مبتلا ہوتے رہتے ہیں مشیت الٰہیہ کا یہ فعل عبث تو نہیں ہے بلکہ یقیناً اور حقیقتاً یہ لمحات زندگی امور حسنہ کی ادائیگی کے واسطے ہم کو عطا کئے گئے ہیں تا کہ ہمارا مقصود حیات اور روح کی صلاحیتوں کی تکمیل بوجہ اتم ہو جائے تا کہ وہ حیات ابدی و سرمدی کے لئے سرمایہ خاص بن جائے۔ اس حقیقت کو جان لینے اور اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد ہر لحظہ حیات کو غنیمت اور اہم سمجھنا چاہئے اور صبر و شکر کے تقاضوں کو پورا کرتے رہنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے رحم و کرم سے اس عمر کی اہمیت کی طرف متوجہ فرمایا ہے کہ آخر وقت یعنی نزع کی حالت میں ہوش آنے کے بعد بندہ یوں کہتا ہے کہ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَکُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ لیکن اس وقت یہ تمنا بندے کیلئے لا حاصل ہے۔ مگر ہم کو یہ مہلت دی گئی جو قابل ہزار شکر ہے اس کو انعام الٰہی سمجھیں اور اس کا شکر کثرت سے ادا کرتے رہیں۔

خبرے کن اے فلاں و غنیمت شمار عمر ۔۔۔ زاں پیشتر کہ بانگ برآمد فلاں نماند

نسخہ 67

پُرسکون زندگی کیلئے زاویہ فکر بدلئے

انسانی زندگی اس کی سوچ کے تابع ہے جس طرح کی سوچ اور نیت ہوگی اس کے مطابق زندگی کا سفر طے ہوگا۔ اکثر ہماری زندگی میں بدسکونی کی وجہ ہماری اپنی سوچ ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں آدمی اپنی سوچ کا جائزہ لے اگر وہ جادہ اعتدال سے ہٹ چکی ہے تو اس کو بدلا جائے اور اپنی زندگی کا قبلہ درست کرلیا جائے۔ انسانی زندگی میں سوچ کی اہمیت کیا ہے اور اس کی کس طرح اصلاح کی جاسکتی ہے؟ آیئے پڑھتے ہیں۔

موجودہ زمانہ میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جن میں سے ہر ایک کی یہی خواہش ہے کہ اس کا لباس دوسروں سے اچھا ہو اس کی رہائش گاہ دوسروں سے بہتر ہو۔ اس کے پاس گاڑی دوسروں سے اچھی اور جدید ماڈل کی ہو۔ اس کی ملازمت ذریعہ معاش دوسروں کیلئے قابل رشک ہو۔ یہ وہ جذبات ہیں جو ہمارے ہاں اکثر لوگوں میں پائے جاتے ہیں ان جذبات کی وجہ میں اگر غور کیا جائے تو دینی نقطہ نظر سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اگر انسان موجودہ نعمتوں سے صرف نظر کرکے مزید نعمتوں' راحتوں کی طلب میں لگ جائے تو پھر اس کی سوچ کا اس طرح ہونا بعید از امکان نہیں لیکن اگر انسان انہی جذبات کا رخ سیدھا کرلے تو وہ مزید نعمتوں کی طلب کی بجائے موجودہ نعمتوں پر سراپا شکر ہوجائے اور یہ سوچے کہ اگر میرے پاس مال کی فراوانی نہیں تو اللہ پاک نے مجھے نیک اولاد سے نوازا ہے اگر میرے پاس دوسروں سے اچھا روزگار نہیں تو اللہ پاک نے مجھے طرح طرح کے امراض سے محفوظ صحت مند جسامت سے نوازا ہے وہ جسامت میں عقل کا نظام بھی شامل ہے جس میں لاکھوں باتیں انسان محفوظ کرلیتا ہے۔ اسی عقل کو انسان اگر شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے استعمال کرے تو کہاں سے کہاں پہنچ جائے۔ اسی جسم میں اللہ پاک نے بینائی کا بندوبست کیا ہے اگر ان لوگوں سے حالت دریافت کی جائے جنہیں اس دولت سے محروم رکھا گیا ہے تو معلوم ہو کہ ان کی زندگی کیسی تاریک ہے اسی جسم میں منہ ہے اس میں زبان' دانت ہونٹ' وغیرہ کتنی قیمتی نعمتیں اللہ پاک نے اپنی اپنی جگہ متعین کرکے رکھی ہیں کتنے ہی لوگ ہیں

جن کے منہ میں زبان ہے جو بظاہر بالکل صحیح ہے لیکن بول نہیں سکتی۔ اسی طرح پورے جسم میں
پاک نے کتنی نعمتیں رکھی ہیں کہ جن کا دنیا میں لاکھوں روپے خرچ کرکے ملنا ناگزیر ہے۔

ایک صحت مند فقیر کو بھیک مانگتے ہوئے کسی نے دیکھا اور اس سے کہا کہ تیرے پاس لاکھوں روپے ہیں لیکن تو پھر بھی بھیک مانگتا پھر رہا ہے۔ فقیر نے کہا کہ میرے پاس اتنی دولت کہاں شخص نے کہا اگر تو اپنی دونوں آنکھیں مجھے بیچ دے تو میں تجھے دو لاکھ روپے دوں گا اگر تو ا ہاتھ مجھے فروخت کردے تو میں تجھے پانچ لاکھ دوں گا اگر تو اپنے دونوں پیر مجھے دے دے تو تجھے دو لاکھ روپے دے دوں گا فقیر نے ان سب پر انکار کر دیا تو اس شخص نے کہا اللہ پاک نے ایسی قیمتی نعمتوں سے نوازا ہے جو لاکھوں روپے کے عوض بھی تو مجھے نہیں دیتا تو پھر فقیر کہاں۔

بظاہر دیکھنے میں ایک معمولی واقعہ ہے لیکن اس میں ہمارے لئے زبردست سبق ہے اللہ کی نعمتوں کی طرف متوجہ ہو کر ان کا شکر ادا کرنے کی بجائے دوسری نعمتوں کے نہ ملنے پر ہم شکوہ شکایت میں لگے رہتے ہیں۔

انسان کی زندگی محدود لیکن اس کی خواہشات بے شمار اس لئے اسلام نے ہمیں یہ بڑا دی ہیں کہ ہم موجودہ نعمتوں پر شکر کریں اور یہی شکر مزید نعمتوں کے حصول کا قوی ترین سبب جیسا کہ اللہ پاک نے خود قرآن میں فرمایا ہے "اگر میری نعمتوں پر شکر کرو گے تو میں ضرور مزید نعمتوں سے نوازوں گا" انسان کی عقل محدود ہے وہ جس نعمت کی خواہش کرے وہ نعمت کے حق میں مفید ہے یا نقصان دہ یہ بات تو صرف اللہ پاک ہی جانتے ہیں اس لئے زندگی کو خو بنانے کا کس قدر بہترین اصول جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا اعتبار سے اپنے سے کم کو دیکھو اور دین کے اعتبار سے اپنے سے آگے بڑھے ہوئے کو دیکھو سے دنیا کی موجودہ نعمتوں پر قناعت اور شکر کی توفیق ہوگی اور عبادات میں آگے بڑھنے کا شوق ہوگا اور یہی چیزیں ایک کامل مسلمان سے مطلوب ہیں۔

اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی سوچ کو اسلامی تعلیمات کے سانچے ڈھالیں خواہشات کی اتباع نہ کریں عقلمندی کا تقاضا یہی ہے کہ انسان موجودہ نعمتوں کا ہم شکر کرنے کا عادی ہو جائے اس شکر کے صلہ میں جہاں آخرت میں ثواب عظیم کا وعدہ ہے مزید نعمتوں کی یقین دہانی ہے اور زندگی کو پرسکون و خوشگوار بنانے میں یہ چیز اکسیر ہے اور پرفتن دور میں ہم سب کو اس کی زیادہ ضرورت ہے۔

نسخہ 68

میراث ایک حق ہے اسکے تقسیم نہ کرنے کے نقصانات

میراث تقسیم نہ کرنے اور مستحقین کو محروم رکھنے کے کئی خطرناک پہلو ہیں جن میں میراث کھانے والے مبتلا ہوتے ہیں۔ یہ درج ذیل ہیں۔

1۔ میراث کو قرآن وسنت کے مطابق تقسیم نہ کرنا اور دیگر وارثوں کا حق مارنا کفار، یہود ونصاریٰ اور ہندوؤں کا طریقہ ہے۔

2۔ میراث کا شرعی طریقے پر تقسیم نہ کرنا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہے۔ یہ صریح فسق ہے لہٰذا ایسا شخص فاسق ہے۔ خاص طور پر برسہا برس اس پر اصرار کرنا اور توبہ نہ کرنا تو اور بڑا گناہ اور اللہ تعالیٰ سے بغاوت ہے۔

3۔ میراث کے حق داروں کا مال کھاجانا ظلم ہے اور یہ شخص ظالم ہے لیکن اگر وارث اپنے قبضے اور تحویل میں لے لیں اور پھر کوئی طاقت ور وارث چھین لے تو یہ غصب ہوگا اس کا گناہ ظلم سے بھی زیادہ ہے۔

4۔ میراث پر قبضہ کرنے والے کے ذمہ میراث کا مال قرض ہوگا۔ اور قرض واجب الادا ہے۔ اگر کوئی دنیا میں ادا نہیں کرے گا تو آخرت میں لازماً دینا ہوگا۔

5۔ ایسا مال جس میں میراث کا مال شامل ہو اس سے خیرات وصدقہ اور تقرب کے طور پر انفاق کرنا، حج وعمرہ کرنا اگرچہ فتویٰ کے لحاظ سے جائز ہے اور اس سے حج کا فریضہ ادا ہو جائے گا لیکن ثواب حاصل نہیں ہوگا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ پاک وطیب مال قبول کرتا ہے۔

6۔ جو میراث کا مال کھاجاتا ہے اس کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔

7۔ میراث شریعت کے مطابق تقسیم نہ کرنے والا دوزخ میں داخل ہوگا۔

8۔ جو اشخاص میراث کا مال کھاجاتے ہیں تو حق دار وارث ان کو بددعائیں دیتے ہیں۔

9۔ میراث مستحقین کو نہ دینے والا حقوق العباد تلف کرنے کا مجرم ہے۔

میراث کا حق حقدار کو دیجئے

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ فرماتے ہیں کہ میرے دادا محترم حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے بیعت تھے اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ حقوق العباد کی ادائیگی میں اہتمام حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی خصوصیات میں سے ہے بلکہ اس زمانے میں کسی شخص کا حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام کرنا اس بات کی علامت تھی کہ یہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا مرید ہے چونکہ تقسیم میراث بھی حقوق العباد میں داخل ہے۔ اس لئے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مریدین میں اس کا بھی خاص اہتمام پایا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے دادا حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کے اندر بھی تقسیم میراث کی بہت فکر پائی جاتی تھی۔

چنانچہ میرے دادا رحمہ اللہ تک جو میراث پہنچی تھی وہ اوپر کی کئی پشتوں سے تقسیم نہیں ہوئی تھی ان کو بہت فکر ہوئی کہ اس مال کے بہت سے ورثاء حقدار ہیں اس لئے کہ کئی پشتوں سے تقسیم نہیں ہوئی لہذا انہوں نے دور دور کے ورثاء تلاش کئے اور ان سب کے حصے علیحدہ کئے اور ہر ایک کے نام کے لفافے بنائے اور ان لفافوں میں ان حصوں کو رکھا اور اس زمانے کے لحاظ سے کسی لفافے میں دو آنے رکھے کسی میں چار آنے رکھے اور پھر وارثوں کو تلاش کر کے ان تک ان کا حصہ پہنچایا۔ اب ظاہر ہے دو آنے اور چار آنے پہنچانے کا عمل کتنا مشکل ہوگا لیکن یہ وہی شخص کر سکتا ہے جس کے دل میں خوف خدا ہو یہاں ہم لاکھوں روپے بھی کھا کر بیٹھ جائیں تو کوئی پرواہ نہیں لیکن وہاں دو دو آنے کی فکر ہو رہی تھی اگر خوف خدا ہو تو دو آنے پہنچانا بھی آسان ہے اور اگر خوف خدا نہ ہو تو لاکھوں روپے بھی کھا جائے تو کوئی پرواہ نہیں۔

میرے دادا رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بھی معمول تھا کہ جب برادری میں کسی شخص کا انتقال ہو جاتا ہے تو آپ اس کو دفنانے کے بعد قبرستان سے سیدھے میت کے گھر تشریف لے جاتے اور دروازے کے باہر بیٹھ جاتے غربت کا زمانہ تھا لوگوں کے پاس بہت زیادہ دولت نہیں ہوتی تھی گھر والوں سے کہتے کہ مرنے والے نے جو کچھ مال چھوڑا ہے وہ باہر لے آؤ میں اس کو وارثین میں تقسیم کر دوں۔ چنانچہ گھر والے اس کا جو کچھ مال ہوتا وہ باہر بھیجتے اور حضرت دادا جان مرحوم اسی وقت وہیں بیٹھے بیٹھے میراث تقسیم فرما کر اپنے گھر تشریف لے جاتے اور اصل طریقہ بھی یہی ہے کہ تجہیز و تکفین اور تدفین کے بعد پہلا کام

یہ ہو کہ جتنی جلدی ہو سکے مرنے والے کی میراث تقسیم کر دی جائے اس میں تاخیر نہ کی جائے۔

آج ہمارے معاشرے میں میراث تقسیم کرنے کا رواج نہیں، باپ مر جاتا ہے تو بیٹے، بلکہ بہن بیٹھے ہیں، کوئی بھائی اپنی بہنوں کو ان کا حصہ میراث نہیں دیتا، نہ بیوی کو میراث ملتی ہے، نہ ماں کو میراث ملتی ہے اور نہ بیٹیوں کو میراث ملتی ہے، اسی طرح نابالغ بچوں کو بھی میراث نہیں ملتی اسی طرح جو بھائی باپ کی زندگی سے ماتحت بن کر رہے ہیں اور ان کے قبضے اور اختیار میں کاروبار نہیں ہے ان کو بھی میراث نہیں ملتی اور عام طور پر ایسے بھائی فتوے لینے آتے ہیں جن کے قبضہ میں کاروبار نہیں ہوتا اور جو بھائی کاروبار پر قابض ہوتے ہیں اور باپ کے کاروبار کے منتظم اور چلانے والے ہوتے ہیں وہ اس فتوے کو دیکھ کر انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں اس فتوے کی کوئی ضرورت نہیں ہم اس کو نہیں مانتے، یہ وہ ظلم ہے جو ہمارے معاشرے میں نہ جانے کب سے چل رہا ہے۔

بہت سے لوگ اتنا تو کر لیتے ہیں کہ بیٹوں کو میراث دیدی لیکن یہ کتنا بڑا ظلم عظیم ہمارے معاشرے میں ہو رہا ہے کہ بہنوں کو اور بیٹیوں کو میراث سے محروم کر دیتے ہیں اول تو بہنیں میراث کا مطالبہ ہی نہیں کرتیں، اگر مطالبہ کرتی ہیں تو بھائی یہ کہہ دیتے ہیں کہ والد صاحب نے تمہاری شادی کے موقع پر تمہارا جو جہیز تیار کر کے دیا تھا اس کے ذریعے تمہارا حق ادا ہو گیا۔

یاد رکھئے! یہ جواب بالکل غلط ہے اس لئے کہ زندگی میں باپ اپنی اولاد کو جو کچھ دیتا ہے وہ ہدیہ اور تحفہ ہے اس کا میراث سے کوئی تعلق نہیں اس لئے کہ میراث تو وہ مال ہے جو انسان مرتے وقت چھوڑ کر جاتا ہے اور اس میں سارے ورثاء اپنے حصے کے مطابق حقدار ہوتے ہیں، زندگی میں کسی وارث کو کچھ مال دینے سے آدمی اس کی میراث سے محروم نہیں ہوتا اور میراث سے اس کا حصہ ختم نہیں ہوتا۔

اور یہ تصور کہ بیٹیوں کو ہم کیوں میراث دیں؟ یہ ہندوانہ تصور ہے، ہندو تہذیب کے اندر عورت کیلئے کوئی میراث نہیں ہوتی، زندگی میں باپ نے بیٹی کو جو کچھ دیدیا وہ دیدیا لیکن باپ کے مرنے کے بعد جو کچھ ہے وہ سب بیٹوں کا ہے اس میں عورتوں کا کوئی حصہ نہیں ہے، اسی کا اثر ہماری تہذیب اور ہمارے معاشرے میں پایا جا رہا ہے، اور اسی ہندوانہ تصور کی بنیاد پر یہ ساری باتیں ہوتی ہیں۔

مرنے والے کے انتقال کے بعد وارثین کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ ایک سوال تیار کریں کہ فلاں صاحب کا انتقال ہو گیا ہے اور اس نے فلاں فلاں وارث چھوڑے ہیں، ان کی میراث وارثین کے اندر ہم کس طرح تقسیم کریں، جب جواب آجائے تو پھر تمام ذمہ داروں پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ سب سے پہلے اس جواب کے مطابق میراث کی تقسیم کا اہتمام کریں۔ ورنہ اگر خدانخواستہ کسی کے پاس ایک بالشت زمین بھی دوسرے وارث کی آگئی تو وہ بہت بڑا ہولناک عذاب اور وبال ہوگا۔

نسخہ 69

احسان کا وسیع مفہوم

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں۔ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب قدس اللہ سرہ ایک دن فرمانے لگے کہ ایک صاحب میرے پاس آئے اور آ کر بڑے فخریہ انداز میں خوشی کے ساتھ کہنے لگے کہ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے "احسان" کا درجہ حاصل ہو گیا ہے "احسان" ایک بڑا درجہ ہے۔ جس کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کر جیسے کہ تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم اس خیال کے ساتھ عبادت کر کہ اللہ تعالیٰ تجھے دیکھ رہے ہیں" (صحیح بخاری)

اس کو درجہ احسان کہا جاتا ہے۔ ان صاحب نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ مجھے "احسان" کا درجہ حاصل ہو گیا ہے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو مبارکباد دی کہ اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے۔ یہ بہت بڑی نعمت ہے البتہ میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کو یہ "احسان" کا درجہ صرف نماز میں حاصل ہوتا ہے اور جب بیوی بچوں کے ساتھ معاملات کرتے ہو اس وقت بھی حاصل ہوتا ہے یا نہیں؟ یعنی بیوی بچوں کے ساتھ معاملات کرتے وقت بھی آپ کو یہ خیال آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں؟ یا یہ خیال اس وقت نہیں آتا؟

وہ صاحب جواب میں فرمانے لگے کہ حدیث میں تو صرف عبادت کے متعلق آیا ہے۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ "احسان" کا تعلق صرف نماز سے ہے۔ دوسری چیزوں کے ساتھ "احسان" کا کوئی تعلق نہیں۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ میں نے اسی لیے آپ سے یہ سوال کیا تھا۔ اس لیے کہ آج کل عام طور پر غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ "احسان" صرف نماز ہی میں مطلوب ہے یا ذکر و تلاوت ہی میں مطلوب ہے حالانکہ احسان ہر وقت مطلوب ہے۔ زندگی کے ہر مرحلے اور ہر شعبے میں مطلوب ہے۔ دکان پر بیٹھ کر تجارت کر رہے ہو وہاں پر "احسان" مطلوب ہے یعنی دل میں یہ استحضار ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں اب اپنے ماتحتوں کے ساتھ معاملات کر رہے ہو اس وقت بھی "احسان" مطلوب ہے۔ جب بیوی بچوں اور دوست احباب اور پڑوسیوں سے معاملات کر رہے ہو اس وقت بھی یہ استحضار ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں۔

حقیقت میں "احسان" کا مرتبہ یہ ہے صرف نماز تک محدود نہیں ہے۔ (ارشادات اکابر)

نسخہ 70

اصلی گھر کی تیاری

عطاء خراسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مجلس پر گذر ہوا جہاں سے زور سے ہنسنے کی آواز آرہی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی مجالس میں لذتوں کو مکدر کرنے والی چیز کا تذکرہ شامل کرلیا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ لذتوں کو مکدر کرنے والی چیز کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موت۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ روزانہ رات کو علماء کے مجمع کو بلاتے جو موت کا اور قیامت وآخرت کا ذکر کرتے اور ایسا روتے جیسا کہ جنازہ سامنے رکھا ہو۔ ابراہیم بھی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ دو چیزوں نے مجھ سے دنیا کی ہر لذت کو منقطع کردیا ایک موت نے دوسرے قیامت میں حق تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونے کی فکر نے۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ موت کا معاملہ نہایت خطرناک ہے اور لوگ اس سے بہت غافل ہیں۔ اول تو اپنے مشاغل کی وجہ سے اس کا ذکر ہی نہیں کرتے۔ اور اگر کرتے بھی ہیں تب بھی چونکہ دل دوسری طرف مشغول ہوتا ہے اس لیے محض زبانی تذکرہ مفید نہیں۔ بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ دل کو سب طرف سے بالکل فارغ کرکے موت کو اس طرح سوچے کہ گویا وہ سامنے ہی ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ اپنے عزیز واقارب اور جانے والے احباب کا حال سوچے کہ کس طرح ان کو اپنے ہاتھوں مٹی کے نیچے دبا دیا۔ ان کی صورتوں، اعلیٰ منصوبوں کا خیال کرے اور یہ غور کرے کہ اب مٹی نے کس طرح ان کی اچھی صورتوں کو پلٹ دیا ہوگا۔ ان کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے الگ ہوگئے ہوں گے۔ وہ جانے والے کس طرح بچوں کو یتیم، بیوی کو بیوہ اور عزیز واقارب کو روتا چھوڑ کر چل دیئے ان کے سامان، مال اور سب کچھ یہاں رہ گئے۔ وہ کس طرح مجلسوں میں بیٹھ کر قہقہے لگاتے تھے آج خاموش پڑے ہیں کس طرح دنیا کی لذتوں میں مشغول تھے آج مٹی ہوئے پڑے ہیں۔ کس طرح جوانی کا نشہ تھا آج کوئی پوچھنے والا بھی نہیں ہے۔ یہی حال میرا ہے آج میں اتنے انتظامات کررہا ہوں کل کی خبر نہیں کیا ہوگا۔ (موت کی یاد)

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں ... سامان سو برس کا ہے کل کی خبر نہیں

نسخہ 71

حسن انتظام کی ضرورت

اسلام نے اپنے پیروؤں کو جو احکام عطا فرمائے ہیں، ان میں نظم وضبط کی رعایت ہر جگہ واضح ہے، مثلاً نماز جو اسلام کی اہم ترین عبادت ہے، درحقیقت اس کا مقصد بندوں کا تعلق اللہ تعالیٰ سے جوڑنا ہے، لہٰذا بظاہر اس کا یہ طریقہ زیادہ مناسب تھا کہ ہر شخص اپنی اپنی جگہ انفرادی طور سے نماز ادا کیا کرے، لیکن اسلام نے صرف نماز ادا کرنے کا حکم نہیں دیا، بلکہ اس بات کی تاکید فرمائی کہ ہر فرض نماز حتی الامکان مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کی جائے، اور جماعت میں بھی اس بات کو ناگزیر قرار دیا کہ نماز پڑھنے والے اپنے میں سے کسی شخص کو اپنا امام بنالیں، اور پھر نماز کی ہر نقل وحرکت میں اس کی پوری پوری اقتدا کریں، حد یہ ہے کہ اگر امام سے بھول چوک کی بنا پر کوئی غلطی ہو جائے تو مقتدیوں کو اس بات کی تو اجازت ہے کہ وہ سبحان اللہ یا اللہ اکبر کہہ کر امام کو غلطی پر متنبہ کردیں لیکن امام کی اقتدا چھوڑ کر اپنی نماز درست کرنے کی اجازت نہیں، کیونکہ یہ بات نماز کے نظم وضبط کے خلاف ہے۔

حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہمارے کندھوں کو ہاتھ لگا کر فرمایا کرتے تھے کہ سیدھے رہو، آگے پیچھے مت ہوں، ورنہ تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ (مسلم ونسائی ص۱۹۲ ج۱)

پھر نماز کے جو پانچ اوقات اسلام نے مقرر فرمائے ہیں ان کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ وہ انسان کی زندگی میں نظم وضبط پیدا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم یہ بھی دیا جاسکتا تھا کہ ہر شخص جس وقت چاہے پانچ نمازیں پڑھ لیا کرے، لیکن نمازوں کے پانچ اوقات مقرر فرما کر اسلام نے ایک مسلمان کی پوری زندگی کو منظم بنادیا ہے، اس طریقے سے ایک نمازی مسلمان اپنے چوبیس گھنٹے کے معمولات کو بڑی آسانی سے پانچ حصوں پر منقسم کرکے اپنا بہترین نظام الاوقات ترتیب دے سکتا ہے جس میں اپنی ذاتی ضروریات، دنیوی مشاغل اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کا بہترین امتزاج ہو۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اگر ہم مسلمان ان اسلامی احکام کی حقیقی روح کو پہچان کر اپنی زندگیوں کو منظم کرنے کی عادت ڈالیں تو ہماری بے شمار مشکلات خود بخود ختم ہو سکتی ہیں۔ (دار حاضر) اے اللہ! ہماری زندگی بھی منظم فرمادیجئے آمین

نسخہ 72

اولاد کے نکاح کا فریضہ جلد ادا کیجئے

بیٹی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جو زندگی بھر اپنے والدین اور پھر خاوند کی خدمت و تابعداری میں مصروف عمل رہتی ہے۔ اولاد کا بروقت نکاح کرنا شریعت کا وہ اہم مسئلہ ہے جس میں کسی کو اختلاف کی گنجائش نہیں اور اس کی اہمیت موجودہ دور میں مزید دوچند ہو جاتی ہے۔

بیٹی کا بروقت نکاح اسے کئی قسم کے امراض سے بچاتا ہے اور اس کی زندگی اصول فطرت کے مطابق گزرتی ہے اور یہی چیز والدین اور بیٹی کیلئے سکون کا باعث ہوتی ہے۔ صاحب اولاد والدین کے سکون کی ضمانت تحریر کرتے ہیں۔

''بیٹی'' ایک بہت ہی نازک وحساس اور مقدس و عزیز رشتہ کا نام ہے قرابت داری کے رشتوں، والدین کو چھوڑ کر کسی بھی انسان کیلئے جس دل میں سب سے زیادہ احترام اور محبت کا جذبہ ہوتا ہے وہ بیٹی ہی ہے۔

اسلام نے بیٹی کے اس رشتے کے تقدس واحترام کو تحفظ فراہم کیا، بیٹیوں کی فضیلت بتائی اور ان کے حقوق متعین کئے، وراثت میں ان کا حصہ رکھا اور ان کی تعلیم و تربیت وغیرہ کی تمام ذمہ داریوں کو واضح کر کے ہر مسلمان کو انہیں پورا کرنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی اس پر اجر و ثواب کا بھی وعدہ کیا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو آدمی بیٹیوں کی صحیح پرورش و تربیت کرے پھر ان کا نکاح کر دے تو وہ قیامت کے دن میرے اتنے قریب ہوگا جیسے دو انگلیاں ایک دوسرے کے قریب ہیں۔

خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا معاملہ اپنی صاحبزادیوں سے جس شفقت و محبت کا تھا وہ پوری انسانیت کے لئے نمونہ ہے۔

بیٹیوں سے شفقت و محبت کا بہترین تقاضا اور ان کے حقوق میں سے ایک اہم حق یہ ہے کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں تو بروقت ان کا نکاح کر دیا جائے۔ اسلام میں اس کی تاکید ہے کہ

جب جوان بچی کیلئے مناسب رشتہ مل جائے تو پھر اس میں تاخیر نہ کی جائے۔

لیکن آج کل کچھ ایسی چیزیں نکاح کے معاملے کے ساتھ ہم نے وابستہ کر رکھی ہیں جن کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ بیٹیاں بروقت نکاح کے حق سے محروم ہیں بلکہ انکی زندگیاں شعلوں کا ایندھن بن رہی ہیں۔ لڑکی والے بہت ہی اونچے معیار کے رشتہ کی تلاش میں اور لڑکے والے بھی اونچے معیار اور اونچے جہیز کی حرص میں ایسے نابینا ہوتے ہیں کہ بچیوں کی جلتی ہوئی جوانیاں انہیں دکھائی نہیں دیتیں، مال و دولت کا لالچ، ناک وغیرت کے مسائل، کاروبار و نوکری کے مفادات وغیرہ ایسی چیزیں جمع ہوکر ایسی آڑے آتی ہیں کہ بیٹیاں معاشرے میں جلتی اس آگ میں ستی ہو کر رہ جاتی ہیں۔

ایک بزرگ نے بجا فرمایا کہ ہندو کسی زمانہ میں اپنی لڑکیوں کو بیوہ ہونے کے بعد ستی کرتے (آگ میں جلاتے) تھے اور آج مسلمان اپنی بیٹیوں کی جوانی کو ان کی شادی سے پہلے دولت و مال اور عہدہ و معیار کی آگ میں ستی کر رہے ہیں۔

حالانکہ یہ مسلمان ہی تھے کہ جنہوں نے عرب سے برصغیر میں آکر یہاں کی مظلوم حوا زادیوں کو انصاف و آزادی دلا کر انسانیت کے اعلیٰ مقام اور کنبہ کے ایک معزز و اہم رکن کی حیثیت دلائی۔ اسلام کی یہی انسانیت نواز صفات ہی تو ہیں جنہوں نے یہاں کے کروڑوں لوگوں کو کلمہ پڑھنے پر مجبور کیا۔

مسلمانوں نے یہاں آکر اور سیاسی غلبہ حاصل ہونے کے بعد کسی مذہب والوں کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کی۔ تبلیغ تو کی مگر کوئی جبر نہیں کیا، مگر ہندوؤں کی ستی کی رسم کو زبردستی ممنوع قرار دیا کیونکہ یہ سراسر ظلم تھا جس کو اسلام کسی صورت برداشت نہیں کر سکتا تھا کل ہمارے اجداد نے ہندوؤں کی بیٹیوں کو جس ظلم سے آزادی دلائی آج ہم مسلمان اپنی بیٹیوں پر وہی ظلم ایک دوسرے انداز میں ڈھانے لگے ہیں۔

بیسیوں واقعات ہیں کہ اعلیٰ معیار کی تلاش نے بچیوں کے سر میں چاندی اتار دی اور پھر وہ ہمیشہ کیلئے حسرتوں اور ارمانوں کی راکھ میں دب گئیں یا پھر کسی ایسی جگہ رشتہ ہوا جہاں اخلاقی قدروں اور رشتوں کی چاہت نہیں تھی دولت کی حرص و ہوس تھی تو وہ رشتہ ناکام ہو گیا اور زندگی بھر کا دکھ بچی کا مقدر بن گیا۔

ایک صاحب نے اپنی بچی کو چار کروڑ کی مالیت کا جہیز دیا، مگر چونکہ وہاں نہ ختم ہونے والی حرص کا سامنا تھا تو ایک سال سے پہلے بچی کو طلاق ہو گئی۔

ایک امریکہ پلٹ لاکھ پتی کی بچی کا رشتہ اس کے لاکھوں کے جہیز کے لالچ میں لے لیا گیا

مگر دو سال بھی نہ ہوئے کہ کروڑوں کی حرص نے لاکھوں کا جہیز لانے والی کا سہاگ اجاڑ دیا اور وہ حسرتوں و حیرتوں کی گٹھڑی اٹھائے میکے میں آ رہی۔

یہ کوئی افسانے نہیں حقیقی واقعات ہیں جو ہمارے معاشرے میں ہوئے، ہماری اہل معاشرہ سے درخواست ہے کہ خدارا بچیوں کو اس ظلم سے بچاؤ، سادگی و قناعت اپناؤ، جونہی مناسب رشتہ ملے تو اب مزید کسی لالچ و مفاد کو راہ نہ دو اور اس ضروری فرض کو ادا کر کے اپنے کندھوں کا بوجھ ہلکا کرو اور اگلی نسل کا مستقبل بھی خوش گوار بناؤ، نہ خود اپنی زندگی کو صدمات کا نشانہ بنائے رکھو اور نہ اگلی نسل کو محرومیوں اور نا چاقیوں کی سوغاتیں بانٹو۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے بیٹیوں کے حقوق کے بارے میں عام معاشرے کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا: ”ہائے وہ بیٹیاں تم جس کے ہاتھ میں ان کا ہاتھ دیدو وہ اُف نہ کئے بغیر تمہاری پگڑیوں اور داڑھیوں کی لاج رکھنے کیلئے اسکے ساتھ ہو لیتی ہیں سسرال میں جب میکے کی یاد آتی ہے چھپ چھپ کر رو لیتی ہیں، کبھی دھوئیں کے بہانے آنسو بہا کر جی ہلکا کر لیں، آٹا گوندھتے ہوئے جو آنسو بہتے ہیں وہ آٹے میں جذب ہو کر رہ جاتے ہیں کوئی نہیں جانتا کہ اس روٹی میں اس بیٹی کے آنسو شامل ہیں، غیرت مندو! ان کی قدر کرو یہ آبگینے بڑے نازک ہیں“۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کی زندگی کے گلشن میں آسانیوں اور راحتوں کے رنگ بھرے اور ہر قسم کے صدموں اور آزمائشوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

نسخہ 73

اپنی آخرت کو نیکیوں سے تعمیر کیجئے

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ فرماتے ہیں۔ علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں بچپن میں بہت غریب تھا۔ میرے پاس پیسے نہیں تھے کہ چراغ کے لئے تیل کا انتظام کروں تو چاند کی روشنی میں کتابیں پڑھا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بلند درجہ کا مفسر بنایا اور اللہ تعالیٰ نے وہ دن بھی دکھایا کہ کہاں اتنے غریب اور کہاں یہ حالت کہ امیروں نے ان کی جوتیاں اٹھانی شروع کر دیں۔ جب علم کی دولت آتی ہے اور انسان اللہ والا بنتا ہے اور اللہ پر فدا ہوتا ہے تو پھر سارا جہان اس پر فدا ہونے لگتا ہے۔

جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری   اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کے دل کو اپنی محبت کی دولت عطا فرماتے ہیں۔ جو اللہ وزیروں اور بادشاہوں کو تخت و تاج کی بھیک دے سکتا ہے وہ اللہ جس کے دل میں آئے گا تو اس کی سلطنت کا کیا عالم ہوگا۔

غم پروف دل:۔ اللہ کی محبت دل میں آجانے کے بعد اگر کبھی کسی مصلحت کے پیش نظر مثلاً تمہاری ترقی یا خطاؤں کی معافی کے لئے تم کو غم بھی دیں گے تو بھی ہم تمہارے دل میں غم نہیں گھسنے دیں گے۔ اگر مغربی ممالک واٹر پروف گھڑیاں بنا سکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے عاشقوں کے دل غم پروف بنا سکتے ہیں۔ چاروں طرف غم ہوگا لیکن ان کے دل میں نہیں گھسے گا۔

دل گلستاں تھا تو ہر شے سے ٹپکتی تھی بہار   دل بیاباں کیا ہوا عالم بیاباں ہو گیا

اللہ والوں کو اللہ تعالیٰ دل میں خوشی دیتے ہیں جب دل میں خوشی ہوتی ہے تو سارے عالم میں خوشی معلوم ہوتی ہے یہ آنکھیں دل کے تابع ہیں جیسا دل ہوتا ہے ویسا ہی آنکھوں سے نظر آتا ہے۔

کیا دنیا اور آخرت جمع ہو سکتی ہیں؟

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ دنیا میں اس طرح رہو کہ جیسے دریا میں کشتی چلتی ہے پانی کشتی کو چاہیے یا نہیں پانی ضروری ہے لیکن وہی پانی کشتی میں گھسنے لگے تو کشتی ڈوب جائے گی۔ اسی طرح دنیا بہت ضروری ہے لیکن اگر دل کے اندر گھس گئی تو پھر خیریت نہیں۔ آخرت کی کشتی کو

ڈپو کر رکھا ہے کہ دنیا ہاتھ میں ہو جیب میں ہو اور ضرورت ہو دل میں نہ ہو۔ جس کی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہو، تو دل میں جتنا بھی ہو تو سمجھو کہ دنیا اور آخرت جمع ہو گئی۔

پھر یہی دنیا جب آخرت بن جائے تو دنیا بہترین پونجی ہے اس طرح کرنسی ٹرانسفر کرتے رہو۔ نماز روزہ درست رہے جب نماز فجر سے ظہر تک فیکٹری چلاؤ کون منع کرتا ہے ظہر سے عصر تک کتنا وقفہ ہے۔ پھر سال میں ایک ماہ کے روزے رکھ لو۔ اگر حج فرض ہو تو زندگی بھر میں ایک مرتبہ حج کر لو۔ سال میں ایک لاکھ نفع ہوا تو ڈھائی ہزار زکوٰۃ نکال دو۔ اب حال یہ ہے کہ ڈھائی ہزار کو للچائی نظروں سے دیکھ رہے ہیں اور ساڑھے ستانوے ہزار پر نظر نہیں ہوتی۔ حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی رحمہ اللہ کا شعر ہے۔

قدم سوئے مرقد نظر سوئے دنیا — کدھر جا رہا ہے کدھر دیکھتا ہے

آخرت کی کرنسی

باپ دادا کو دفن کرنے والے دوستو! سوچ لو ایک دن ہماری بھی باری آنے والی ہے وہاں پر ڈالر کی کرنسی کام نہیں دے گی وہاں نماز روزہ و عبادات کام دے گی ماں باپ کی محبت و خدمت کام دے گی۔ اپنی بیویوں کو آرام سے رکھنا کام دے گا یہ آخرت کی کرنسی ہے۔ جو زندگی میں اس دنیا سے آخرت کی طرف ٹرانسفر کی جاتی ہے۔ ہر ملک کے بدلنے سے کرنسی بدل جاتی ہے۔ تو آخرت کی کرنسی کیوں نہیں بدلے گی۔ آخرت میں دنیا کی کوئی کرنسی کام نہیں آئے گی۔ اس لئے ایک بزرگ سے کسی نے عرض کیا کہ مجھے کوئی مختصر نصیحت کر دیجئے فرمایا دو نصیحتیں کرتا ہوں۔ (۱) دنیا کیلئے اتنی محنت کرو جتنا دنیا میں رہنا ہے۔ (۲) آخرت کے لئے اتنی محنت کرو جتنا تمہیں آخرت میں رہنا ہے۔

مقصد حیات خالق حیات سے پوچھو

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے تمہیں زندگی کس لئے دی ہے اس لئے دی ہے کہ دیکھیں تم میں سے کون اچھا عمل کرتا ہے اور کون دنیا کی حرام لذتوں میں پھنس کر رہ جاتا ہے۔ یہ امتحان گاہ ہے پرچہ کچھ نہ کچھ تو مشکل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کون عقلمند ہے جو پردیس (دنیا) میں رہ کر اپنا ضروری کام بھی کر لیتا ہے اور دیس اور اصلی وطن (آخرت) کی تعمیر میں بھی لگا ہوا ہے۔ وقت آیا نماز پڑھ لی۔ وقت آیا روزہ رکھ لیا، زکوٰۃ کے وقت زکوٰۃ دے دی۔ حقوق العباد کا خیال رکھا، خلاصہ یہ کہ اپنی تعمیر آخرت سے غافل نہیں ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ کو سکھ میں یاد کرو تا کہ اللہ تعالیٰ دکھ میں تمہیں یاد رکھے۔

نسخہ 74

خواتین و حضرات متوجہ ہوں

ایک مسلمان جب دین سے غافل ہوتا ہے تو اسے طرح طرح کے مصائب گھیر لیتے ہیں۔ ان حالات میں خواتین و حضرات اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے اور اپنی اصلاح کرنے کی فکر کرتے لیکن نفس و شیطان انہیں بازاری قسم کے عاملوں کے آستانہ پر لے آتے ہیں جہاں مال آبرو اور ایمان تک داؤ پر لگ جاتے ہیں۔ ذیل میں اسے سلگتے دو واقعات دیئے جاتے ہیں جو ہم سب کیلئے اور خاص طور پر خواتین کیلئے نمونہ عبرت ہیں۔

ایک بازاری عامل کی درندگی

کالے برقع میں ملبوس خاتون زار و قطار رو بھی رہی تھی اور بددعاؤں اور گالیوں کی صورت میں اپنے دل کا غبار بھی نکال رہی تھی۔ وہ سانس لینے کیلئے رکی تو میں نے پوچھا "بہن! کچھ بتاؤ تو سہی ہوا کیا تھا؟" ستم زدہ خاتون نے سسکیوں اور ہچکیوں پر بمشکل قابو پاتے ہوئے رک رک کر داستان ستم سنانا شروع کی۔ "مولانا! میں شریف مگر غریب گھرانے کی بیٹی ہوں۔ میرے والد ؒ پنج وقتہ نمازی تھے۔ اللہ نے انہیں چار بیٹیاں اور ایک بیٹا عطا کیا جو سب بہنوں سے چھوٹا ہے۔ ہماری تربیت میں انہوں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ قرآن کریم گھر ہی میں پڑھایا بقدر ضرورت سکول کی تعلیم بھی دلائی۔ والدہ نے سلائی کڑھائی کھانا پکانا غرضیکہ گھر گرہستی کے سارے کام سکھائے۔ جونہی ہم میں سے کوئی بالغ ہوتی والد صاحب کو اس کی شادی کی فکر لگ جاتی۔ مناسب رشتہ آتے ہی وہ سادگی کے ساتھ ہمیں گھر سے رخصت کر دیتے۔

یہ تو آپ جانتے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں غربت بہت بڑا جرم ہے جن گھروں میں غربت نے ڈیرے ڈال رکھے ہوں وہاں سیرت اور صورت کے باوجود اول تو رشتے آتے نہیں۔ اگر آ بھی جائیں تو رخصتی کے بعد سسرال والے مطلوبہ جہیز نہ ملنے کی وجہ سے طعنے دے دے کر بہو کا ناک میں دم کر دیتے ہیں۔ میرے ساتھ بھی یہی ہوا ہے۔ ابتدا میں تو شوہر نے اپنی والدہ اور بہنوں کا ساتھ نہ دیا۔ مگر میرے والد صاحب کے انتقال کے بعد شوہر کا رویہ بھی بدل گیا۔ انہیں میرے ہر

رویے ہر عادت ہر کام اور ہر بات میں کوئی نہ کوئی نقص نظر آنے لگا۔ زبانی تو تکرار کے بعد انہوں نے ہاتھ بھی اٹھانا شروع کر دیا۔ میں مار پٹائی برداشت کر لیتی مگر بیوہ ماں کو کچھ نہ بتاتی۔ وہ پہلے ہی دکھی تھیں۔ ان ہی دنوں ایسا ہوا کہ ایک لڑکا گھر گھر کا دروازہ کھٹکھٹا کر کسی عامل صاحب کے کارڈ تقسیم کر رہا تھا۔ ایک کارڈ وہ ہمارے گھر میں بھی ڈال گیا جس پر درج ذیل مضمون لکھا ہوا تھا۔

ایک رات کا استخارہ۔ پریشانیوں سے چھٹکارا۔ جادوگری کی دنیا میں ناقابل شکست اور قلندر کی فضاؤں میں کامیاب ہونے والا واحد عامل۔ میاں بیوی میں رنجشیں پیدا ہو جائیں ذہنی سکون ختم ہو جائے۔ ان حالات میں سچے رہبر اور روحانی عامل کی ضرورت ہوتی ہے خوشیاں گھروں میں مایوس بیٹھنے سے حاصل نہیں ہوتیں۔ کسی ایسے سچے عامل کی رہنمائی سے حاصل ہوتی ہیں جو دکھی دلوں کا سہارا بنے۔ کاروباری بندش توڑ دے۔ بے اولادی کی گود ہری بھری کر دے۔ بیماروں کو شفا دے۔ پریشانیاں دور کر دے۔ رشتے آسان کر دے آپ کی ساری مشکلات کو اپنی دعاؤں میں سمیٹنے والے مشہور عامل ”لاہور والے قادری باوا“ 24 گھنٹے آن لائن ہر مسئلے کیلئے رازداری کی ضمانت دی جاتی ہے۔

اس مضمون کے آخر میں موبائل نمبر تحریر تھا۔ میں کبھی اس کارڈ کو دیکھتی کبھی والد صاحب کی تعلیم و تربیت یاد آتی کہ اللہ کے سوا کسی کو حاجت روا اور مشکل کشا نہ سمجھنا۔ پھر جب اپنے سسکتے بلکتے اور انگاروں پر لوٹتے روز و شب کی طرف نظر جاتی تو خیال آتا کہ آزمانے میں کیا حرج ہے؟ شاید میرے شوہر اور ساس کا رویہ بدل جائے اور میرے لئے شفقت و محبت کا جذبہ ان میں جاگ اٹھے۔ کافی دنوں تک دل و دماغ میں کشمکش سی رہی۔ بالآخر میں نے ڈرتے جھجکتے باوا جی کا نمبر ملا ہی دیا۔ جواب میں انہوں نے ایسی ملائمت اور اخلاق سے گفتگو کی کہ میں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی یا شاید متاثر ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بہت دنوں بعد محبت کے دو بول سننے کو ملے تھے۔ انہوں نے میری گفتگو سنتے ہی یقین دلا دیا کہ بہت جلد حالات نارمل ہو جائیں گے۔ بس پہلی فرصت میں ملاقات کر لیں۔

اپنی باری آنے پر میں باوا جی کے خلوت کدہ میں چلی گئی۔ انہوں نے بڑے تحمل سے میری کتھا سننے کے بعد میرے سر پر اپنا ہاتھ رکھا جسے وہ کھینچتے ہوئے چہرے اور گردن تک لے آئے۔ میرے پورے جسم میں سنسنی سی پھیل گئی مگر ان کے ادب و احترام کی وجہ سے خاموش رہی۔ پھر انہوں نے سبز رنگ کا مشروب مجھے پینے کیلئے دیا جو ان کے بقول متبرک رنگ اور روشنی سے تیار کیا گیا تھا۔ اس دوران وہ کچھ پڑھ کر مجھ پر پھونکتے بھی رہے۔ مجھ پر غنودگی سی طاری ہو گئی۔ میں ہوش میں آئی تو انہوں نے کچھ تعویذ جلانے کیلئے اور پانی کی بوتل دی شوہر ساس اور نندوں کو

جانے کیلئے۔ مجھے اگلے ہفتے دوبارہ آستانے پر حاضری کا حکم دیا۔ آئندہ ہفتے باری آنے پر خلوت کدے میں پہنچی تو میرا رہبر مکمل کر رہزن اور درندے کا روپ اختیار کر چکا تھا۔ اس نے جب بے تکلف ہونے کی کوشش کی تو میں نے اسے ڈانٹ دیا اور اپنی حدود میں رہنے کیلئے کہا۔ میرا دو ٹوک انکار دیکھ کر اس سنگ دل اور روسیاہ انسان نے ایسی فحش تصاویر میرے سامنے رکھ دیں جو اس نے گزشتہ ہفتے جبر کے رنگ اور روشنی سے تیار کیا گیا نشہ آور مشروب پلا کر کھینچ لی تھیں اور مجھے دھمکی دی کہ اگر تم نے میرے حکم سے ذرا بھی سرتابی کی تو یہ ساری تصاویر تمہارے شوہر کو پیش کر دوں گا۔

یہ دکھڑا سنا کر وہ خاتون دوبارہ آہ و بکا کرنے لگی۔" مولوی صاحب میں لٹ گئی۔ برباد ہو گئی۔ نہ چپ رہ سکتی ہوں نہ کسی کو اپنا بتا سکتی ہوں۔ گھر سے فرار اور ایدھی سنٹر میں پناہ لینے کے سوا مجھے کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ اللہ کے واسطے! ایسے بابوں، باووں اور جعلی عاملوں کی منحوس حرکتوں سے عوام کو آگاہ کیجئے۔ ان کے بھیانک چہروں پر پڑے ہوئے مقدس پردے نوچ ڈالئے تاکہ وہ کسی دوسری بہن اور بیٹی کی عزت و ناموس سے نہ کھیلیں۔

ایک بازاری عامل کا قصہ

آج معاشرہ میں نام نہاد عاملوں نے کس طرح لوگوں کی مال و آبرو حتیٰ کہ دین و ایمان کو بھی داؤ پر لگا رکھا ہے۔ اس کی ایک جھلک اس واقعہ میں دیکھی جا سکتی ہے اس واقعہ کو پڑھئے اور خود کو ایسے عاملوں سے بچائیے اور اپنا تعلق اللہ سے جوڑ کر خود کو شریعت کا پابند بنائیے کہ سب مشکلات کا واحد حل یہی ہے۔ اس ضمن میں ہم عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ کے مواعظ سے ایک سبق آموز واقعہ نقل کر رہے ہیں۔

حضرت ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک صاحب میرے پاس آئے کہ میرا کاروبار خراب ہے۔ میں نے پوچھا کہ اس سے پہلے کہیں گئے تھے۔

ان صاحب نے کہا کہ ہاں ناظم آباد میں ایک عامل کے پاس گیا تھا اس نے پوچھا کیا شکایت ہے۔ میں نے کہا کہ میرا کاروبار خراب ہے۔ اس نے کہا کہ تمہارا نام کیا ہے۔ پھر میری ماں کا نام پوچھا۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ تین دن کے بعد آنا۔ میرا جو موکل ہے وہ بندش کا عمل جو ہو گا تلاش کر لائے گا لیکن اس کی فیس پانچ سو روپے ہے انہوں نے پانچ سو روپے دے دیئے اور تین دن کے بعد گئے کہا کہ جب میں وہاں گیا تو اس نے مٹی میں لگا ہوا ایک کاغذ اور کتھا چونا لگا ہوا ایک کپڑا مجھے دیا جس میں گیارہ سوئیاں چبھی ہوئی تھیں اور اس کے اندر یہ

کاغذ تھا جس میں تین مرتبہ لکھا تھا کاروبار شپ' کاروبار شپ' کاروبار شپ اور میرا نام بھی لکھا ہوا تھا اور صاحب میری اماں کا نام بھی لکھا ہوا تھا۔ میں نے کہا کہ پانچ سو روپے جو اس نے آپ سے لئے تو معلوم بھی ہے کہ اس کے بعد اس کو کیا کرنا پڑا۔ کاروبار شپ تو اس نے آپ سے پوچھ ہی لیا تھا فرق صرف یہ ہے کہ آپ نے ایک دفعہ کہا تھا۔ اس نے تین جگہ لکھ دیا' کاروبار شپ' کاروبار شپ' کاروبار شپ۔ اور آپ سے آپ کا اور آپ کی والدہ کا نام بھی پوچھ لیا تھا۔ اس میں بھی اس کے موکل کا کوئی کردار نہیں ہے۔ اب آپ سے جو پانچ سو روپیہ لیا ہے۔ یہ صرف گیارہ سوئیوں کا دام ہے۔ ایسا نفع بخش بزنس کہاں ملے گا آپ بے کار عاملوں کے پاس جا رہے ہیں آپ بھی یہی کام شروع کر دیں جو آئے اس سے پوچھئے کیا شکایت ہے کیا کاروبار شپ ہے وہ کہے گا ہاں۔ پھر آپ اس سے اس کا نام پوچھئے اور اس کی والدہ کا نام پوچھئے بس کاغذ پر تین دفعہ لکھ دیا کاروبار شپ اور گملہ میں مٹی ڈال کر اس کاغذ اور ذرا سے کپڑے پر مٹی لگا کر گیارہ سوئیاں چبھو دو۔ بس ایک دفعہ دس ہزار سوئیاں خرید لو۔ دس ہزار سوئیوں سے دس لاکھ کما لو گیارہ سوئیوں پر پانچ سو روپے کا جو نفع ہے اس کا ذرا آپ تصور کیجئے۔ تب وہ ہنسے اور کہا کہ اوہ! بے وقوف بن گئے۔ توبہ توبہ! آج سے میں کسی عامل کے پاس نہیں جاؤں گا۔ واقعی ان میں اکثر ٹھگ ہیں اتنا ڈرا دیتے ہیں کہ بے چارہ کی آدھی جان دو ہیں سوکھ جاتی ہے کہ اوہو! تمہارے اوپر بڑا خطرناک کالا عمل کیا گیا ہے اس طرح ڈرا کر پیسے لے لیتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ہمارے پاس سب وظیفے موجود ہیں ان کو پڑھتے رہیں پھر کسی عامل کی ضرورت نہیں البتہ کامل کی ضرورت ہے اس لئے عامل کو مت تلاش کرو۔ کامل کو تلاش کرو۔

راحت کی چابی

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دنیا کو آدمی جس قدر مختصر لے اسی قدر راحت ہے۔

نسخہ 75

سربراہ ہونے کے ناطے یہ فرض بھی ادا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیاوی و جسمانی بے شمار نعمتوں میں سے سب سے اہم نعمت جو عطا فرمائی ہے وہ کیا ہے؟ اگر روحانی و اخروی اعتبار سے سب سے اعلیٰ و اشرف نعمت دولت اسلام ہے تو دنیاوی و جسمانی نعمتوں میں سے اعلیٰ و اشرف نعمت ''عقل'' ہے یہی عقل ہے جس کی بنیاد پر انسان شریعت کا مکلف و مخاطب بنتا ہے اس لئے کہ مجنون مرفوع القلم ہے اور شرعی احکام کی تعمیل سے معذور ہے۔

جن سلیم الفطرت انسانوں کو عقل عطا فرمائی گئی ان کی عقل و فطرت کی سلامتی نے انہیں دین اسلام کی چوکھٹ تک پہنچا دیا۔ دور حاضر میں عقل کی نیرنگیاں حیرت انگیز حد تک سامنے آتی رہتی ہیں۔ دنیاوی اعتبار سے ہماری عقل ہمیں ایک ایک پائی کے نقصان سے روکتی ہے اور ہم اپنی عقلمندی کا ثبوت دیتے ہوئے ہر اس قول و فعل سے باز رہتے ہیں جس میں ہمارا نقصان ہو۔

ایمان و عقل ان دونوں نعمتوں کا دور حاضر میں ایک اہم تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے عقل کو اسی طرح استعمال کریں جس طرح ملاوٹ کے اس دور میں کھری اور اصل چیز کی پہچان کیلئے کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہم اپنی اولاد کی خیر خواہی چاہتے ہیں تو کیا اس خیر خواہی کا تعلق صرف ان کی جسمانی و دنیاوی فائدے کی حد تک ہے یا اس خیر خواہی کا تقاضا یہ بھی ہے کہ ہم انہیں دین کی صحیح فہم بھی دیں؟ یقیناً تمام مسلمان اپنی اولاد کے حق میں یہی چاہتے ہیں کہ ہماری اولاد دینی و دنیاوی اعتبار سے اس پرفتن دور میں دین کے اسی راستے پر چلے جو اللہ و رسول کی نظر میں مطلوب و مقبول ہو۔ تو کیا والد، سرپرست، حاکم اور افسر ہونے کا یہ تقاضا نہیں کہ ہم اپنے ماتحت افراد کی دینی تربیت بھی کریں اور خود کو بھی چیک کر کے اپنے ایمان و عقیدہ کی فکر کر لیں کہ آیا وہ درست ہے یا نہیں۔

اور اس کی پہچان کا سب سے آسان راستہ یہی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس طرح دین پر عمل کیا وہ ہم سب کے لئے بہترین نمونہ ہے اور یہ کھرے کھوٹے کی اصل پہچان ہے جس

سے کسی کو اختلاف کی گنجائش نہیں۔

ہمیں چاہئے کہ ماتحت افراد کو علماء حق اور صحیح بزرگان دین تک رسائی کا آسان راستہ بتائیں ان کی رہنمائی کریں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ دین سمجھ کر ایسا کام کر جائیں جو ہمارے لئے صدمہ اور ان کے لئے گمراہی کا ذریعہ ہو۔ دور حاضر کی ترقی کا ایک المناک پہلو یہ بھی ہے کہ ایسا ماحول بن چکا ہے کہ رسوم و بدعات کی گرد نے دین کے اصلی چہرے کی پہچان کو پیچیدہ بنا دیا ہے خاص کر نوجوان نسل دین کے نام پر ہر کسی سے عقیدت رکھتی ہے اور خود ان میں اتنی صلاحیت و عقل نہیں ہوتی کہ وہ کھرے کھوٹے کی پہچان کر سکیں اس سلسلہ میں والدین اور تمام بڑوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس بارہ میں چھوٹوں کی رہنمائی کریں اور قدم قدم پر نصیحت بلکہ وصیت کرتے رہیں اور انہیں دین کے صحیح فہم تک رسائی اور پہچان کرا دیں تاکہ کوئی بھی دین کے لبادہ میں ان کے ایمان، عقائد اور عبادات کو شرک، بدعات اور رسوم و رواج کے ذریعے خراب نہ کر سکے۔

جسمانی مرض لاحق ہونے پر ہم کسی قیمت اس بات پر راضی نہیں ہوتے کہ ہم علاج کیلئے کسی نیم حکیم یا معمولی کمپاؤنڈر سے علاج کرائیں بلکہ پیچیدہ مرض کی صورت میں عام ڈاکٹر کے پاس جانے کی بجائے اس مرض کے اسپیشلسٹ سرجن کے پاس جاتے ہیں اور اس موقع پر بھاری فیس اور مہنگی دواؤں کا بھی انتظام کر لیتے ہیں کہ یہ اطمینان رہتا ہے کہ ہمارا یہ سفر کٹھن سہی لیکن جانب منزل ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہم دین جو کہ سب سے اہم ہے اور ہر طرح سے ہماری ضرورت ہے اس میں ہم کھرے کھوٹے کی پہچان کئے بغیر ہر شخص کے گرویدہ اور معتقد ہو جاتے ہیں۔ جس طرح آج دنیاوی اعتبار سے دھوکہ دہی اور لوٹ کھسوٹ عام ہونے کی وجہ سے بڑی عقلمندی اور ہوشیاری سے رہنا پڑتا ہے اسی طرح آج دین کے نام پر کمزور و غلط چیزوں کی بھی بہتات ہے اس لئے ہمیں اپنے ایمان و عقائد کی حفاظت کیلئے صرف بصارت کی نہیں بلکہ خداداد بصیرت کی بھی ضرورت ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب و خواص بندوں کی صحبت اور بارگاہ خداوندی میں بصد عجز و نیاز اور آہ و زاری سے حاصل ہوتی ہے۔

اللہ والے فرماتے ہیں کہ آج کے دور میں اپنے ایمان و نظریات کی حفاظت کیلئے ایک آسان عمل جو ہر مسلمان بسہولت کر سکتا ہے وہ یہ کہ ہر شخص رات کو سونے سے پہلے تین مرتبہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ پڑھے اور یہ دعا کرے کہ یا اللہ! اس پرفتن دور میں مجھے دین کا صحیح راستہ دکھا بھی دیجئے اور مجھے اس پر چلا بھی دیجئے اور دین کے صحیح راستہ پر مجھے استقامت بھی نصیب فرما دیجئے۔

آج کی نوجوان نسل اور دین سے دور حضرات کی حالت زار کی ایک جھلک یہ ہے کہ جب وہ سنتے ہیں کہ یہ صاحب فلاں دربار کے گدی نشین ہیں تو ان کی آنکھیں عقیدت واحترام سے جھک جاتی ہیں اگرچہ اس گدی نشین شخص کی ظاہری شکل وصورت اور معاملات ومعاشرت شریعت سے بالکل خلاف بلکہ دین سے کھلی بغاوت پر مبنی کیوں نہ ہوں۔ حالانکہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے عقل جیسی نعمت سے نوازا ہے جسے ہم نے اپنے ایمان وعقائد کی حفاظت کیلئے معاون بنانا تھا لیکن ہم نے عقل سے کام لیا تو صرف دنیاوی حد تک یا اسے دین کیخلاف یوں استعمال کیا کہ ہم شریعت کی وہ بات مانیں گے جو ہماری محدود عقل میں آئے گی۔ حالانکہ دین عقل کے تابع نہیں بلکہ عقل کی سلامتی کا تقاضہ یہ ہے کہ عقل کو دین کے تابع کیا جائے۔

دین کی صحیح سمجھ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اور ہر مسلمان کی بنیادی ضرورت ہے خاص طور پر آج کل کے ماحول میں اس بارہ میں غفلت بڑی مہلک ثابت ہو سکتی ہے۔ اس سے بڑوں کی بڑی ذمہ داری ہے کہ جہاں وہ خود اپنے بارہ میں کھرے کھوٹے کی پہچان کیلئے فکرمند ہوں وہاں وہ اپنے ماتحت افراد، اولاد اور عزیز واقارب کیلئے بھی متحرک ہوں کہ ہم پورے خاندان اور معاشرہ کو دین کے صحیح راستہ پر چلا نہیں سکتے تو کم از کم انہیں دین کا صحیح راستہ دکھا تو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عقل سلیم عطا فرمائے آمین

پریشانی کو لذیذ کرنے والی چیز

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس وقت آپ کو ایسی چیز بتلانا چاہتا ہوں جو پریشانی کو لذیذ کردے کیونکہ میں کہہ چکا کہ پریشانی تو جنت سے پہلے ختم نہیں ہو سکتی۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ پریشانی کو لذیذ کر دیا جائے۔ اور یہ بھی ایک طرح پریشانی کا خاتمہ ہی ہے۔ تو میں ایسی بات بیان کرنا چاہتا ہوں جو اعمال میں کام آئے اور غفلت سے روکتی رہے اور پریشانی کے وقت ہمت بندھائے اور وہ نئی بات نہیں بلکہ وہ وہی ہے جس کا نام قرآن میں کہیں تقویٰ ہے کہیں اعتصام بحبل اللہ ہے اور اسی کا نام ذکر نعمت بھی ہے۔

نسخہ 76

تسکین دل کیلئے دعا کی عادت اپنایئے

جس چیز کی ضرورت ہو خواہ وہ کام دنیا کا ہو یا دین کا اور خواہ اس میں اپنی بھی کوشش کرنا پڑے اور خواہ اپنی کوشش اور قابو سے باہر ہو سب خدا تعالیٰ سے مانگا کرو۔ بشرطیکہ گناہ کی بات نہ ہو۔ گویا کہ ہر کام اور ہر مصیبت میں جو اپنے کرنے کی تدبیر ہے بندہ وہ بھی کرے اور سب تدبیروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے خوب عاجزی اور توجہ کے ساتھ عرض بھی کرتا رہے پھر جس کام میں تدبیر کا کچھ دخل نہیں اس میں تو تمام کوشش دعا ہی میں خرچ کرنا ضروری ہے۔

جیسے بارش کا ہونا، اولاد کا زندہ رہنا، وبا اور طاعون وغیرہ سے محفوظ رہنا یا قابو یافتہ ظالموں کے شر سے بچنا۔ ان کاموں کا بنانے والا تو بجز خدا تعالیٰ کے کوئی بڑے نام بھی نہیں۔ غرض تدبیر کے کاموں میں تو کچھ تدبیر اور کچھ دعا ہے اور بے تدبیر کے کاموں میں تدبیر کی جگہ بھی دعا ہی ہے۔

لہٰذا خوب دعا کرے۔ دعا کے وقت یا اور بھی کہ وقت بے وقت جب چاہو خدا کی بارگاہ میں خوب عاجزی و انکساری سے عرض معروض کرو۔ البتہ نماز کے بعد کا وقت دوسرے وقتوں سے زیادہ برکت کا ہے سو اس وقت زیادہ دعا کرو۔ باقی اور وقتوں میں بھی دعا کا سلسلہ جاری رکھو۔ جس وقت جو حاجت یاد آ گئی فوراً ہی دل سے یا زبان سے بھی مانگنا شروع کرو مگر دعا کی جو حقیقت ہے اس کے موافق دعا مانگو۔ پھر دیکھو کیسی برکت ہوتی ہے۔

برکت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ضرور وہ مانگی ہوئی چیز مل جائے بلکہ برکت کا مطلب یہ ہے کہ دعا کرنے سے حق تعالیٰ کی توجہ بندہ کی طرف ہو جاتی ہے۔ بشرطیکہ حاضر قلب و صمیم دل سے دعا مانگی جائے۔ دودھ پیتے بچے کی طرح سسکیاں لے لے کر دعا مانگو اور اگر رونا نہ آئے تو کم از کم رونے کی صورت ہی بنالو۔ رونا ایسی چیز ہے کہ اس کے بعد بہت خوشی ہوتی ہے۔ جب تک ابر نہ روئے چمن کب ہنستا ہے اور جب تک بچہ نہ روئے دودھ کب جوش مارتا ہے۔ دیکھو ابر روتا ہے تو چمن میں بہار آتی ہے۔ بچہ روتا ہے دودھ کو جوش آتا ہے اور بچہ پھر پی لیتا ہے۔ آفتاب کی تپش اور ابر کے گریہ یعنی بارش نے دنیا کو سرسبز و شاداب کر رکھا ہے۔ اگر یہ نہ ہوتے تو دنیا ہی نہ رہتی۔ اس سے

معلوم ہوا کہ رونا اور سوز و گداز پیدا کرنا بہت ہی عمدہ شے ہے۔ سو عقل کے آفتاب کو تو سوزش میں رکھو اور آنکھ کو ابر کی طرح آنسو بہانے والی رکھو۔

مطلب یہ کہ اپنی عقل کو تو سوز و گداز میں رکھو اور آنکھوں سے ابر کی طرح آنسو بہاؤ پھر فیوض و برکات کا فیضان دیکھو۔ پس تم کو رونے والی آنکھ کی یوں ہی ضرورت ہے جیسے چھوٹے بچے کو رو کر ماں اور دایہ سے دودھ حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ یوں ہی تمہیں رو کر حق سبحانہ سے اس کا فضل اور رحمت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

غضب کی بات یہ ہے کہ ایک دن کا بچہ تو مانگنے کا طریق جانتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مجھے رونا چاہئے تا کہ ماں مشفق ہو کر مجھے دودھ پلائے مگر تم نہیں جانتے کہ مربی یعنی حق سبحانہ اپنی خاص نعمتوں سے بدوں روئے اور بیٹھے بٹھلائے بہت کم کسی کو بہرہ ور کرتے ہیں۔ جب ایک دن کا بچہ جانتا ہے کہ میں روؤں گا تو مجھے دودھ ملے گا اور رونے پر ماں کی محبت جوش میں آئے گی تو بڑا افسوس ہے کہ تم اتنا نہیں جانتے کہ رب الارباب یعنی حق تعالیٰ جو سب مربیوں کے مربی ہیں وہ بھی بے گریہ کے فیوض عطا نہیں فرماتے۔

لہٰذا تم کو چاہئے کہ تم بھی روؤ اس وقت ابر رحمت تم پر برسے گا اور مالا مال کر دے گا۔ جس آنکھ سے اللہ کے خوف کی وجہ سے ذرا سا آنسو خواہ مکھی کے سر کے برابر ہی کیوں نہ ہو نکل کر چہرہ پر گرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس چہرہ کو آگ پر حرام فرما دیتا ہے۔

دل کے اطمینان کا نسخہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

کہ اطمینان تب حاصل ہوگا جب خدا کی یاد بڑھنے کی حزن گھٹے گا۔ حق تعالیٰ کی یاد سے جمعیت قلب حاصل ہوتی ہے۔

نسخہ 77

رشتوں کیلئے پریشان حضرات کیلئے تسکین بخش اعمال

کوئی بھی منصوبہ یا رشتہ کا معاملہ ہو تو خلاف شرع تعویذ گنڈوں یا بازاری عاملوں کے چکر میں پڑنے کی بجائے درج ذیل اعمال اختیار کریں تو ان شاء اللہ مسئلہ حل ہو جائیگا۔ البتہ یہ یقین رکھنا بھی ضروری ہے کہ ان اعمال میں جتنی تاثیر ہے وہ دوسرے کسی ذریعہ میں نہیں ہو سکتی۔

1۔ دعائے حاجت پڑھنا

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی سخت امر پیش آتا تو نماز کی طرف فوراً متوجہ ہوتے تھے۔ (فضائل نماز)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی کی اللہ سے کوئی حاجت ہو یا کسی بندہ سے کوئی حاجت ہو تو وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعتیں پڑھے پھر اللہ کی تعریف کرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے اور پھر اللہ سے یوں دعا مانگے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ (ترمذی)

2۔ نماز تہجد کا پڑھنا

بہت سی حدیثوں میں ہے کہ جب رات کا آخری حصہ آتا ہے اس وقت حق تعالیٰ کی خاص رحمت جھکتی ہے اور یہ آواز آتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھ سے کوئی دعا مانگے؟ اسے میں اس کی دعا قبول کروں۔ جب خود ہی دعا مانگنے کی ترغیب دے رہے ہیں تو قبول کرنے میں کیا شبہ ہے۔ لہٰذا

اب کوئی پریشانی لاحق ہو جائے یا رشتوں کے سلسلے میں پریشانی ہے تو رات کے آخری حصہ میں اٹھ کر وضو کرے اور کم از کم دو رکعت پڑھ کر حق تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر دعا مانگے بعید نہیں کہ قبولیت کی گھڑی میسر ہو جائے اور دعا قبول ہو جائے۔ آخری شب میں دعا قبول ہونے کی بہت حکایات ہیں۔

3۔ اسم اعظم اور دیگر اذکار کے ذریعے دعا کرنا

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وہ اسم اعظم جس کے ساتھ جو بھی دعا کی جائے اللہ تعالیٰ اس کو قبول کرتے ہیں اور اس کے ساتھ جو بھی اللہ سے سوال کیا جائے اللہ تعالیٰ اس کو پورا کر دیتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے

۱۔ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ۔ ۲۔ الٓمّٓ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ

يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ اور يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ (سو بار) کہہ کر دعا مانگی جائے تو قبول ہوتی ہے اسی طرح حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ان پانچ کلمات کے ذریعے دعا کرے۔ اللہ تعالیٰ اسکی دعا ضرور قبول فرمائیگا۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

4۔ مقبول اوقات میں دعا کرنا

ویسے تو اللہ تعالیٰ بندے کی ہر حال میں دعا قبول فرماتے ہیں البتہ بعض مخصوص احوال اور اوقات میں دعا کو خصوصیت سے قبول ہونا وارد ہوا ہے لہٰذا ان اوقات میں خصوصیت کیساتھ دعا کا اہتمام کیا جائے ان شاء اللہ دلی مقاصد پورے ہو جائینگے۔

۱۔ اذان کے بعد دعا کرنا ۲۔ اذان اور تکبیر کے درمیان دعا کرنا۔

۳۔ حی علی الصلوٰۃ و حی علی الفلاح کے بعد دعا کرنا ۴۔ فرض نماز کے بعد دعا کرنا۔

۵۔ تلاوت کے بعد خاص کر ختم قرآن کے بعد دعا کرنا۔

۶۔ بارش برسنے کے وقت۔ ۷۔ افطار کے وقت دعا کرنا۔ ۸۔ مسافر کی دعا۔

۹۔ والدین کی دعا۔ ۱۰۔ جمعہ کے دن خاص گھڑی میں دعا کرنا (دیگر اقوال کی طرح جمعہ کے دن عصر سے مغرب تک خاص قبولیت کا وقت ہوتا ہے)

5۔ غائبانہ دعا کرنا

جس نے اپنے حق میں فرشتوں کی دعا لینی ہو اسکو چاہئے کہ وہ دوسروں کیلئے اسی چیز کی دعا کیا کرے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ پیٹھ پیچھے مسلمان بھائی کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اسکے سر کے پاس ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے جب وہ اپنے بھائی کیلئے دعا کرتا ہے تو فرشتہ آمین کہتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ بھائی کے حق میں جو تو نے دعا کی ہے تیرے لئے بھی اس جیسی (نعمت اور دولت کی) خوشخبری ہے۔

لہذا تمام والدین بالخصوص لڑکیاں تمام بے نکاحوں کے بہتر اور جلد رشتوں کے ملنے کی غائبانہ دعاؤں کا اہتمام شروع کر دیں تو ان شاء اللہ ایسی دعا کرنے والوں کو فرشتوں کی فوراً دعا مل جائیگی اور انکا اپنا بہتر رشتہ آ جائیگا۔

6۔ زمزم کا پانی اس نیت سے پینا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمزم کا پانی جس نیت سے پیا جائے اس سے وہی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ الی آخر۔

ایک شخص کی چالیس سال تک اولاد نہیں ہوئی تھی۔ اس نے زمزم شریف اولاد کی نیت سے پیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اولاد دی۔ بعض نے قوت حافظہ کی نیت سے پیا تو ان کی مراد پوری ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمزم پیتے ہوئے یہ فرمایا کہ میں قیامت کے دن کی پیاس بجھانے کیلئے پیتا ہوں۔ (فضائل حج)

لہذا اس مجرب نسخہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جن کے رشتے نہیں آرہے وہ زمزم پیتے وقت جلد اور بہتر رشتے ملنے کی نیت کر لیں اللہ تعالیٰ امید پوری فرما دینگے۔

7۔ دعائے استخارہ پڑھنا

انسان بہت ہی کمزور ہے۔ اس کیلئے کیا مفید ہے یا کل کو کیا مفید ہوگا اس سے بےخبر ہو

ہے۔ کونسا معاملہ کرنا چاہیے کونسا نہیں۔ اس سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو دعائے استخارہ کی تعلیم دی ہے جس کا حاصل ہے طلب خیر کرنا اللہ سے بہتری کی دعا کرنا۔ لہٰذا کہیں سے کوئی رشتہ آئے یا رشتہ کے بارے میں کوئی بھی فیصلہ کرنا ہو تو دو رکعت نفل پڑھ کر دعائے استخارہ پڑھ لینا چاہیے۔ تین رات اہتمام سے استخارہ کرے۔ ان شاء اللہ پھر جو فیصلہ کریں گے اس میں بہتری ہوگی اور بہتر رشتہ مل جائیگا۔ دعائے استخارہ مسنون دعاؤں کی کتاب میں دیکھ لیا جائے۔

8۔ مزید دو عمل

1۔ مجرب عمل ہے کہ روزانہ ایک مرتبہ سورہ مریم پڑھ لیا کرے اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کر لیا کرے کہ یا اللہ اپنے فضل سے مجھے نیک رشتہ عطا فرما۔ چالیس دن تک یہ عمل کرے۔ رشتہ نہ ہونے کی صورت میں دوسرا چلہ یا ابھی کام نہ ہوا ہو تو تیسرا چلہ شروع کر دے۔ ان شاء اللہ ضرور رشتہ طے ہو جائیگا۔

2۔ اگر آپکے بیٹے یا بیٹی کا نکاح نہ ہوتا ہو تو آپ اپنی اس مراد کیلئے یہ آیت

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا

اکیس دن تک تین سو تیرہ دفعہ پڑھیں۔ ان شاء اللہ بہت جلد مناسب رشتہ مل جائیگا۔

دل کی اصلاح

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قلب کی اصلاح سے اعمال درست ہو جاتے ہیں، اصلاح ظاہر و باطن دونوں کی ضرورت ہے۔

نسخہ 78

روشن مستقبل کیلئے مائیں اپنا کردار ادا کریں

حال و مستقبل کو تابناک و خوشحال و خوشگوار بنانے کیلئے اولاد کی دینی تربیت نہایت ضروری ہے جس میں بنیادی کردار ماں کا ہوتا ہے کہ ماں کی گود سب سے پہلا مدرسہ ہے۔ جہاں قومیں پروان چڑھتی ہیں۔ مائیں اپنی ذمہ داریوں کو کس طرح نبھا سکتی ہیں؟ اس سلسلہ میں بہترین معلومات پر مشتمل تحریر پڑھتے ہیں جو خوشگوار زندگی کیلئے ناگزیر ہے۔

اکثر گھرانوں میں مائیں یہ شکایت کرتی نظر آتی ہیں کہ ہمارے بچے بدتمیز ہو گئے ہیں اب ماں کو ماں ہی نہیں سمجھتے۔ بعض خواتین اس سلسلہ میں وظائف پوچھتی اور پڑھتی نظر آتی ہیں۔

اس بارہ میں گزارش ہے کہ بچہ اپنی ماں کو ماں سمجھے اور اس کا حق پہچانے اس سے پہلے ماں خود اپنے مقام کو سمجھے اور ماں ہونے کے ناطے جو اس کے حقوق اور ذمہ داریاں ہیں ان کو ادا کرے۔ آج بھی ایسی مائیں موجود ہیں جو خاندانی روایات اور مذہبی اخلاقی اقدار کی پابند اپنے منصب و فرائض کو اچھی طرح سرانجام دیتی ہیں لیکن حالات کے ساتھ ساتھ معاشرہ کے اکثر گھرانوں کی صورتحال بھی بدل رہی ہے۔

بچوں کی شخصیت سازی میں گھر کا ماحول بنیادی حیثیت رکھتا ہے اسی بنیاد پر بچے کی شخصیت و کردار کی عمارت تعمیر ہوتی ہے۔ باپ کی نسبت ماں بچوں کی شخصیت میں اہم کردار ادا کرتی ہے کسی نے خوب کہا ہے کہ اچھی ماں ہزار استادوں سے بہتر ہے۔

آج کے دور میں بچوں کی بدتمیزی اور ان کی اخلاقی ابتری کو الزام دینے سے پہلے بچوں کی اصلاح کے ساتھ ساتھ والدین بالخصوص مائیں اپنی ذات کی اصلاح اور خود احتسابی سے کام لیں۔ بچوں کی اخلاقی حالت کی خرابی و درستگی میں ماں جو اہم کردار ادا کر سکتی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ لہٰذا وہ اپنے مثبت طرز عمل سے بچوں میں مثبت طرز عمل پیدا کر سکتی ہیں۔

آج کے دور میں جبکہ بچوں کو گھر پر دینی تعلیم و تربیت پہلے سے زیادہ ضروری ہو چکی ہے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج کی مائیں اپنا قیمتی وقت فضولیات میں ضائع کر دیتی ہیں کبھی ٹی وی

ڈرامے کبھی انٹرنیٹ اور کبھی ناول و دنیاوی رسائل میں مگن رہتی ہیں۔ ڈرامہ دیکھتے دیکھتے جب بچے کو نیند آنے لگتی ہے تو وہ ماں سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ امی مجھے نیند آ رہی ہے مجھے سلا دیں تو ماں تیکھے انداز میں جواب دیتی ہے کہ جا کر اپنے بستر پر سو جاؤ مجھے ابھی ڈرامہ دیکھنا ہے۔ اسی طرح جب سکول سے واپسی پر بچہ کھانا مانگتا ہے تو ماں تیوری چڑھا کر کہتی ہے کہ باورچی خانہ میں جا کر کھا لو تمہیں نظر نہیں آتا کہ میں ڈرامہ دیکھ رہی ہوں۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے محترمہ کو ٹی وی ڈراموں نے اغوا کر لیا ہے اور وہ گھریلو ذمہ داریوں سے کنارہ کش ہوتی جا رہی ہیں۔

موجودہ صورتحال کی جھلک دیکھنے کے بعد جب ہم اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو عظیم لوگوں کے عظیم کارناموں کے پیچھے ماؤں کی مثالی تربیت کارفرما نظر آتی ہے اور بڑی خوبی بھی دکھائی دیتی ہے کہ ان ماؤں کی شخصیت کا اثر ان کی اولاد پر پڑا اور وہی بچے آگے چل کر وہ کسی اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز ہوئے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ ہندوستان میں ایک بزرگ گزرے ہیں جو مغل بادشاہوں کے بھی پیر و مرشد تھے۔ ان کا واقعہ ہے کہ پیدائش کے بعد ذرا سمجھدار ہوئے تو ان کے والدین کو ان کی تربیت کا احساس ہوا۔ چنانچہ ماں نے کہا کہ میرے ذہن میں ایک بات ہے جس پر میں کل سے عمل کروں گی جس کی برکت سے میرا بیٹا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا بن جائے گا۔ اگلے دن بیٹا مدرسے گیا تو والدہ نے کھانا تیار کر کے کمرے میں چھپا کر رکھ دیا۔ بچہ نے آ کر کھانا مانگا تو ماں نے کہا بیٹا اللہ تعالیٰ ہی ہمیں کھانا دیتے ہیں لہٰذا تم نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ چنانچہ نماز و دعا کے بعد کمرے میں جا کر دیکھا تو وہاں کھانا تیار تھا۔ یہ سلسلہ چلتا رہا ایک دن والدہ کو کسی کے ہاں جانا پڑ گیا اور بچے کے مدرسے سے واپسی کا وقت ہو گیا۔ اب ماں بہت پریشان کہ کھانا تیار نہیں اسی حسرت و افسوس میں روتی دعائیں کرتی ہوئی جلدی سے گھر کیلئے روانہ ہوئیں کہ کہیں میری محنت ضائع نہ ہو جائے۔

گھر آ کر بچے سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ امی میں نے تو کھانا کھا لیا ہے لیکن آج کے کھانے میں جو مزہ تھا وہ پہلے کبھی نہیں ملا۔ ماں نے بچے کو سینے سے لگا لیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

سبحان اللہ! جب مائیں اپنے بچوں کی تربیت ایسے نقوش پر کرتی ہیں تو اللہ تعالیٰ بچوں کو روشنی کا مینار بنا دیا کرتے ہیں۔ یہی بچہ اتنا بڑا شیخ بنا کہ مغل بادشاہ ان کے مرید ہوئے اور لاکھوں کی تعداد میں لوگوں نے ان سے دینی فائدہ حاصل کیا۔

آج بھی اگر مائیں معمولی غور وتوجہ سے کام لیں تو کوئی وجہ نہیں کہ آج بھی ایسے سعادت مند بچے تیار ہوں جو والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور اپنے قبیلے کی آنکھ کا تارا ہوں۔

ماں کو چاہئے کہ دوران حمل ہی سے اس بات کی فکر کرے اور دودھ پلانے کے عرصہ میں بھی احتیاط رکھے کہ حرام چیز کھانے اور دیکھنے سے اپنے آپ کو دور رکھے کہ اس سے بچے کے اخلاق و کردار پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے۔ بعض مائیں خود ٹی وی ڈراموں سے لطف اندوز ہو رہی ہوتی ہیں اور اپنے بیٹے یا بیٹی کو پڑھائی پر مجبور کرتی ہیں۔ بعض مائیں بچوں کے دفاع کیلئے شوہروں سے جھوٹ بولتی ہیں اور پھر بچوں سے امید رکھتی ہیں کہ وہ ہمیشہ سچ بولیں۔

دنیا کا ہر باشعور انسان جانتا ہے کہ ماں کی گود بچے کی پہلی درسگاہ ہے آج کی مائیں اپنا بچپن یاد کریں کہ ایک وقت تھا کہ جب بچے ماں کی گود میں انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء اللہ کے واقعات سن سن کر نیند کی آغوش میں چلے جاتے۔ آج ماؤں کا یہ حال ہے کہ خود ٹی وی اور جدید فیشن کی دنیا میں گم ہیں بچے بھی اسی فلمی نغموں کی اوٹ پٹانگ میں سو جاتے ہیں۔ تو پھر وہ بدتمیز تو ہوں گے۔

اے ماں! اپنے مقدس منصب کو سنبھال اور دیکھ بچے اپنی پہلی درسگاہ سے کیا سیکھ رہے ہیں۔

آج کی مائیں اگر واقعۃً یہ چاہتی ہیں کہ ان کی اولاد دنیا و آخرت میں سرخرو اور قدم قدم پر ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنے تو انہیں خود اپنے منصب و فرائض کو سمجھنا ہوگا۔

ماہرین نفسیات بھی اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ بچے پر سب سے گہرا اثر اس کی ماں کا ہوتا ہے۔ اگر بچے پر اس کی ماں کے نیک اور خوشگوار اثرات پڑیں گے تو یقیناً اس کی روشنی بچے کے مستقبل کو منور کرے گی اور وہ زندگی بھر ماں کی نصیحتوں کو نہ بھولے گا۔

آج کے دور میں اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ مائیں بچپن ہی سے اپنی اولاد کی اصلاح اور دینی تربیت پر خاطر خواہ توجہ دیں۔ ان کی تربیت اسلام کی روشنی میں کریں ان کی فطرت میں اسلامی تہذیب وتمدن اور اخلاقی اقدار اس قدر اجاگر کر دیں کہ دور حاضر کے گرم تھپیڑوں میں بھی ان کے اندر کا ایمان اور ظاہر کا اسلام ثابت قدم رہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور دور حاضر کی ماؤں کو اپنے حقوق اور جملہ ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائیں آمین

❀❀❀

نسخہ 79

موجودہ پرآشوب دور میں سکون کا راستہ

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ ارشاد فرماتے ہیں موجودہ حالات میں ہمارا ملک اور پورا عالم اسلام مسائل کے جال میں پھنسا ہوا ہے، دشمنوں نے ہمارے لئے طرح طرح کی سازشوں کے جو جال تیار کئے ہیں ان میں خود ہم اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے پھنسے ہوئے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ رمضان جیسے مقدس مہینے کے اندر بھی وحشت اور بربریت اور درندگی کے ایسے مناظر سامنے آتے ہیں، جس کا کبھی تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا مسلمان نے مسلمان کو ذبح کیا ہے، اسکے ہاتھ پاؤں، ناک کان کاٹے ہیں۔

مسلمان کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے

اس پر اگر ہم شرم سے ڈوب مریں تو بھی کم ہے، یہ دشمنوں کی سازش ہے، جس کا ہم اس قدر شکار ہو گئے ہیں کہ اس کی برائی بھی دل سے مٹ رہی ہے، انسانی جان کو مکھی مچھر سے زیادہ بے حقیقت قرار دے دیا گیا ہے۔ انسانوں کو قتل کرتے ہوئے، انسانوں کے بچوں کو مارتے ہوئے، انکی عورتوں کو قتل کرتے ہوئے، مریضوں اور بیماروں کو قتل کرتے ہوئے، بوڑھوں پر حملہ کرتے ہوئے ہماری کوئی رگ حمیت نہیں پھڑکتی، کوئی غیرت نہیں جاگتی، انسانیت کا کوئی خیال دل میں پیدا نہیں ہوتا۔ نہ جانے ہمارے کتنے بھائیوں اور بہنوں کے خاندان اجڑے ہیں اور انکے گھروں میں صف ماتم بچھی ہوئی ہے یہ اس لئے کہ ہم نے ایک دوسرے کیساتھ ایسا معاملہ کیا ہے جو جنگجو کافر حربی کیساتھ بھی جائز نہیں ہے۔ یہ بہت بڑا اجتماعی گناہ اور بہت بڑا اجتماعی جرم ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے توبہ کی توفیق دے۔

کسی کو کسی پر کوئی فوقیت نہیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات کے میدان میں ایک عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا تھا اور اسمیں یہ اعلان فرمایا تھا کہ آج جاہلیت کی تمام رسمیں میں نے اپنے پاؤں تلے روند دی ہیں۔ مجھے تمہارے بارے میں اس بات کا اندیشہ نہیں ہے کہ تم دوبارہ بت پرستی میں مبتلا ہو جاؤ گے لیکن مجھے تمہارے بارے میں اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ خود تمہارے درمیان تلوار چل جائے اور ایک

ہو کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو، جو لوگ موجود ہیں وہ میری یہ بات سن کر ان تمام مسلمانوں تک پہنچا دیں جو اس وقت موجود نہیں ہیں، کہ آج سے اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے تمام نعروں کو میرے پاؤں تلے ماند دیا ہے اور میں تم کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے تم سب بھائی بھائی ہو ہاں اگر کسی کو کسی پر فضیلت حاصل ہے تو وہ تقویٰ کی وجہ سے ہے تم میں سے جو شخص زیادہ تقویٰ رکھنے والا ہوگا۔ وہ تم میں زیادہ فضیلت والا ہوگا لیکن کوئی عربی کسی عجمی پر کوئی فوقیت نہیں رکھتا کوئی رنگ و نسل والا دوسرے رنگ و نسل والے پر کوئی فضیلت نہیں رکھتا۔

عید الاضحیٰ کا خطبہ

حج کا خطبہ صرف عرفات کے دن ہوتا ہے، لیکن سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر دن رات اپنی امت کی جو فکر سوار تھی اس کی وجہ سے عید کے دن آپ نے دوبارہ لوگوں کو جمع کیا، اور دوبارہ جمع کر کے لوگوں سے فرمایا کہ ذوالحجہ کا مہینہ حرمت والے مہینوں میں داخل ہے تو آج یہ دن بھی حرمت والا، یہ جگہ بھی حرمت والی یہ مہینہ بھی حرمت والا آج میں تم سے کھلم کھلا یہ بات کہتا ہوں کہ مسلمانوں میں سے ہر ایک کی جان، اسکا مال اسکی آبرو اتنی ہی حرمت رکھتی ہے جتنی حرمت آج کے دن کی ہے، جتنی حرمت آج اس جگہ "حدود حرم" کی ہے، جتنی حرمت ذوالحجہ کے اس مہینہ کی ہے، لہٰذا خدا کیلئے اس حرمت کو پامال نہ کرنا، کسی کی جان پر، کسی کے مال پر، کسی کی آبرو پر حملہ آور نہ ہونا، پھر آپ نے فرمایا جو لوگ میری یہ بات سن رہے ہیں وہ میری بات دوسروں تک پہنچا دیں، آخری حج کے موقع پر اتنی تاکید کیساتھ آپ نے یہ بات ارشاد فرمائی۔ خطرہ بت پرستی کا نہیں، خطرہ اس بات کا ہے کہ شیطان تمہارے دلوں میں رنگ و نسل کے فتنے پیدا کریگا، بھائی کو بھائی سے لڑائے گا اور کہے گا کہ تم فلاں قوم سے تعلق رکھتے ہو اور اسکے درمیان آپس میں جنگ و جدال پیدا کریگا فرمایا کہ جزیرۂ عرب میں شیطان اپنی پرستش سے مایوس ہو چکا اب شیطان کی عبادت یہاں پر نہیں کی جائیگی، لیکن شیطان تمہارے اندر یہ فتنے پیدا کریگا کہ تم اردو بولنے والے ہو تم پشتو بولنے والے ہو تم سندھی بولنے والے ہو تم بلوچی بولنے والے ہو لہٰذا اسکے درمیان آپس میں رنجشیں پیدا کر کے لڑائی پیدا کریگا۔

ایک مسلمان کی جان کی قیمت

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا، اسی دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا.. اے بیت اللہ! تو کتنا مقدس ہے، اے بیت اللہ! تیری عزت اور عظمت کتنی بڑی ہے دو تین مرتبہ یہ بات ارشاد فرمائی، عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ میں سن رہا تھا کہ آپ بیت اللہ سے خطاب فرما رہے ہیں لیکن ساتھ ہی آپ نے فرمایا! ایک چیز ایسی ہے جس کی حرمت، جس کا تقدس، جس کی عزت، اے بیت اللہ! تجھ سے بھی زیادہ ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ میں حیران ہوا کہ اس کائنات میں کونسی چیز ایسی ہوگی جس کی حرمت اور تقدس بیت اللہ سے بھی زیادہ ہو تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ایک چیز ایسی ہے جس کی عزت، حرمت، تقدس بیت اللہ سے بھی زیادہ ہے اور وہ ایک مسلمان کی جان، اسکا مال، اسکی آبرو ہے یعنی اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی جان پر، اسکے مال پر، اسکی آبرو پر ناحق حملہ کرتا ہے تو وہ اس شخص سے زیادہ بدبخت ہے، زیادہ گنہگار اور زیادہ مجرم ہے جو معاذ اللہ بیت اللہ کو ڈھانے کی کوشش کرتا ہے۔

دردمندانہ نصیحت

میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا واسطہ دے کر جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا (النساء ۹۳)

اور جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا واسطہ دے کر آپ سے انتہائی دردمندی کے ساتھ، انتہائی دلسوزی کے ساتھ یہ اپیل کرتا ہوں کہ خدا کیلئے دشمنوں کی سازشوں سے باخبر رہیں، اپنے دوستوں اور دشمنوں کو پہچانیں۔

ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے

جو لوگ مسلمانوں کے درمیان نسلی اور لسانی تعصبات کو ہوا دے رہے ہیں ان کی بات پر کسی وقت کان نہ دھریں، اور ان سے اپنی برأت کا اظہار کریں، ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے خواہ وہ کوئی بھی زبان بولنے والا ہو، کسی بھی جگہ کا رہنے والا ہو، کوئی بھی رنگ و نسل رکھتا ہو، سب اللہ کے بندے ہیں، سب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں، مسلمان تو در کنار ہمارے معاشرے میں جو غیر مسلم امن کے ساتھ رہتے ہیں اسلام نے ان کی جان کو بھی حرمت عطا کی ہے، ان کو مارنا اور ان کو قتل کرنا بھی حرام قرار دیا ہے، مسلمانوں کا معاملہ تو اور زیادہ سخت ہے۔

نسخہ 80

نمازیں، فرض، واجب، سنت، مستحب

فرض نمازیں: دن رات میں پانچ نمازوں کی کل سترہ رکعتیں فرض ہیں جمعہ کے دن کے علاوہ جمعہ کے دن ۱۵ رکعات فرض ہیں۔ کیونکہ جمعہ کی نماز کے دو فرض ہیں اگر جماعت سے پڑھیں اگر دیہات یا سفر کی وجہ سے نماز جمعہ ادا نہ کرسکیں تو ظہر کی چار رکعت ہی ادا کریں گے۔ سترہ رکعتوں کی تفصیل یہ ہے کہ (۱) دو فرض فجر

(۲) چار فرض ظہر (۳) چار فرض عصر (۴) تین فرض مغرب (۵) چار فرض عشاء

(۶) فرض نماز کی قضا فرض ہے (۷) جمعہ کی نماز اپنی شرائط کیساتھ۔

واجب نمازیں:۔ (۱) وتر کی نماز واجب ہے (۲) عید الفطر کی نماز بھی واجب ہے (۳) عید الاضحیٰ کی نماز بھی واجب ہے۔

(۴) نذر کی نماز پڑھنا وہ اس سے اپنی نذر پوری کرنا بھی واجب ہے۔

(۵) طواف کے بعد دو نفل پڑھنا (مسجد حرام میں کہیں بھی) واجب ہے۔

(۶) جو سنت نمازیں پڑھنا شروع کردی جائیں انکا پورا کرنا واجب ہے۔

(۷) جو بھی نفل نماز شروع کی جائے اس کو پورا کرنا واجب ہے۔

سنت نمازیں

(۱) روزانہ کی فرض نمازوں کے ساتھ والی سنت مؤکدہ ۱۲ رکعتیں ہیں۔ ۲ رکعت سنت مؤکدہ قبل از فجر ۴ رکعت قبل از ظہر دو رکعتیں بعد از ظہر اور دو بعد از مغرب اور دو بعد از عشاء۔

(۲) تراویح کی بیس عدد رکعات سنت مؤکدہ ہیں۔

(۳) تہجد کی نماز ادا کرنا بھی تاکیدی سنت ہے۔ تہجد کی کم از کم دو درمیانہ چار اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعات ہیں۔ بالخصوص جو حضرات نماز تہجد شروع کرلیں پابندی کریں تو ان کو پابندی رکھنا سنت مؤکدہ کے درجہ میں ہے کیونکہ فقہاء کرام تہجد کی نماز پابندی سے شروع کر کے چھوڑنے کو مکروہ فرماتے ہیں۔

(۴) تحیۃ المسجد کی دو رکعت نماز مسجد میں پہنچ کر بیٹھنے سے پہلے پڑھنا تاکیدی سنت ہے۔

صورت اس کی بہت آسان ہے وہ یہ کہ جب مسجد میں داخل ہوں وقت کم بھی ہو مثلاً صرف ظہر کی چار سنتیں پڑھنے کا وقت ہو تو انہیں چار رکعتوں میں نیت تحیۃ المسجد کی بھی شامل کر لی جائے حتی کہ عصر یا مغرب وغیرہ نماز پڑھنے جائیں اور جاتے ہی فرض شروع کر دیں جبکہ نیت تحیۃ المسجد کی بھی ہو تو بھی اس کا ثواب مل جاتا ہے۔ اگر مسجد میں داخل ہوتے وقت نماز کے حساب سے وقت مکروہ ہو تو صرف چار مرتبہ ان کلمات کو کہہ لے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اس کے بعد کوئی درود شریف پڑھ لے تو بھی تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جائیگا۔ (درمختار۔ مراقی الفلاح)

(۵) نماز کسوف یعنی سورج گرہن کے وقت نماز پڑھنا مردوں کے لئے بڑے امام صاحب کے پیچھے پڑھنا تاکیدی سنت ہے۔

(۶) نماز خسوف یعنی چاند گرہن کے وقت بغیر جماعت کے دو رکعت نماز پڑھنا مسنون ہے۔

(۷) نماز احرام یعنی جب بندہ حج یا عمرے کا احرام باندھے تو دو رکعت نماز پڑھنا تاکیدی سنت ہے۔

مستحب نمازیں

1۔ تحیۃ الوضو یعنی وضو کے بعد جسم خشک ہونے سے پہلے دو رکعت نفل نماز پڑھنا مستحب ہے۔ (مراقی الفلاح)

عورتیں بھی تحیۃ الوضو پڑھ سکتی ہیں۔ اگر چار رکعتیں پڑھی جائیں تب بھی کچھ حرج نہیں اور کوئی سنت یا فرض وغیرہ نماز پڑھ لی جائے تب بھی ثواب مل جائیگا۔ (علم الفقہ ج ۲ ص ۱۵۲)

2۔ وتر کے بعد دو رکعت نماز نفل پڑھنا مستحب ہے (بیٹھ کر پڑھنا ثابت ہے)

3۔ نماز سفر جب کوئی شخص اپنے گھر سے سفر کرنے لگے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ دو رکعت نماز گھر میں پڑھ کر سفر کرے اور جب سفر سے واپس آئے تو مستحب ہے کہ پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نفل نماز پڑھ لے اس کے بعد اپنے گھر جائے۔ (درمختار) جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے گھر میں ان دو رکعتوں سے بہتر کوئی چیز نہیں چھوڑتا جو سفر کرتے وقت پڑھی جاتی ہیں۔ (طبرانی)

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ وآلہ وسلم جب سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نفل نماز پڑھ لیتے تھے۔ (صحیح مسلم)

4۔نماز استخارہ جب کسی کو کوئی کام درپیش ہو اور اس کے کرنے یا نہ کرنے میں تردد ہو یا اس بات میں شک ہو کہ وہ کام کس وقت یا کس دن کیا جائے تو وہ رات کو سونے سے پہلے نماز استخارہ کی نیت سے دو رکعت نفل پڑھے اور دعائے استخارہ (جو بہشتی زیور اور نماز کی کتابوں میں مل جاتی ہے) پڑھ کر باوضو دائیں کروٹ پر سو جائے۔

5۔نماز اشراق یعنی فجر کی نماز پڑھ کر وہیں بیٹھا رہے اور سورج نکلنے کے تقریباً پندرہ بیس منٹ بعد دو یا چار رکعت نفل نماز پڑھے اس کو ایک قبول شدہ حج اور ایک قبول شدہ عمرے کا ثواب ملتا ہے۔ یہ سب سے اعلیٰ طریقہ ہے درمیانہ طریقہ یہ ہے کہ بعد از مسجد میں کہیں بھی (اور عورت گھر میں کہیں بھی) سورج نکلنے کے پندرہ بیس منٹ بعد چلتے پھرتے اپنا کام مکمل کر کے کہیں بھی پڑھ لے تیسرا اور سب سے کم درجہ یہ ہے کہ فجر کے بعد اپنے کاموں میں بے شک مشغول ہو جائیں اور سورج نکلنے کے بعد تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے اندر اندر کہیں بھی دو یا چار رکعت نفل پڑھ لے۔

6۔نماز چاشت یعنی سورج اچھی طرح نکل آئے اور بلند ہو جانے کے بعد (سورج نکلنے سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ بعد) سے زوال تک چار یا چھ رکعت نفل نماز پڑھ لے۔ تو اس کا بھی بڑا ثواب آیا ہے۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ آدمی اولاد تو دن کے ابتدائی حصے میں چار رکعتیں میرے لئے پڑھا کر میں دن کے آخری حصے تک تجھے کفایت کرونگا (ترمذی) اور مسلم شریف کی حدیث کے مطابق آدمی کے جسم کے ہر جوڑ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے دو دو رکعتیں کافی ہیں جو آدمی چاشت کے وقت پڑھے۔

7۔صلوۃ الاوابین یعنی مغرب کے فرض اور سنتوں کے بعد کم سے کم چھ رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعتیں پڑھے تو بارہ سال کی نفلی عبادت کے برابر ثواب دیا جاتا ہے۔ (جامع صغیر)

8۔صلوۃ التسبیح یعنی چار رکعت نفل نماز کی نیت سے اپنے معروف و مشہور طریقے پر پڑھے تو اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (ابوداؤد و ابن ماجہ)

9۔شکرانے کی نماز جس وقت کوئی بڑی نعمت حاصل ہو یا کوئی مصیبت دور ہو تو بہتر ہے کہ شکریہ کے لئے دو رکعت نفل نماز ادا کی جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ)

10۔نماز توبہ جس شخص سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ دو رکعت نفل پڑھ کر گناہ معاف کروائے۔ (شامی وغیرہ)

11۔نماز قتل جب کوئی مسلمان قتل کیا جاتا ہو تو اس کو مستحب ہے کہ دو رکعت نفل نماز پڑھ لے

اپنے گناہوں کی مغفرت کی اللہ تعالیٰ سے دعا خود کرلے تاکہ یہی اس کا آخری عمل رہے۔ (طحطاوی)

12۔ نماز حاجت: جب کسی کو کوئی ضرورت پیش آئے خواہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈائریکٹ ہو یا کسی بندے سے کوئی کام کروانا ہو یا شادی یا نوکری وغیرہ کا معاملہ ہو تو مستحب یہ ہے کہ دو رکعت نفل نماز پڑھ کر درود شریف پڑھ کر خوب دعائیں مانگے اللہ تعالیٰ کی صفات وغیرہ ذکر کرے۔

13۔ نماز خوف: جب کسی دشمن کا سامنا ہونے والا ہو دشمن خواہ انسان ہو یا کوئی درندہ وغیرہ کا خطرہ ہو ایسی حالت میں مسلمان مل کر جماعت سے نماز نہ بھی پڑھ سکیں اور سواریوں سے اترنے کی بھی مہلت نہ ہو تو سب کو چاہئے کہ سواریوں پر بیٹھے بیٹھے تنہا نماز پڑھ لیں۔

14۔ قبل از عصر چار رکعت نماز سنت غیر مؤکدہ مستحب ہے۔

15۔ عشاء سے پہلے چار رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے۔

قلب سے قالب کا فرق

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں "جو اعمال ایک عام آدمی کرتا ہے وہی ایک ولی بھی کرتا ہے فرق ہوتا ہے قلب کے راستے میں اس کا کرنا لوجہ النفس ہوتا ہے اور اس کا کرنا لوجہ اللہ ہوتا ہے۔ عمل دونوں کا برابر ہی ہے کھاتے دونوں ہی ہیں بازار میں دونوں ہی جاتے ہیں۔ صورت عمل میں تو فرق نہیں مگر نیت عمل اور غرض وغایت میں فرق ہوتا ہے"۔ ولایت کہتے ہی اس کو ہیں کہ قلب کا راستہ درست ہو جائے۔ ولایت کے یہ معنی نہیں ہے کہ آدمی کھانا چھوڑ دے۔ لباس چھوڑ دے گھر بار چھوڑ جاوے۔ گھر میں رہنا سہنا ترک کردے بلکہ ولی کے معنی یہ ہیں کہ گھر میں رہے مگر حظ نفس کیلئے نہیں بلکہ خدا کی رضا کیلئے کھانا کھائے مگر نفس کی لذت کیلئے نہیں بلکہ رضائے خداوندی کیلئے۔ ایک ولی اور عامی میں یہی فرق ہی تو ہے۔ تو عمل دونوں کا ایک ہوتا ہے مگر قلب کا فرق ہوتا ہے اور نیتیں الگ الگ ہوتی ہیں"۔

نسخہ 81

تسکینِ دل کیلئے ہر کام سے پہلے استخارہ کیجئے

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ذات ہیں جن کے احاطہ علم سے کوئی چیز ماوراء نہیں اس لئے کسی بھی کام کرنے سے پہلے شریعت نے استخارہ کا حکم دیا ہے تاکہ بندہ اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرلے جو کام میں خیر و برکت اور بعد میں پچھتاوے سے حفاظت کا ذریعہ بن سکے۔ ذیل میں استخارہ سے متعلق ضروری مضمون دیا جاتا ہے جس پر عمل ان شاء اللہ دنیا و آخرت میں خیر و برکات کا ذریعہ ہوگا۔

استخارہ اور اس کا طریقہ

"استخارہ" کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ آدمی دو رکعت نفل استخارہ کی نیت سے پڑھے۔ نیت یہ کرے کہ میرے سامنے دو راستے ہیں، ان میں سے جو راستہ میرے حق میں بہتر ہو، اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ فرمادیں۔ پھر دو رکعت پڑھے اور نماز کے بعد استخارہ کی وہ مسنون دعا پڑھے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی ہے۔ یہ بڑی عجیب دعا ہے، پیغمبر ہی یہ دعا مانگ سکتا ہے اور کسی کے بس کی بات نہیں، اگر انسان ایڑی چوٹی کا زور لگا لیتا تو بھی ایسی دعا کبھی نہ کرسکتا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی۔ وہ دعا یہ ہے۔

دعا استخارہ

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا۔ (یہاں پر اس مقصد کا ذکر یا تصور کرے) اَلْاَمْرَ خَیْرٌلِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا (یہاں پر اس مقصد کا ذکر یا تصور کرے) اَلْاَمْرَ شَرٌّلِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْلِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ

دو رکعت نفل پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرلی تو بس استخارہ ہوگیا۔

استخارہ کا کوئی وقت مقرر نہیں

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ استخارہ ہمیشہ رات کو سوتے وقت ہی کرنا چاہئے یا عشاء کی نماز کے بعد ہی کرنا چاہئے۔ ایسا کوئی ضروری نہیں، بلکہ جب بھی موقع ملے اس وقت یہ استخارہ کرلے۔ نہ رات کی کوئی قید ہے، اور نہ دن کی کوئی قید ہے نہ سونے کی کوئی قید ہے اور نہ جاگنے کی کوئی قید ہے۔

خواب آنا ضروری نہیں

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ استخارہ کرنے کے بعد خواب آئے گا اور خواب کے ذریعہ ہمیں بتایا جائے گا کہ یہ کام کرو یا نہ کرو۔ یاد رکھئے! خواب آنا کوئی ضروری نہیں کہ خواب میں کوئی بات ضرور بتائی جائے یا خواب میں کوئی اشارہ ضرور دیا جائے، بعض مرتبہ خواب میں آجاتا ہے اور بعض مرتبہ خواب میں کچھ نہیں آتا۔

استخارہ کی مختصر دعائیں

اوپر استخارہ کا جو مسنون طریقہ عرض کیا، یہ تو اس وقت ہے جب آدمی کو استخارہ کرنے کی مہلت اور موقع ہو، اس وقت تو دو رکعت پڑھ کر وہ مسنون دعا پڑھے۔ لیکن بسا اوقات انسان کو اتنی جلدی فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ اس کو پوری دو رکعت پڑھ کر دعا کرنے کا موقع ہی نہیں ہوتا، اس لئے کہ اچانک کوئی کام سامنے آگیا اور فوراً اس کے کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرنا ہے۔ اس موقع کے لئے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا تلقین فرمائی ہے۔ وہ یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ خِرْلِیْ وَاخْتَرْلِیْ (کنز العمال)

اے اللہ! میرے لئے آپ (صحیح راستہ) پسند فرما دیجئے اور میرے لئے آپ ہی انتخاب فرما دیجئے (کہ مجھے کون سا راستہ اختیار کرنا چاہئے)۔

بس یہ دعا پڑھ لے۔ اس کے علاوہ ایک اور دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی ہے۔ وہ یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ وَسَدِّدْنِیْ (صحیح مسلم)

اے اللہ! میری صحیح ہدایت فرمائیے اور مجھے سیدھے راستے پر رکھئے۔

اسی طرح ایک اور مسنون دعا ہے:

اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ (ترمذی)

اے اللہ! جو صحیح راستہ ہے وہ میرے دل پر القا فرما دیجئے۔

ان دعاؤں میں سے جو دعا یاد آجائے اس کو اسی وقت پڑھ لے۔ اور اگر عربی میں دعا یاد نہ آئے تو اردو ہی میں دعا کرلو کہ یا اللہ! مجھے یہ کشمکش پیش آگئی ہے آپ مجھے صحیح راستہ دکھا دیجئے۔ اگر زبان سے نہ کہہ سکو تو دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے کہہ دو کہ یا اللہ! یہ مشکل اور یہ پریشانی پیش آگئی ہے، آپ صحیح راستہ دل میں ڈال دیجئے۔ جو راستہ آپ کی رضا کے مطابق ہو اور جس میں میرے لئے خیر ہو۔

حضرت مفتی اعظم رحمہ اللہ کا معمول

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد ماجد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ساری عمر یہ عمل کرتے دیکھا کہ جب کبھی کوئی ایسا معاملہ پیش آتا جس میں فوراً فیصلہ کرنا ہوتا کہ یہ دو راستے ہیں، ان میں سے ایک راستے کو اختیار کرنا ہے، تو آپ اس وقت چند لمحوں کے لئے آنکھ بند کر لیتے، اب جو شخص آپ کی عادت سے واقف نہیں اس کو معلوم بھی نہیں ہوتا کہ یہ آنکھ بند کر کے کیا کام ہو رہا ہے، لیکن حقیقت میں وہ آنکھ بند کر کے ذرا سی دیر میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیتے اور دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے دعا کر لیتے کہ یا اللہ! میرے سامنے یہ کشمکش کی بات پیش آگئی ہے، میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا فیصلہ کروں، آپ میرے دل میں وہ بات ڈال دیجئے جو آپ کے نزدیک بہتر ہو۔ بس دل ہی دل میں یہ چھوٹا سا اور مختصر سا استخارہ ہو گیا۔

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بھائی! اپنے اللہ میاں سے باتیں کیا کرو کہ جہاں کوئی واقعہ پیش آئے، اس میں فوراً اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ لو، اللہ تعالیٰ سے رجوع کر لو، اس میں اللہ تعالیٰ سے ہدایت طلب کر لو اور اپنی زندگی میں اس کام کی عادت ڈال لو۔ رفتہ رفتہ یہ چیز اللہ تعالیٰ کیساتھ تعلق کو مضبوط کر دیتی ہے، اور یہ تعلق اتنا مضبوط ہو جاتا ہے کہ پھر ہر وقت اللہ تعالیٰ کا دھیان دل میں رہتا ہے۔

نسخہ 82

نماز کی روح حاصل کیجئے

اللہ تعالیٰ کی اہم ترین عبادت بارگاہ خداوندی میں شرف قبولیت حاصل کرلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اگر ہم نماز ادا کرتے بھی ہیں تو اس کی اصل روح جو کہ خشوع وخضوع ہے اس سے غفلت رہتی ہے جس کی وجہ سے نماز کے انوار وبرکات میں کمی اور اس کی قبولیت متاثر ہوکر رہ جاتی ہے اگر ہماری نماز درست ہو جائے تو پوری زندگی کا قبلہ درست ہو سکتا ہے۔

سب سے پہلے خشوع اٹھایا جائے گا

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ (جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راز دار کہلاتے ہیں) فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے نماز کا خشوع اٹھایا جائے گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس نماز کی طرف توجہ ہی نہیں فرماتے جس میں رکوع سجدہ اچھی طرح نہ کیا جائے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ آدمی ساٹھ برس تک نماز پڑھتا ہے مگر ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی کہ کبھی رکوع اچھی طرح کرتا ہے تو سجدہ پورا نہیں کرتا سجدہ کرتا ہے تو رکوع پورا نہیں کرتا۔

نماز کا ثواب خشوع خضوع کے مطابق ہوتا ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی نماز سے فارغ ہوتا ہے اور اس کیلئے ثواب کا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے اسی طرح بعض کیلئے نواں حصہ بعض کیلئے آٹھواں حصہ ساتواں چھٹا پانچواں چوتھائی تہائی آدھا حصہ لکھا جاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس درجہ کا خشوع اور اخلاص نماز میں ہوتا ہے اتنی ہی مقدار اجر وثواب کی ملتی ہے... حتیٰ کہ بعض کو پورے اجر کا دسواں حصہ ملتا ہے اگر اس کے موافق خشوع وخضوع ہوا اور بعض کو آدھا مل جاتا ہے اور اسی طرح دسویں سے کم اور آدھے سے زیادہ بھی مل جاتا ہے حتیٰ کہ بعض کو پورا پورا اجر مل جاتا ہے اور بعض کو بالکل بھی نہیں ملتا کہ وہ نماز اس قابل ہی نہیں ہوتی۔ ایک

حدیث میں آیا ہے کہ فرض نماز کے لئے اللہ کے یہاں ایک خاص وزن ہے جتنی اس میں کمی رہ جاتی ہے اس کا حساب کیا جاتا ہے۔

احادیث میں آیا ہے کہ لوگوں میں سے سب سے پہلے خشوع اٹھایا جائے گا کہ پوری جماعت میں ایک شخص بھی خشوع سے نماز پڑھنے والا نہ ملے گا۔(جامع الصغیر)

نماز میں خشوع اور حضور قلب کا آسان نسخہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ خشوع نماز کی روح ہے اسکے حاصل کرنے کیلئے مشائخ نے بہت سے طریقے اور اعمال لکھے ہیں تجربہ شاہد ہے کہ اسکی کوشش میں زیادہ کھپ جانے سے تھکان پھر اکتاہٹ پیدا ہو جاتی ہے اس لئے اس میں اعتدال چاہئے اور اسکی حد یہ ہے کہ جو الفاظ نماز میں زبان سے ادا کرتا ہے وہ محض یاد سے پڑھتا نہ چلا جائے بلکہ ایک ایک لفظ پر اس طرح دھیان لگائے جیسے کچا حافظ قرآن کے الفاظ کو سوچ سوچ کر نکالتا ہے اور اس میں بھی اگر کسی وقت غفلت ہو جائے تو اس کے قلق اور آئندہ کی فکر چھوڑ کر اسی طریقہ پر آجائے کہ جو الفاظ زبان سے ادا کر رہا ہے اس پر دھیان لگادے۔

نماز میں استغراق کی کیفیت مطلوب نہیں کہ اسکو اور کسی چیز کی خبر ہی نہ رہے۔ استغراق اور چیز ہے خشوع اور چیز۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں استغراق نہیں ہوتا تھا۔ اس پر وہ حدیث شاہد ہے جس میں فرمایا ہے کہ جماعت نماز کے وقت اگر کسی بچے کے رونے کی آواز آتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو مختصر فرما دیتے تھے کہ بچے کی ماں اسکے رونے سے نماز میں پریشان ہوگی۔ اگر استغراق کی کیفیت ہوتی تو بچے کے رونے کی آواز کیسے آپکو معلوم ہوتی اور حقیقت بھی یہ ہے کہ استغراق ایک غیر اختیاری حالت ہے اس میں ترقی نہیں ہوتی ترقی انہی اعمال میں ہوتی ہے جو اپنے اختیار سے کئے جائیں۔ خشوع بھی ایک اختیاری عمل ہے اور وہی مطلوب ہے۔

نسخہ 83

رحمت خداوندی کو اپنی طرف متوجہ کیجئے

اصلاح کیلئے اللہ والوں کی صحبت ضروری ہے اور اللہ کے نیک بندوں کی صحبت میں رہنے سے جو اصلاح ہوتی ہے اس میں کچھ تو بندہ ہمت کرتا ہے لیکن اصل کام اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بنتا ہے اور جب کوئی بندہ اخلاص کے ساتھ اپنی اصلاح کی کوشش شروع کرتا ہے تو اللہ کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہو کر اسے اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ اہل اللہ کے ہاں اسی کو جذب کہتے ہیں اور کام اسی سے بنتا ہے ہمارا جو حال بھی ہو بہر صورت اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب بن کر اپنی اصلاح کی کوشش شروع کرنی چاہئے۔ لہٰذا کسی اللہ والے سے رابطہ قائم کرلیں اور پھر کوشش میں لگ جائیں ورنہ قرآن کریم میں صاف ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ پاک کسی قوم کے حال کو تبدیل نہیں فرماتے جب تک وہ خود اپنے آپ کو بدلنا نہ چاہیں۔

ہم سب اپنی اصلاح کے محتاج ہیں ہمیں اپنے اخلاق و اعمال سنوارنے اور اپنے آپ کو درست کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ ہماری ہمت و حوصلہ اور خدائی رحمت کے بارے میں بزرگ مثال دیتے ہیں کہ جب ہم اپنی اصلاح کیلئے چلیں گے تو بالکل بچے کی طرح ہم کھڑے ہوں گے۔ ہماری ہمت بھی ناقص ہوگی کبھی چلیں گے کبھی گریں گے جیسے بچہ پہلی دفعہ چلنے لگتا ہے جب گرنے لگتا ہے تو ماں باپ لپک کر اسے پکڑ لیتے ہیں ایسے ہی اللہ تعالیٰ اپنے بندے کا ہاتھ تھام لیتے ہیں اب اگر بچہ قدم ہی نہ اٹھائے اور چلنے کا ارادہ ہی نہ کرے تو کیا ماں باپ اس کو چلا دیں گے؟ اسی طرح اصلاح کیلئے بھی پہلے خود ہمت کرنی ہوگی اور ہمت کا طریقہ یہ ہے کہ پختہ عزم کرے کہ میں سارے گناہ چھوڑتا ہوں چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ معاشرہ میں جتنے بھی منکرات رائج ہیں میں ان سب سے توبہ کرتا ہوں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام کروں گا لیکن اس کیلئے پختہ ہمت اور مضبوط حوصلے کی ضرورت ہے۔ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی رضا ملتی ہے۔

واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی اس وقت متوجہ ہوتی ہے جب کوئی گناہوں کو چھوڑنے کی ہمت کرتا ہے ہمارے سلسلہ امدادیہ میں بہت جلدی جذب ہوتا ہے اور اللہ کی رحمت بہت جلد بندہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ اسی رحمت سے اللہ تعالیٰ کا صحیح تعلق نصیب ہوتا ہے۔ سلسلہ امدادیہ میں اتباع سنت کا اہتمام بہت زیادہ ہوتا ہے گویا یہاں اول تا آخر جو طریقہ ہے وہ سنت کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک طریقہ میں جو جذب وکشش ہے وہ کسی بھی طریقے میں نہیں ہو سکتی۔

لہٰذا ہمیں بھی چاہئے کہ ہمارے عمل میں پختگی آجائیں اور اگر ہم سنت کے مطابق تمام کاموں کو انجام دیں گے تو اس میں کوئی اضافی وقت خرچ نہیں ہوگا اور اللہ کے ہاں اجر مل جائیگا۔

ہماری پوری زندگی سنت کے سانچے میں ڈھل جائے اس کیلئے دو کتابیں نہایت مفید اور قابل مطالعہ ہیں۔ ایک حضرت عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفی رحمہ اللہ کی "اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" ہے۔

اور دوسری چھوٹی کتاب "علیکم بسنتی" ہے۔ ہمارے جتنے بھی اکابر ہیں ان کے ہاں آپ کو ہر عمل میں سنت ہی سنت نظر آئے گی۔ اس لئے یہاں زیادہ مشقتیں نہیں اور مجاہدے وریاضتیں نہیں صرف سنت کی تعلیم ہے اس کی ہمیں فکر کرنی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل وکرم سے اتباع سنت کی دولت سے مالا مال فرمائیں آمین۔

قلب کی صفائی

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

کہ قلب کی صفائی اصلاح اعمال سے ہوتی ہے وظائف صرف معین ہوتی ہیں

نسخہ 84

زوجین کیلئے سچی محبت کا گُر

زندگی کے سفر میں زوجین کا تعلق بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ دو خاندانوں میں باہم قرابت ورشتہ داری کا تعلق قائم ہوجاتا ہے۔ زوجین میں باہمی محبت وہ بنیادی چیز ہے جو ہر قسم کے جھگڑوں کو نمٹانے میں نسخہ کیمیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ ذیل کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ زوجین کے پرسکون لمحات زندگی کیلئے اس محبت وتعلق میں اضافہ ہونا چاہئے تاکہ زندگی کا یہ سفر کامیاب ہوسکے۔

جب کسی کی شادی ہوتی ہے اور پسندیدہ جگہ پر ہوتی ہے تو غور کیجئے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کو کتنا چاہ رہے ہوتے ہیں، دیکھنے ملنے کو نہ صرف ترس رہے ہوتے ہیں بلکہ مچھلی کی طرح تڑپ رہے ہوتے ہیں اور بزبان حال کہہ رہے ہوتے ہیں کہ کون سا دن ہوگا کون سی رات ہوگی کہ ہماری شادی اور ملاقات ہوگی۔

اس چاہت میں اضافہ ہونا چاہئے یا کمی؟ ظاہر ہے کہ شریعت نے اجازت دی ہے کہ میاں بیوی آپس میں خوب سے خوب تر محبت بڑھا سکتے ہیں۔ میاں بیوی کے درمیان پھوٹ ڈالنے بد اعتمادی اور بدگمانی پیدا کرنے کے لیے شیطان پہلے ہی دن سے انہی چکروں میں لگا رہتا ہے۔ شیطان کوئی جملہ کوئی حرکت کوئی ادا میاں بیوی میں سے کسی کی لے کر دوسرے کو خراب کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا، یہ شیطان کی نوکری ہے اس کی مجبوری ہے بلکہ ابلیس کے قریبی رشتہ دار اس ملازمت میں سرفہرست ہوتے ہیں جو ملازم شیطان میاں بیوی کے درمیان طلاق تک نوبت پہنچا دے اسے نہ صرف پوری تنخواہ بلکہ اعزازی تحفہ سے نوازا جاتا ہے۔ ہم اس بات کو سمجھ نہیں رہے ہوتے ہم اپنی انا کا مسئلہ سمجھ کر الجھنوں کو بڑھا رہے ہوتے ہیں خدا کیلئے ذرا سنبھلئے! آپ کے گھر میں اگر لڑائی جھگڑا چل رہا ہوتا ہے تو ذرا رکیے شیطان کو کامیاب کیوں ہونے دیں ہم آپس میں مل بیٹھ کر جھگڑوں کو ختم کر سکتے ہیں۔ جو غلط فہمیاں بھی ہیں سب ابلیس کے رشتہ داروں نے ہمیں لڑانے کی خاطر پیدا کر رکھی ہیں اچھے بھلے سمجھدار ہو کر پھر شیطان کو کامیاب کریں یہ ہماری کم بختی

اور جھگڑے کے فلسفہ سے لاعلمی ہے۔

شوہر بیوی میں تعلق :۔ میاں بیوی کے درمیان محبت سچی اور دینی ہوتی ہے ایک دوسرے کیلئے باعث تسکین ہوتے ہیں جو بہت بڑی نعمت ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ رشتہ دو چار دن کا تو ہے نہیں کبھی غصہ آ جاتا ہے مگر شیطان کی چوٹ سے ہوشیار رہ کر سنبھل جانا چاہئے بلکہ ایک دوسرے کو خوب خوش کرنا چاہئے۔ ازدواجی زندگی اور تعلقات کو مزید بہتر سے بہتر بنانا چاہئے۔ مثلاً کسی کی شادی کو بیس سال ہو گئے ہیں تو اب نیا دور ہے دنیا اپنے نئے سے نئے رنگ دکھا رہی ہے۔ اب میاں بیوی کو چاہئے کہ ایک دوسرے کو خوش کرنے کیلئے جائز درجہ میں زیب و زینت بڑھا ئیں اعمال محبت بڑھا ئیں۔ پہلے اگر سادگی سے ازدواجی زندگی کے حقوق ادا کرتے تھے اب اس میں اضافہ کیجئے۔ بیوی شوہر کے گھر آنے پر اس کی مرضی کے کپڑے پہنے کبھی خاوند رغبت کرنے میں آگے بڑھے تو خود پہل کرے، کبھی خاتون کو اپنی ضرورت پوری کرنے اور خاوند سے تسکین حاصل کرنے میں پہل کرنی چاہئے۔ خاوند اگر بیوی سے اظہار محبت کرے تو عورت کو بھی چاہئے اس سے بڑھ کر اسی قسم کا تعاون اس سے کرے۔

یاد رکھئے! امرد حضرات جو باہر تانک جھانک کرتے ہیں اس کی اصل وجہ بیوی کا اسے خود محبت نہ کرنا ہے اگر بیوی خود خاوند سے محبت کرے اس کی مرضی کی زینت کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ خاوند باہر جھانکے جس عمر کے بھی میاں بیوی ہوں انہیں آپس میں پیار و محبت کے مختلف انداز بنا کر کوئی کسر نہ چھوڑنی چاہئے۔ اس لئے کہ یہی کام باہر ناجائز ہے جبکہ گھر ہر طرح کی گنجائش ہے اس سے جھگڑے بھی ختم ہوں گے ازدواجی زندگی بھی خوش ہوگی۔ اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ دیں۔ آمین۔

نسخہ 85

مریض کیلئے تسکین بخش لائحہ عمل

بلاشبہ ہماری سائنسی اور طبی قابل رشک سہولتوں کے باوجود آج کا انسان بحیثیت مجموعی صحت کے حوالے سے انتہائی قابل رحم حالت میں ہے۔ انسانی طبقے کا شاید ہی کوئی فرد ایسا ہوگا جو یہ دعویٰ کر سکے کہ میں ہر اعتبار اور ہر حوالے سے صحت کے بارہ میں اطمینان بخش صورتحال کا حامل ہوں؟ معمولی بیماریوں سے لیکر مہلک امراض تک انسانی جانوں سے ایسے چمٹے ہوئے ہیں کہ ہر گھرانے کے صحتی بجٹ نے محدود آمدنیوں کو دیمک کی طرح چاٹ کر ختم کر دیا ہے۔ انسانی اذہان اس اعصابی جنگ میں شکست خوردہ کی طرح حوصلے ہار بیٹھے ہیں۔ اشرف المخلوقات کہیں نفسیاتی مریضوں کی طرح زندگی گزارنے پر مجبور ہے اور کہیں زندہ لاش کی صورت میں اپنے زخم چاٹتا دکھائی دیتا ہے۔ اس قدر بے انتہا سہولتوں کے باوجود دماغ کا اس قدر ماؤف رہنا انتہائی گھمبیر قابل تشویش صورتحال ہے۔ ذورا بھی ہوئی بھی ایسی تو نہ تھی؟ ایسا بے بس تو شاید سہولتوں سے عاری دعا لی سو دو سال پہلے کا انسان بھی نہ تھا۔

ان حقائق کو قبول کرتے ہوئے بیمار کیا کرے کہ اس کی زندگی کچھ آسان ہو جائے۔ اس کی بے بسی کو سہارا مل جائے اس کی آنکھوں میں امید کی کرن نظر آنے لگے اس کے سامنے سے نا امیدی کی دھول چھٹنے لگے۔ مایوسی کی دلدل سے نکلنے کی راہیں کھلنے لگیں۔ مایوسی کی اس سخت تاریک نہایت اندھیری انتہائی سیاہ رات کے اطولان راستے پر بہت ہی قریب ایک مقام ایسا بھی موجود ہے جہاں ایک چراغ ہلکا ایک جگنو نہیں اس سے بھی بڑھ کر نہایت روشن چاند (مذہب اسلام) مستقل جگمگا رہا ہے جس کی پرنور شعاعیں امید افزا مسرت آمیز ٹھنڈک بھری روشنیاں چاروں طرف پھیلا رہی ہیں۔

آیئے! ان نورانی شعاعوں سے اپنی مایوسیوں کے صحت بخش علاج میں مدد حاصل کریں۔

مذہب اسلام اس سلسلے میں جو رہنمائی کرتا ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔ بیماریاں اور تکالیف نیک انسان کے درجات بلند کرنے کیلئے آتی ہیں۔

2۔ گناہگار انسان کے گناہوں کے کفارے کیلئے آتی ہیں۔

3۔ ہر مسلمان کا آخرت میں ایک مقام اور درجہ ہے اگر وہ اپنے نیک اعمال کے ذریعے اس مقام کو حاصل نہیں کر پاتا تو دنیا میں اس پر بیماریاں اور تکالیف بھیج کر صبر کی توفیق دی جاتی ہے جس کے ذریعے وہ اس مقام کو حاصل کرنے کے قابل بن جاتا ہے۔

4۔ بیماریاں اور تکالیف مریض کیلئے اس معنی میں شکر کا درجہ رکھتی ہیں کہ ان کی وجہ سے انسان کئی گناہوں سے بچا لیا جاتا ہے۔

5۔ بیماریوں اور تکالیف کی وجہ سے اگر کچھ نیک اعمال چھوٹ جاتے ہیں (جو صحت کے زمانے میں کئے جاتے رہے ہوں) تو ان کا اجر بغیر کئے بھی ملتا رہتا ہے۔

6۔ بیماریوں اور تکالیف کی بنیاد پر بھی بندہ اس قابل بن جاتا ہے کہ اس کی دعائیں مقبول ہوں۔

7۔ بیماریوں اور تکالیف کی وجہ سے بندہ تیمارداروں کے اجر کا ذریعہ بنا رہتا ہے۔

8۔ بیماریوں اور تکالیف کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا' فرشتوں کی دعاؤں کا اور انسانوں کی محبتوں کا مرکز بنا رہتا ہے۔

9۔ بیماریوں اور تکالیف کی وجہ سے بندے کو اپنے گناہوں کی معافی مانگنے توبہ کرنے اور استغفار کے مواقع نصیب رہتے ہیں۔

10۔ بیماریوں اور تکالیف کی وجہ سے بندے کے اندر عاجزی' نرم دلی اور دوسروں کا احسان ماننے کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

11۔ اللہ تعالیٰ سے بیماریاں اور تکالیف نہیں عافیت ہی مانگی جاتی ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیماریاں اور تکالیف آجائیں تو ہائے واویلا' اظہار مصیبت و افسوس کے بجائے صبر کا دامن تھام کر رکھیں۔

12۔ بیماریوں اور تکالیف کو دور کرنے کیلئے مادی اسباب اختیار کرنے کے ساتھ روحانی اسباب بھی اختیار کئے جائیں۔ یعنی نماز صلوۃ الحاجات' صدقہ و خیرات اور دعاؤں کا اہتمام بھی رکھا جائے۔

13۔ روزانہ کی پانچ نمازیں اور وتر ہر حال میں ضروری ہیں۔ اس میں بیماری کی وجہ سے اگرچہ کچھ رعایتیں بھی ہیں۔ لیکن ہوش باقی رہنے تک معاف نہیں ہیں۔ لہٰذا بیماری کی حالت میں بھی ادا کرنی ہیں۔ جیسے بھی ممکن ہوں بہت سے لوگ بیماری کی حالت میں اس لئے چھوڑ دیتے ہیں کہ ان سے تندرستی کی حالت کی طرح پڑھی نہیں جاتیں۔ تو واضح رہے کہ ان پر تندرستی کی حالت کی طرح نہیں بیماری کی حالت میں جیسے پڑھی جا سکتی ہیں ویسی فرض ہیں۔ اسی

طرح رمضان کے روزے اگر بیماری میں نہ رکھے جا سکتے ہوں تو معاف نہیں ہو جاتے تندرست ہونے کے زمانے میں قضا رکھنے ضروری ہیں۔

14۔ اپنے تیمارداروں پر بوجھ بن کر نہ رہ جائیں بلکہ جہاں تک ممکن ہو اپنی ضروریات خود پوری کرنے کی کوشش کریں۔ معذوری کی حالت میں بھی ان پر ناراض رہنے کی بجائے انکے ساتھ تعاون کا رویہ اپنائیں۔

15۔ جب تک اور جہاں تک ممکن ہو بیماری کی حالت میں بھی اپنے آپ کو معاشی اور دیگر ذمہ داریوں میں معروف رکھیں۔ اپنے آپ کو بالکل فارغ رکھنے والا بیمار طرح طرح کے توہمات کا شکار ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو ذمہ داریوں سے فارغ رکھنے والا تندرست منفی سرگرمیوں میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

16۔ کبھی بھی حوصلہ نہ ہاریں اپنی سوچ مثبت رکھیں صحت کا عزم رکھیں۔ واضح رہے کہ دوائیاں اس عزم میں مددگار ہوتی ہیں۔ لیکن منفی سوچ رکھنے والے ہمت کے ہارے ہوئے کیلئے بیکار ہی ثابت ہوتی ہیں۔

17۔ اگر بالغ ہونے کے بعد کی قضا نمازیں باقی ہوں تو موقعہ غنیمت جان کر ان کی ادائیگی کا اہتمام کریں۔

18۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے شعبوں کے تمام معاملات میں اپنی پوزیشن صاف کرلیں۔

19۔ ذکر اللہ، درود شریف، استغفار اور دعاؤں کا اہتمام رکھیں۔

20۔ ہر حال میں اپنے مقدر پر راضی رہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہیں۔

مندرجہ بالا لائحہ عمل سے نہ صرف بیماریوں کو بھگایا جا سکتا ہے زندگی کو آسان بنایا جا سکتا ہے بلکہ اپنے آپ کو بھی کارآمد باقی رکھا جا سکتا ہے۔

یاد رکھیں! اس غیر انسانی دور میں کسی کا بھی بوجھ زیادہ دیر برداشت کرنے کا تصور ہی نہیں ہے۔

نسخہ 86

کچھ ہاتھ نہیں آتا ہے آہ سحر گاہی

ایک صاحب کہنے لگے کہ آج کل ہر انسان پریشان ہے اور رو رہا ہے۔ اسے جواب ملا کہ جب سے امت نے راتوں کا رونا چھوڑا ہے دن کا رونا اسکے حصہ میں آ گیا ہے۔ جن کی راتیں اللہ کے سامنے گریہ وزاری میں گزرتی ہیں انکے دن خوشگوار ہو جاتے ہیں۔ مطلب ظاہر ہے کہ انسان جب پچھلے پہر اٹھ کر اللہ کے سامنے آہ وزاری کیساتھ اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ فوراً ہی معاف کر دیتے ہیں۔ جن گناہوں کی وجہ سے وہ مسائل کی دلدل میں پھنسا ہوتا ہے۔ معافی ملنے پر اسکے مسائل فوراً حل ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ بقول خواجہ صاحب

دہ عشق صادق کا سوز کامل ان اپنی آہوں میں کرلے شامل
تو کونسی پھر مہم ہے اے دل جو آہ کرتے ہی سر نہیں ہے

ایک صاحب دل جو کثرت سے شب بیداری کرتے تھے ان سے کہا گیا کہ حضرت آپ ساری رات جاگتے ہیں کچھ سو بھی لیا کریں تو ارشاد فرمایا کہ قبر میں بہت سونا ہے اب تو عبادت کا زمانہ ہے۔

تہجد کی اہمیت

آج ہم سب کو اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اپنی راتوں کو زندہ کریں خواب غفلت سے جاگیں اور کچھ وقت رات کی عبادت کیلئے بھی فارغ کریں۔ کسی صاحب نے ایک بزرگ سے شب قدر کا پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ جس شب کی تم قدر کرلو تمہارے لئے وہی رات شب قدر ہے۔ کسی نے ایک صحابی کو خواب میں دیکھا تو انہوں نے فرمایا کہ تمہاری دن کی عبادات تو ہمارے مشابہ ہیں لیکن تمہاری راتیں ہمارے مشابہ نہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ لاکھوں میں کوئی ایک اپنی راتوں کو ذکر و عبادت اور تلاوت و دعا میں گزار کر صحابہ کرام کی راتوں سے مشابہت اختیار کرتا ہوگا۔ ورنہ تو عموی طور پر غفلت ہی ہے۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرما دیا کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ تو کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی راتیں ہمارے لئے نمونہ نہیں؟

بادشاہوں کے دربار

دنیا میں جتنے بادشاہوں کے دربار ہیں وہ سب چھوٹے ہیں اور ہر بادشاہ کا دربار رات کو بند ہو جاتا ہے جبکہ سب سے بڑا دربار مالک حقیقی اللہ جل شانہ کا ہے جو رات کو بھی بند نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس ذات کو نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ۔ بلکہ اس وقت مالک حقیقی خود پیش کش کرتا ہے کہ حاجت مند اور سوالی آئیں اور مجھ سے مانگیں تاکہ میں انہیں نوازوں۔ بندوں کی محرومی دیکھئے کہ اس وقت دنیا سے بے خبر خواب غفلت میں پڑے نیند کے مزے لے رہے ہوتے ہیں۔

ولایت کا معیار

سعادت اور نیکی کے اعلیٰ درجے کے حصول کیلئے تہجد کے وقت اٹھنا بہت ضروری ہے۔ صوفیاء کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی ولی ایسا نہیں گزرا جس نے تہجد نہ پڑھی ہو۔ تہجد کو قرب الٰہی میں خاص دخل ہے۔ نیز حدیث شریف میں آتا ہے لازم ہے تم پر قیام لیل کیونکہ وہ تم سے پہلے نیک لوگوں کی عادت رہی ہے۔ نیز تہجد کی فضیلت میں آتا ہے کہ وہ تم کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والی ہے۔ گناہوں کا کفارہ ہے اور گناہوں سے روکنے والی ہے۔

شہنشاہ کی آمد

انسان کی کتنی بڑی خوش بختی ہے کہ بادشاہوں کا بادشاہ مالک حقیقی اللہ جل شانہ رات کے آخری پہر خود آسمان دنیا پر تشریف لے آتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں۔

ہے کوئی طالب مغفرت جس کی مغفرت کروں؟

ہے کوئی رزق کا طالب جس کو رزق دوں؟

ہے کوئی حاجت مند جس کا سوال پورا کروں؟

جب خالق کائنات خود ہی پوچھ رہے ہیں تو پھر سوال پورا کیوں نہیں کریں گے۔ اس وقت اللہ کا دربار ایسی شان سے کھلا ہوتا ہے کہ عطائے عام ہو رہی ہوتی ہے۔ آپ کی بھی کوئی حاجت یا پریشانی ہو تو اس وقت دربار میں حاضر ہو جاؤ یہ وہ دربار ہے جہاں سے کوئی بھی خالی اور محروم نہیں جاتا۔

دعا جو دل سے نکالی جائے گی   دیکھنا پھر نہ وہ خالی جائے گی

انسان اپنی مشکلات کے حل کیلئے اللہ کی مدد کا محتاج ہوتا ہے اور ہر انسان کی خواہش ہوتی

ہے کہ اللہ تعالیٰ میری طرف متوجہ ہو اور میرے مسائل حل ہوں جبکہ رات کو بوقت تہجد مالک خود عطا کرنے کیلئے تیار ہوتا ہے تو ہم غافل ہوتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر کیا محرومی ہوگی کہ جس وقت عطا کے دروازے کھلے ہوتے ہیں اور ہم بے خبر سوتے ہیں۔

صحت کا ضامن

تہجد پر صحت وتندرستی کا ملنا بھی منقول ہے۔ تہجد کا وقت ویسے بھی سکون اور اطمینان کا ہوتا ہے۔ اس وقت ماحول ہر قسم کے شور گردوغبار دھواں اور آلودگی سے پاک ہوتا ہے اس وقت کی صاف ستھری اور پاکیزہ ہوا جب سانس کے ذریعے اندر آتی جاتی ہے تو اس کا صحت پر اچھا اثر پڑنا لازمی ہے۔ آپ کچھ دن تہجد میں اٹھ کر دیکھ لیں اس کے صحت پر بھی بہت اچھے اثرات پڑتے ہیں۔

ماہ مبارک اور تہجد کا معمول

ابھی رمضان کا ماہ مبارک گزرا ہے۔ اکثر خواتین اور مرد حضرات کو الحمدللہ تہجد کا موقع ملا ہوگا کیونکہ روزہ کی خاطر سحری کیلئے تو اٹھنا ہی پڑتا تھا۔ اس وقت کو سوچیں کہ تہجد کے وقت نوافل ذکر و عبادت میں کیسے قلب کو مزہ اور سکون ملتا تھا۔ لہٰذا اس لذت کو یاد کرے۔

عجب چیز ہے لذت آشنائی

اور سال کے بقیہ ایام میں بھی تہجد کا اہتمام کرے۔ ہاں انسان کمزور ہے۔ آج کل صحت بھی کمزور ہے اگر روزانہ پابندی سے تہجد نہیں ہو سکتی تو بھی گھبرائے نہیں۔ پابندی نہ سہی لیکن بالکل ناغہ بھی تو نہیں ہونا چاہیے۔ چاہے ہفتہ میں ایک دو بار ہی سہی۔ تاہم تہجد میں اٹھنے کا آغاز تو کردے اور سب سے بڑے دربار کی حاضری کو اپنی سعادت سمجھے۔

آخری درجہ یہ ہے کہ عشاء کی نماز میں دو چار رکعت تہجد کی نیت سے پڑھ لیا کرے تو یہ معمول بھی اسے تہجد گزاروں کی فہرست میں شامل کرے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تہجد کی نماز پڑھنے کی ہمت و توفیق نصیب فرمائے آمین۔

نسخہ 87

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل خانہ سے برتاؤ

اللہ تعالٰی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تا قیامت انسانیت کیلئے راہنما بنا کر مبعوث فرمایا زندگی کا کوئی موقع ہو اس کے بارہ میں آپ کی سیرۃ طیبہ ہمارے لئے مینارہ ہے۔ زندگی کا ایک اہم باب زوجین کا تعلق ہے۔ اس نازک تعلق کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس محبت اور خوشگوار انداز میں نبھایا وہ ہم سب کیلئے بہترین اسوہ ہے۔ آیئے اپنی زندگی کو پرسکون بنانے کیلئے اسوہ حسنہ کا مطالعہ کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (یعنی نکاح ورخصتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آ جانے کے بعد بھی) گڑیوں سے کھیلا کرتی تھیں اور میرے ساتھ کھیلنے والی میری کچھ سہیلیاں تھیں، جو ساتھ کھیلنے کے لئے میرے پاس یہاں بھی آجایا کرتی تھیں تو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لاتے تھے تو وہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام میں کھیل چھوڑ کر) گھر کے اندر جا چھپتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو میرے پاس بھجوا دیتے (یعنی خود فرما دیتے کہ وہ اسی طرح کھیلتی رہیں) چنانچہ وہ آ کر پھر میرے ساتھ کھیلنے لگتیں۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اس کھیل اور تفریحی مشغلہ سے نہ صرف یہ کہ منع نہیں فرماتے بلکہ اس بارے میں ان کی اس حد تک دلداری فرماتے تھے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے پر ساتھ کھیلنے والی دوسری بچیاں کھیل چھوڑ کر بھاگتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کو کھیل جاری رکھنے کیلئے فرما دیتے، ظاہر ہے کہ بیوی کی دلداری کی یہ انتہائی مثال ہے۔ (معارف الحدیث)

بیوی سے دوڑ کا مقابلہ

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں نکلی، میں

(ان دنوں) ہلکے بدن کی تھی، جب ایک جگہ ٹھہراؤ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ دوڑ کے مقابلے کے لئے) آگے بڑھو، پھر مجھ سے فرمایا: "اے عائشہؓ آؤ میں تم سے دوڑ میں بازی لگاؤں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ دوڑ لگائی تو میں آگے نکل گئی"، پھر دوسرے سفر میں نکلی، جبکہ میرا بدن بھاری ہو گیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ ٹھہراؤ کیا تو صحابہؓ سے فرمایا آگے بڑھو، پھر مجھ سے فرمایا: "عائشہ آؤ میں تم سے دوڑ میں بازی لگاؤں" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ دوڑ لگائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیت گئے اور آگے نکل گئے، آپ نے میرے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا "یہ پہلے کا بدلہ ہے"۔

یہ واقعہ اپنی ازواج کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن معاشرت کی اعلیٰ ترین مثال ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج کے ساتھ ایک پرمسرت اور خوشگوار زندگی بسر کرتے تھے اور اپنی بیویوں کے حق میں انتہائی مہربان اور مشفق تھے، اس میں امت کیلئے یہ سبق ہے کہ اپنی گھریلو زندگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حسن معاشرت کی پیروی کی جائے اور اپنی بیویوں کے ساتھ ہنسی خوشی اور باہمی پیار و محبت کے ساتھ رہا جائے۔

بیوی کو پیارے نام سے پکارنا: حسن معاشرت کے لئے شوہر کو چاہئے کہ اپنی بیوی سے پیار و محبت و دل لگی کی باتیں کیا کرے۔

تمام ازواج مطہرات میں حضرت عائشہؓ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبت تھی اور یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات جانتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارہا حضرت عائشہؓ کو ان ناموں سے پکارتے تھے: "یا حمیرا"، "یا روحی"، "یا ریحانی"، "یا محبوبی"، "یا حبیبتی" یعنی "اے حسینہ"، "اے میری جان"، "اے میری دلپسند خوشبو"، "اے میری محبوبہ"، "اے میری غمخوار"۔ اور اسی طرح کے الفاظ فرمایا کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی عورت کو ایسے کلمات کہتا ہے جس سے وہ خوش رہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن غم سے اس کو نجات دیتا ہے اور ہر کلمہ پر ۲۰۰ برس کی عبادت کا ثواب اس کے اعمال نامے میں لکھا جاتا ہے۔ (احیاء العلوم)

نسخہ 88

حسنِ تدبیر سے معاشی تنگی دور کیجئے

گھریلو ناچاقی کا ایک بڑا سبب روزی کی تنگی ہے، بیوی کو شکایت ہوتی ہے کہ اس گھر میں فلاں سہولت نہیں ہے، فلاں چیز نہیں ملی، بچوں کیلئے اب نئے کپڑے ہونا ضروری ہیں مگر خاوند کو پرواہ نہیں ہے، اگر ساس ساتھ رہتی ہے تو ہر وقت اسے کوسنے دیئے جا رہے ہیں مجھے کون سا عیش کرا رہے ہو جیسے تو اس گھر میں آ کر بس ہلاک ہی ہو رہی ہوں، اسی وجہ سے دلہن کا موڈ ہر وقت خراب رہتا ہے۔ خاوند شام کو تھکا ہارا گھر آ پہنچتا ہے کہ سارے دن کی جھک جھک سے فراغت ہوئی اور اب گھر میں راحت و آرام ملے گا مگر گھر پہنچتے ہی بیگم صاحبہ کا نا ریل چٹخ پڑتا ہے کہ فلاں چیز لانی تھی آپ پیسے دیکر نہیں گئے، اور نہ خود لے کر آئے بس یہیں سے جھگڑا شروع اور گھر جو کہ راحت و سکون کا سرچشمہ ہونا چاہئے وہ ذہنی اذیتوں کا مرکز بن جاتا ہے، ماں جو بڑے ارمانوں سے بہو کو گھر لائی ہوتی ہے اس کے ارمان ٹوٹنے لگتے ہیں اور یہ سلسلہ پھر آگے کئی خرابیوں کو جنم دیتا ہے اعتماد کی جگہ بے اعتمادی پھیلتی ہے، غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں اور پھر جوش و جذبات کی کرشمہ سازی نا معلوم کیا کیا گل کھلاتی ہے، مایوسی پھیلتی ہے اور ایک کنبہ اپنی زندگی کو ترقی دینے کی بجائے پیچھے کو چلنے لگتا ہے۔ پھر اس میں لڑکی کے میکے والے مداخلت کرتے ہیں اور وہ بھی اپنی بچی کی حمایت میں جذباتی ہو کر لڑکے والوں کے شکوہ شکایات پر مبنی کہانیاں بناتے اور عزیز و اقارب کو سنانے لگتے ہیں اس طرح جو دو خاندان انس و محبت کی تلاش میں ایک دوسرے سے ملے تھے اب وہاں سے نفرت کے دھوئیں اٹھتے ہیں، بدگمانی اتنی پھیلتی ہے کہ ایک دوسرے کی اچھی اور نیک نیتی کی بات بھی بری لگتی ہے اور اس میں بھی کوئی نہ کوئی برائی نکالی جاتی ہے۔

پچھلے دنوں اخبار میں پڑھا کہ تھانہ سیٹل ماڈل کے ہیڈ کانسٹیبل نے معاشی تنگی کی وجہ سے خود کشی کر لی۔ اس طرح کی اور بھی کئی خبریں پڑھی ہیں کہ کسی مزدور خوانچہ فروش نے غریبی سے تنگ آ کر خودکشی کر لی، یا دوسرا رخ یہ ہے کہ بیوی کو طلاق دیدی، یا لڑکی والوں نے بچی کو اپنے گھر بٹھا لیا، یا ایک اور پہلو یہ ہے کہ لڑکا اپنے والدین سے نالاں ہوتا ہے کہ سارا قصور ان کا ہے اگر یہ گھر میں نہ

ہوں تو میرا گھر خوشحالی سے چل سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ کہتے ہیں پہاڑ کی چوٹی پر پڑا پتھر جب ایک دفعہ اپنی جگہ سے کھسکتا ہے تو پھر وہ نیچے کی طرف لڑھکتا ہی رہتا ہے اسی طرح یہ خاندانی حالات ہیں کہ جب صحیح روش کو چھوڑ کر غلط رویہ اپنایا جاتا ہے تو پھر اس خاندان میں بگاڑ شروع ہوتا ہے اور بڑھتا ہی جاتا ہے ہوش اس وقت آتا ہے جب تیر کمان سے نکل چکا ہوتا ہے۔ پہلے سے ہی والدین اور سرپرستوں کا فرض ہے کہ وہ اولاد کی قرآن وسنت کی راہنمائی میں پرورش اور ذہن سازی کریں تا کہ زندگی کی گاڑی صحیح رفتار کے ساتھ باحفاظت سفر طے کرے۔

والدین کو چاہئے کہ وہ بچوں کو صبر، قناعت، شکرگزاری سکھائیں۔ اللہ تعالیٰ سے مانگنا سکھائیں۔

اگر خدانخواستہ خاتون خانہ یہ محسوس کرتی ہے کہ خاوند کی آمدنی کم ہے تو وہ سلیقہ کے ساتھ اس مسئلہ سے نمٹنے کی کوشش کرے نہ یہ کہ وہ فتنہ وفساد برپا کرے اور ایک مسئلہ کو بڑھا کر اس سے آگے اور کئی مسائل پیدا کر دے۔

اپنے اخراجات کی منصوبہ بندی ایسی کرے کہ خرچ اور آمدنی میں فاصلہ کم سے کم رہ جائے شکر کرے کہ جو کچھ میسر ہے اگر یہ بھی نہ ہوتا تو ہم کیا کر سکتے تھے۔ نماز وتلاوت کی پابندی کرے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے، خاوند کی حوصلہ افزائی کرے تا کہ اس کے حوصلے بلند ہوں، رزق کے خزانے تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وہ جسے جتنا چاہتا ہے عطاء کرتا ہے اس کی طرف اپنے دل کو متوجہ رکھے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ جب بھی کوئی تکلیف یا ضرورت پیش آئے تو جیسے بچہ بھوک کے وقت بے ساختہ ماں کی طرف لپکتا ہے ایسے آدمی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور اسی سے مدد مانگے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مروی ہے کہ جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً نماز کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ لہٰذا ہمارے لئے بھی راحت ونجات اسی میں ہے کہ ہم اپنی پریشانی میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ ہوں۔

نسخہ 89

مذاق اڑانے سے توبہ کیجئے

شریعت کی رو سے کسی کا مذاق اڑانا یا کسی کا ٹھٹھا کرنا یا کسی کی آواز اور لہجہ کی اس طرح نقل اتارنا کہ لوگ ہنسیں جائز نہیں ہے کیونکہ مذاق سے عموماً دوسرے انسان کا دل دکھتا ہے جو رنجش اور دل آزاری کا سبب بنتا ہے۔ اور اسلام میں دوسروں کو رنجش پہنچانا جائز نہیں ہے کیونکہ مذاق میں دوسروں پر ہنسی اڑائی جاتی ہے اور مذاق کرنے والے میں خفیہ تکبر اور غرور کا عنصر پایا جاتا ہے جس کی بناء پر اسلام میں یہ حرام ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

اے ایمان والو نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ (سورۃ الحجرات آیت ۱۱)

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ کسی صورت میں بھی دوسروں کا مذاق نہ اڑایا جائے کیونکہ یہ بات انسانی تعلقات اور بھائی چارے پر اثر انداز ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے مذاق کی تمام صورتوں کو ناجائز قرار دیا ہے۔ دوسروں کا مذاق نہ اڑانے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی ایسے گناہ میں کسی کی غیبت کرے جس سے وہ توبہ کر چکا ہو تو وہ غیبت کرنے والا اس گناہ میں مبتلا ہو کر مرتا ہے۔ اور نیز فرمایا کہ کسی کی ہوا خارج ہونے پر نہیں ہنسنا چاہیے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کیونکہ جو بات خود کسی سے ممکن ہو تو اس کی وجہ سے ہنسنے کی کیا ضرورت ہے اور فرمایا کہ جو مذاق کرتا ہے اور لوگوں پر ہنستا ہے تو قیامت کے دن بہشت کا دروازہ کھولا جائے گا اور اسے کہا جائے گا کہ آ جاؤ وہ قریب ہوگا تو دروازہ بند کر لیں گے پھر دوسرے دروازے پر بلایا جائے گا وہ اندر جانے کی امید میں قریب ہوگا تو پھر اسی طرح دروازہ بند ہو جائے گا حتیٰ کہ وہ رنج و الم میں مبتلا رہے گا یا ایک قسم کا اس کے ساتھ مذاق ہوگا اور اسے احساس دلایا جائے گا کہ تو دوسروں سے مذاق کیوں کیا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسان کی خوبی ایمان و اخلاص اور تعلق باللہ میں ہے نہ کہ شکل و صورت اور جاہ و مال میں۔ حدیث میں آیا ہے۔

اللہ تمہاری صورتوں اور تمہارے مال کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ (مسلم)

لہٰذا کسی انسان کا اس بناء پر مذاق اڑانا درست نہیں کہ وہ جسم یا پیدائش کی کسی خرابی یا مالی افلاس میں مبتلا ہے۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی پنڈلی کھل گئی ان کی پنڈلیاں بہت دبلی پتلی تھیں بعض لوگ دیکھ کر ہنس پڑے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کیا تم ان کی پنڈلیوں کے دبلا ہونے پر ہنستے ہو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ میزان میں احد پہاڑ سے بھی زیادہ وزنی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اسلام میں کسی صورت میں بھی ہنسی مذاق جائز نہیں بلکہ اس سے ہر ممکن بچنے کی تاکید کی گئی ہے کیونکہ یہ ایک ایسا گناہ بےلذت ہے کہ انسان محسوس بھی نہیں کر سکتا کہ میں نے کوئی گناہ کیا ہے لیکن اس کا اعمال نامہ گناہوں سے سیاہ ہو جاتا ہے لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اس عادت سے ہمیشہ کے لئے توبہ کر لیں۔

معاشرے میں دوسروں کا مذاق اڑانے کی عادت ہے زندگی کے جس شعبے میں بھی کوئی شخص جو دوسروں کی نسبت کم حیثیت رکھتا ہو تو دوسرے طرح طرح کی باتیں بنا کر مذاق کرتے ہیں برے لفظوں سے پکارتے ہیں۔ الٹا سیدھا دل آزاری کرنے والا نام رکھ دیتے ہیں۔ اسی طرح بغض اور کینہ جنم لیتا ہے مدرسوں میں طالب علم استادوں سے مذاق کرتے ہیں اور اصل نام بگاڑ کر طرح طرح کے مزاحیہ نام رکھ لیتے ہیں محلوں اور مساجد میں لوگ کسی انسان کو تذلیل کا نشانہ بنا لیتے ہیں یہ تمام امور اسلام کے ضابطہ اخلاق کے منافی ہیں لہٰذا دوسروں کو مذاق اور ہنسی کا نشانہ بنانے سے ہمیشہ کے لئے توبہ کر لینی چاہیے ورنہ اس کا انجام دین و دنیا میں عبرتناک ہوگا آج جو لوگ اپنی قوت جوانی اور دولت پر فخر کرتے ہیں اور دوسروں کو مذاق کا نشانہ بناتے ہیں۔ ایک وقت آتا ہے کہ جب وہ بوڑھے ہو جاتے ہیں تو پھر ان کو بھی مذاق کرنے والے پیدا ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا اس گناہ سے ہمیشہ کے لئے توبہ کر لینی چاہیے۔

نسخہ 90

دنیا میں سکون کیلئے آخرت پر نظر رکھئے

ایک مسلمان کا جس طرح دنیا کی زندگی پر یقین ہے اسی طرح اس کا ایمان ہے کہ دنیا کے بعد آخرت بھی ہے۔ جس میں اپنے اعمال کا حساب ہونا ہے۔ نفس و شیطان ہمیں دنیاوی زندگی میں اس قدر الجھا دیتے ہیں کہ ہماری توجہ آخرت کی طرف جانے نہیں پاتی جبکہ ایک مومن کی نظر دنیا سے زیادہ آخرت پر ہوتی ہے۔ جس کی برکت سے وہ پرسکون زندگی بسر کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں چند مفید نکات پیش خدمت ہیں۔

دنیا امتحان گاہ ہے۔ یہ سیر گاہ نہیں، تماشا گاہ نہیں، آرام گاہ نہیں، قیام گاہ نہیں، یہ امتحان گاہ ہے۔ افسوس کہ ہم نے اسے چراگاہ بنا لیا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم دنیا میں چرنے کیلئے پیدا ہوئے ہیں بس کھانا پینا ہے اور موج میلہ کرنا ہے یاد رکھئے کہ کچھ لوگ دنیا میں کھانے پینے کیلئے زندہ ہوتے ہیں اور کچھ لوگ زندہ رہنے کیلئے کھاتے پیتے ہیں تو ہم زندہ رہنے کیلئے کھائیں اور اپنے مقصد کو سامنے رکھیں اگر دنیا کے چند ایام ہم نے عیش و آرام میں گزار بھی لئے اور آخرت کے عذابوں کو خرید لیا تو ہم نے بہت برا کام کیا۔ کسی بچے کو بھی کہا جائے کہ آپ کو ہم ایک ٹافی دیتے ہیں تھوڑی دیر چوس لیں پھر اس کے بعد چند تھپڑ لگائیں گے۔ تو چھوٹا بچہ بھی راضی نہیں ہوتا کتنی عجیب بات ہے کہ ہم دنیا کے مزوں پر اتنے فریفتہ اور مشغول ہیں کہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ آخرت میں عذابوں والے فرشتے انتظار میں کھڑے ہیں۔

کاش کہ ہم اس کیلئے تیاری کر لیتے مجھے تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ہم اتنے عقل مند ہیں کہ دنیا کا ہر کام کرتے ہوئے سوچتے ہیں عورتوں کو دیکھو یا مردوں کو دیکھو ہر بندے کی سوچ ہوتی ہے حج کے سفر پر جانا ہے سات بجے فلائٹ ہے اور ائیر پورٹ پر پہنچنا ہے تو عورتیں بات کریں گی کہ جی ہمیں تو ساڑھے چھ بجے پہنچ جانا چاہئے۔ اگر کوئی فنکشن ہے تو اس میں ایک سو آدمیوں کو آپ نے دعوت دی تو آپ ایک سو کا کھانا نہیں بنائیں گے ہمیشہ ڈیڑھ سو سوا سو آدمیوں کا کھانا بناتے ہیں۔ بندہ دنیا کے ہر کام کرتا ہے رسک نہیں لیتا۔ آخرت کے معاملے میں بڑے آرام اور مزے کے ساتھ رسک لے رہا ہوتا ہے یہ نہیں سوچتا کہ میں اتنی نیکیاں کر لوں کہ قبر میں جب

عذاب والے فرشتے آ گئیں تو میں ان کے جواب دے سکوں' میری نیکیاں میری ضرورت سے زیادہ ہوں میں اتنے اعمال کر کے آخرت میں بھیجوں کہ اللہ رب العزت کے سامنے مجھے سرخروئی ہو۔ دنیا کے اندر گھر کی ضرورت رہتی ہے اور دل میں یہ چاہت ہوتی ہے کہ میرا گھر دوسروں سے اچھا ہو' بڑا ہو' خوبصورت ہو' ہر سہولت اس میں موجود ہو' آخرت میں بھی تو دل کی تمنا ہوگی کہ میرا گھر دوسروں کی نسبت زیادہ اچھا اور بڑا ہو تو میں نیک اعمال کروں تا کہ مجھے بھی جنت مل جائے۔

اگر کسی جگہ ایک سو ٹافیاں رکھی ہیں اور ان میں سے صرف ایک کے اندر زہر ہے اور ننانوے اس میں سے ٹھیک ہیں تو آپ اگر کسی کو کہیں کہ ان میں سے ایک جو فی کھالو ننانوے تو ٹھیک ہیں وہ آگے سے جواب دے گا کہ نہیں چونکہ ایک میں زہر ہے میں ایک فیصد بھی رسک نہیں لینا چاہتا تو وہ نوجوان جس کو اپنی جان اتنی عزیز ہے کہ ایک فیصد رسک نہیں لینا چاہتا وہ اپنے ایمان کے بارے میں بے پرواہ پھرا کرتا ہے۔ سو فیصد رسک کے اوپر ہوتا ہے۔ پتہ نہیں ہماری عقل کیوں کام نہیں کرتی کہ ہم آخرت کے بارے میں بھی اسی طرح سوچیں۔

کسی مرد کو دیکھیں آپ اس سے پوچھیں کہ جی آپ نماز پڑھیں۔ تلاوت کریں' دین کیلئے وقت نکالیں وہ کہے گا جی مولانا میرا بزنس ہی ایسا ہے کہ مجھے ٹائم نہیں ملتا۔ میں کیا کروں اتنا مصروف ہوں اکیلا ہوں کوئی help کرنے والا نہیں ہے اور جو نوکر چاکر ہیں ان پر تو بندہ اعتماد کر ہی نہیں سکتا۔ اب جو بندہ مسجد میں آنے اور نماز پڑھنے کا وقت نکال ہی نہیں سکتا کہتا ہے کہ میں تو اتنا مصروف ہوں۔

تھوڑے دنوں کے بعد ہی وہ بندہ آتا ہے کہتا ہے کہ حضرت میرے لئے دعا کر دیں ایک بزنس مل رہا ہے میں خریدنا چاہتا ہوں دعا کریں کہ اللہ وہ بزنس مجھے عطا کر دے اب اس نوجوان سے پوچھئے کہ اس بزنس کو چلانے کیلئے آپ کہاں سے وقت نکالیں گے۔ وہ کہے گا کہ جی بزنس مل جائے ٹائم نکال لوں گا تو اگر ایک دکان کے ہوتے ہوئے دوسری دکان اور ایک بزنس کے ہوتے ہوئے دوسرے بزنس کیلئے ٹائم نکال سکتے ہیں تو ہم دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری کیلئے ٹائم کیوں نہیں نکال سکتے۔ غور و فکر سے کام لیجئے۔

نسخہ 91

دنیا وآخرت میں تسکین کیلئے شیخ کامل کی ضرورت

جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ صحیح ہوتا ہے تو پورا جسم صحیح ہوتا ہے اور جب وہ ٹکڑا بیمار ہوتا ہے تو پورا جسم بیمار ہوتا ہے سن لو! وہ دل ہے (حدیث)

اصلاح نفس کیا ہے؟

انسان روح اور جسم کا مرکب ہے۔ جس طرح جسمانی بیماریوں کی صورت میں کسی طبیب سے رجوع کیا جاتا ہے۔ اس طرح روح کو جب امراض لاحق ہو جائیں تو کسی شیخ کامل کی رہنمائی میں اُن کا علاج دریافت کیا جاتا ہے۔ شیخ یا پیر کی ہدایات پر عمل کرنے سے نفس کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ پیری مریدی کی یہی حقیقت ہے اس سے زائد کچھ نہیں۔

اصلاح نفس کیوں ضروری ہے؟

جسم کو جب امراض لاحق ہو جائیں تو نہ صرف انسان اُس کیلئے فکر مند ہو جاتا ہے بلکہ اُس کے فوری علاج کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ تا کہ میری جسمانی صحت خراب نہ ہو جائے اور میرے دنیا کے کاموں میں خلل واقع نہ ہو۔ حیرت کی بات ہے کہ جسم سے زیادہ اہمیت روح کی ہے۔ جب روح بیمار ہو جائے اور اسے امراض لاحق ہو جائیں۔ نہ تو اُن کی فکر کی جاتی ہے اور نہ ہی انسان اُن کے علاج کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ حالانکہ روح کے بیمار ہونے سے نہ صرف یہ کہ اعمال بے روح ہو جاتے ہیں بلکہ آخرت میں بھی عذاب کا خطرہ ہے۔ روحانی امراض سے شفایاب ہونے کا نام اصلاح نفس ہے۔ اسی کو تزکیہ نفس بھی کہتے ہیں۔ اور یہ نعمت شیخ کامل کی رہبری کے بغیر نہیں ملتی۔

روح کی بیماریاں

روح کی بڑی بڑی بیماریاں غیبت، حسد، کبر، عجب، حب مال، حب جاہ، مجازی عشق، کینہ، خود پسندی وغیرہ ہیں۔ شیخ کو ان امراض کی فرداً فرداً اطلاع کی جاتی ہے اور شیخ اُن کے ازالے کی تدابیر بتلاتا ہے۔ کسی شیخ کامل کے ہاتھ پر بیعت اسی غرض کیلئے ہوتی ہے۔ روح کی بیماریوں کی

تفصیل جاننے کیلئے امام غزالی رحمہ اللہ کی تبلیغ دین اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تعلیمات پر مشتمل "بصائر حکیم الامت" (مرتبہ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر مولانا محمد عبدالحی رحمہ اللہ) اصلاح دل اور دوا کے دل بہت نافع کتابیں ہیں۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ روح کی بیماریاں کون کون سی ہوتی ہیں اور اصلاح کا طریقہ کیا ہے۔

شیخ کامل کا انتخاب

جس کو روحانی صحت کی فکر ہوگی وہ شیخ کامل کے بغیر ایک دن بھی نہیں گذارے گا۔ روح کی بیماریوں کا علاج شیخ کامل کے انتخاب سے ہی ممکن ہوتا ہے۔ اور اسی ذریعے سے تعلق مع اللہ کی دولت بھی نصیب ہوتی ہے۔ البتہ شیخ کامل سے نفع کا مدار مناسبت پر ہے۔ مناسبت کے بعد نفع جلد از جلد ہوتا ہے۔ مناسبت سے مراد یہ ہے کہ شیخ کی باتیں دل کو لگ جائیں اور ان کی تعلیمات پر دل میں اعتراض کی بجائے عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔

علامات

شیخ بزرگوں کا صحبت یافتہ ہو۔ دین کا ضروری ضروری علم جانتا ہو۔ اس کی صحبت سے دنیا کی بے رغبتی اور آخرت کا شوق پیدا ہو۔ جو کہے اس پر خود بھی عامل ہو۔ شریعت کا پابند ہو۔ اور انہیں اپنے رہبر یعنی شیخ سے اجازت بیعت بھی حاصل ہو۔

طریق تحصیل

مذکورہ علامات کی حامل کسی بھی بزرگ ہستی سے اصلاحی تعلق قائم کیا جا سکتا ہے۔ اپنے روحانی امراض کی اطلاع اپنے شیخ کو دیتے رہیں۔ اور ان کی طرف سے جو ہدایات ہوں ان پر عمل کرتے رہیں۔ تو ان شاء اللہ روحانی صحت بھی نصیب ہو جائیگی۔ اس راہ میں طلب کے ساتھ جو بھی لگ جاتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے محروم نہیں فرماتے۔ البتہ شیخ کے ساتھ کامل وابستگی ضروری ہے۔ شیخ کے سوا کسی پر نظر نہ ہو۔ یک در گیر محکم گیر

یعنی ایک کو پکڑو اور مضبوطی سے پکڑو اور ہرجائی نہ ہو۔ عادۃ اللہ یونہی جاری ہے کہ بغیر شیخ کامل کے تعلق مع اللہ کی دولت نصیب نہیں ہوتی۔ اللہ پاک ہم سب کو شیخ کامل کی معیت نصیب فرمائے۔ آمین

نسخہ 92

کیا مایوسی کی گنجائش ہے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! قیامت کے دن مخلوق کا حساب کون لے گا؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ" اس پر دیہاتی نے کہا! رب کعبہ کی قسم پھر تو ہم نجات پا گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے دیہاتی کیسے؟ اس نے کہا کیونکہ کریم ذات جب کسی پر قابو پالیتی ہے تو معاف کر دیتی ہے۔

حضرت صفوانؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مؤمن کی جو سرگوشی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ہوگی اس کے بارے میں کیا سنا ہے؟

آپ نے فرمایا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمن کو اپنے قریب بلائے گا اور اپنا بازو اس پر رکھ دیگا اور لوگوں سے اسے پردے میں کر لیگا اور اس سے اسکے گناہوں کا اقرار کرائیگا اور پوچھے گا یاد ہے فلاں گناہ تو نے کیا تھا؟ فلاں کیا تھا؟ یہ اقرار کرتا جائے گا اور دل دھڑک رہا ہوگا کہ اب ہلاک ہوا...... اتنے میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا دیکھ! دنیا میں میں نے ان گناہوں کی پردہ پوشی کی اور آج ان گناہوں کو معاف کرتا ہوں...... پھر اسے اس کی نیکیوں کا اعمال نامہ دیا جائے گا۔

حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ انسان کو قیامت کے دن نامہ اعمال دیا جائے گا وہ پڑھنا شروع کریگا تو اس میں اسکی برائیاں لکھی ہوئی ہوں گی جنہیں پڑھ کر یہ کچھ نا امید سا ہونے لگے گا' اس وقت اس کی نظر پیچھے کی طرف پڑے گی تو اپنی نیکیاں لکھی ہوئی پائیگا جس سے کچھ ڈھارس بندھے گی اب دوبارہ اوپر کی طرف دیکھے گا تو وہاں کی برائیوں کو بھی بھلائیوں سے بدلا ہوا پائیگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک جہنمی ایک ہزار سال تک جہنم میں چلاتا رہے گا

''یا حنان یا منان'' تب اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام سے فرمائے گا جاؤ! دیکھو یہ کیا کہہ رہا ہے؟ جبرئیل علیہ السلام آ کر دیکھیں گے کہ سب جہنمی برے حال میں سر جھکائے آہ و زاری کر رہے ہیں' جا کر جناب باری تعالیٰ میں خبر کریں گے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر جاؤ! فلاں فلاں جگہ یہ شخص ہے جاؤ اسے لے آؤ! جبرئیل علیہ السلام اسے لا کر خدا کے سامنے کھڑا کریں گے' اللہ تعالیٰ اس سے پوچھیں گے کہ تو کیسی جگہ میں ہے؟ وہ جواب دے گا کہ خدایا! ٹھہرنے کی بھی بری جگہ ہے اور سونے بیٹھنے کی بھی بدترین جگہ ہے' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اچھا اب اسے اس کی جگہ واپس کر آؤ تو یہ گڑگڑائے گا عرض کرے گا کہ اے میرے ارحم الراحمین خدا! جب تو نے مجھے اس سے باہر نکالا تو تیری ذات ایسی نہیں کہ تو پھر مجھے اس میں داخل کر دے' مجھے تجھ سے رحم و کرم ہی کی امید ہے خدایا! بس اب مجھ پر کرم فرما! جب تو نے مجھے جہنم سے نکالا تو میں خوش ہو گیا تھا کہ اب تو اس میں نہیں ڈالے گا' اس مالک و رحمان و رحیم خدا کو بھی رحم آ جائے گا اور فرمائے گا اچھا میرے بندے کو چھوڑ دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے آخر میں جہنم سے نکلے گا اور سب سے آخر میں جنت میں جائے گا' یا ایک گنہگار بندہ ہو گا جسے خدا کے سامنے لایا جائے گا' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اس کے بڑے بڑے گناہ چھوڑ کر چھوٹے گناہوں کی نسبت اس سے باز پرس کرو۔ چنانچہ اس سے سوال ہو گا کہ فلاں دن تو نے فلاں کام کیا تھا؟ فلاں دن فلاں گناہ کیا تھا؟ یہ ایک کا بھی انکار نہ کر سکے گا' اقرار کرے گا آخر میں کہا جائے گا کہ تجھے ہم نے ہر گناہ کے بدلے نیکی دی اب تو اس کی باچھیں کھل جائیں گی اور کہے گا اے میرے پروردگار! میں نے اور بھی بہت سے برے اعمال کیے تھے جنہیں یہاں نہیں دیکھ رہا' یہ فرما کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ہنسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسوڑھے دیکھے جانے لگے اور فرمایا کہ جنت میں سب سے آخر میں داخل ہونے والے شخص کا یہ حال ہو گا کہ وہ گرتا پڑتا چل رہا ہو گا اور جہنم کی آگ اسے جھلسا رہی ہو گی بالآخر جب وہ جہنم سے بمشکل نکل پائے گا تو جہنم کی طرف دیکھ کر بے اختیار کہے گا وہ ذات بڑی بابرکت ہے جس نے مجھے تجھ سے (جہنم سے) نجات عطا فرمائی اور بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ نعمت بخشی ہے جو اولین و آخرین میں سے کسی کو بھی عطا نہیں کی گئی۔ پھر اس کے سامنے ایک درخت ظاہر ہو گا تو وہ عرض کرے گا کہ اے رب کریم! آپ مجھے اس درخت کے قریب کر دیجئے تاکہ میں اس کے سائے میں بیٹھوں اور اس کے پانی سے پیاس بجھاؤں' اس پر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے آدمی! اگر میں تیری مراد پوری کر دوں تو تو کچھ اور مانگے گا؟ وہ شخص کہے

گا کہ نہیں پروردگار! اور مزید سوال نہ کرنے کا پختہ وعدہ کرے گا اسے اس کے مطلوبہ درخت کے نیچے پہنچا دیا جائے گا۔ وہ شخص اس کے قریب جا کر اس کے سائے میں بیٹھے گا اور وہاں موجود پانی پئے گا، پھر اس کے سامنے دوسرا پہلے درخت سے بہتر درخت لایا جائے گا وہ اس کے قریب جانے کی درخواست کرے گا اسے اس کا وعدہ یاد دلاتے ہوئے کہا جائے گا کہ تیری یہ مراد پوری کردوں تو پھر تو کچھ اور سوال کرے گا؟ وہ شخص دوبارہ سوال نہ کرنے کا وعدہ کرے گا اسے اس درخت سے قریب کردیا جائے گا وہ اس کے سائے اور پانی سے فائدہ اٹھائے گا۔ پھر تیسرا درخت جنت کے دروازے کے بالکل قریب نمودار ہوگا جو پہلے دونوں درختوں سے زیادہ خوبصورت ہوگا تو یہ شخص اس کے قریب جانے کی بھی درخواست کر بیٹھے گا جو پوری کردی جائے گی۔ اسے وہاں سے اہل جنت کی آوازیں سنائی دیں گی تو وہ جنت میں داخلے کی درخواست بھی کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے آخر تیرا سوال کرنا کب ختم ہوگا؟ کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میں تجھے دنیا سے دگنی جنت عطا کردوں؟ وہ شخص حیرت زدہ ہو کر کہے گا اے رب کریم! آپ رب العالمین ہو کر مجھ سے مذاق کرتے ہیں؟ رب العالمین فرمائیں گے میں تجھ سے مذاق نہیں کررہا بلکہ میں جس چیز کو چاہوں اس کو پورا کرنے پر قادر ہوں۔

نوٹ: رب العالمین اس شخص کی مذاق والی بات پر ہنسیں گے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس بات پر ہنسے تھے اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی روایت کے اس حصے پر پہنچ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے ہنسے تھے لہٰذا جس کسی کو یہ روایت معلوم ہو اس کو بھی ہنسنا چاہیے۔

> کیا اس کریم ذات سے مایوسی کی کوئی گنجائش ہے؟ کیا ایسی ارحم الراحمین ذات کی نافرمانی ناانصافی نہیں ہے؟ کیا اس سے بڑھ کر ظلم کوئی ہو سکتا ہے (اللہ تعالیٰ پوری امت محمدیہ کی بلا استحقاق محض اپنے لطف و کرم سے حفاظت فرمائے۔ آمین) کہ ان مستند و معتبر حکایات کے بعد بھی اطاعت الٰہی میں بمطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا فرمودہ طریقوں کے اپنے آپ کو آمادہ نہ پائے؟ پھر دیر کس بات کی ہے رحمت الٰہی اپنی تمام مہربانیوں سمیت پوری طرح ہماری ہی طرف متوجہ ہے۔

نسخہ 93

سکون دل کیلئے اہم نسخہ... سادگی

دنیوی زندگی کو پرسکون بنانے کیلئے اسلام کے مبارک اصولوں میں سے ایک اہم اُصول سادگی کے متعلق ہے جو زندگی کے تمام معاملات اور خوشی غمی کے لمحات میں سادگی کی تعلیم دیتا ہے آج کی مصروف ترین زندگی میں ہم جن گوناگوں مصائب و امراض کا شکار ہیں ان کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ آج ہم نے اپنی زندگی سے اسلام کا یہ مبارک اُصول پس پشت ڈال رکھا ہے۔

آج بھی اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم واپس اسلام کے اصول سادگی کی طرف چلیں تاکہ ہماری زندگی حقیقی خوشی کا گہوارہ بن سکے۔ آیئے! نکاح کے موقع پر سادگی کے متعلق اہم ہدایات پڑھتے ہیں۔

شادی سادگی: ایک بزرگ کا فرمان ہے کہ شادی بالکل سادی ہونی چاہئے آج ہم کسی قریبی رشتہ دار کی شادی کے لیے اپنی حیثیت اور ضرورت سے بڑھ کر خرچ کرتے ہیں گھر کے تمام افراد کے نئے کپڑے اور جوتے خریدنا ضروری سمجھا جاتا ہے چند لمحوں کی خوشی کے لیے گفٹ کے نام پر بے دریغ خرچ کیا جاتا ہے اور گفٹ کی خریداری میں بھی دولہا دلہن کی ضرورت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے صرف اپنی نمود و نمائش کا خیال کیا جاتا ہے میک اپ کا سامان لے لیجئے ہزاروں روپے کا بجٹ صرف اپنی چیزوں پر خرچ ہوتا ہے آج کے حالات میں ایک دیندار آدمی کا کسی شادی میں شرکت کرنا گویا اپنے وقت اور صحت کو داؤ پر لگانا ہے عشاء کی نماز کے بعد ہونے والی رخصتی نماز فجر کے قریب ہوتی ہے دولہا صاحب بیوٹی پارلر سے تیار ہو کر آ گئے ہیں تو دلہن ابھی تک نہیں پہنچی خدا خدا کر کے دونوں پہنچے ہیں تو نکاح خواں ندارد۔ بھوک ختم ہونے کے بعد جب کھانا لایا جاتا ہے تو معمولی کھانا کھایا جاتا ہے اور باقی سب ضائع۔ اندازہ کیجئے کہ اسلام کی تعلیم سادگی کو ہم کس طرح قدم قدم پر چھوڑتے ہیں اور جگہ جگہ خود اپنے ہاتھوں پریشانیاں خریدتے ہیں۔

مکان: اپنا گھر اللہ کی طرف سے ایک بڑی نعمت ہے مکان کے بارہ میں آج ہمارا مزاج یہ

بن رہا ہے کہ گھر کا سربراہ بینک وغیرہ سے سودی قرضہ لیکر مکان تعمیر کرتا ہے ہزاروں روپے ضرورت سے زائد صرف زیب وزینت پر خرچ کردیے جاتے ہیں مکان کی تعمیر کے بعد اسے سازوسامان سے بھرنا بہو کی ذمہ داری ہے کہ وہ جہیز میں اتنا سامان لے آئے جس سے تعمیر شدہ مکان بھر جائے چاہے لڑکی کے والدین دینے کی طاقت نہ رکھتے ہوں وہ بیٹی کا گھر بسانے کی خاطر انھیں لڑکے والوں کی جائز وناجائز خواہشات ماننی پڑتی ہیں یوں فضولیات کا ایک وائرس ہے جو خاندانوں کے سکون وراحت کو برباد کرتا جارہا ہے۔ سادگی کی مبارک تعلیم چھوڑنے کا یہی انجام ہوتا ہے کہ انسان مصائب کی دلدل میں پھنستا جاتا ہے۔

خوراک۔ مغربی رسم ورواج آہستہ آہستہ ہمارے رگ رگ میں سرایت کرتے جارہے ہیں آج جگہ جگہ فاسٹ فوڈ کے خوشنما ریسٹ ہاؤس بن گئے ہیں۔

جن میں ایسی خوراکیں تیار ملتی ہیں جن سے وقتی بھوک تو مٹ جاتی ہے لیکن معدہ کے نظام ہضم کو بری طرح متاثر کردیتی ہیں اگر آج ہی سے ہم نے اس چیز کو کنٹرول نہ کیا تو کچھ عرصہ تک نوبت یہاں تک پہنچ جائیگی کہ لوگوں کے پاس دسترخوان پر بیٹھ کر باوقار طریقے سے گھر کا کھانا کھانا اور کھانا قصہ ماضی بن جائے گا اور دوران ڈرائیونگ ایک ہاتھ میں برگر اور دوسرے میں کولڈ ڈرنک ہوگا قابل رشک صحت مند حضرات کی زندگی میں سادہ غذا ہی کارفرما رہی ہے اس لیے اگر ہم جسم اور جیب کو ان مہلک چیزوں سے بچانا چاہتے ہیں تو ہمیں اسلام کی مبارک تعلیم سادگی کی طرف لوٹنا ہوگا۔

گھر، شادی، خوراک یہ تینوں چیزیں ہر انسان کے لیے بنیادی ضروریات میں سے ہیں لیکن سادگی کو چھوڑ کر ہم نے انھیں اپنی جان ومال کے لیے ایک معمہ بنالیا ہے سادگی کو چھوڑ کر ہم قدم بقدم مصائب کا شکار ہیں صرف درج بالا تینوں امور میں فضول خرچی کی جھلک دکھائی ہے اس کے علاوہ ہر شخص اپنے حالات سے واقف ہے کہ وہ سادگی اپنا کر کس طرح پرسکون زندگی بسر کرسکتا ہے۔

آیئے آج سے ہم سب عہد کریں کہ اپنی دنیوی زندگی کو پرسکون بنانے کے لیے ہر قدم پر سادگی کو اپنائیں گے کہ حالات حاضرہ میں حقیقی دانشمندی کا یہی تقاضہ ہے۔

سبق 94

ہم پریشان کیوں ہیں؟

دنیا کے کسی بھی ملک میں جائیے کسی بھی مذہب کے ماننے والوں کے حالات کا جائزہ لیجئے، دنیا کے تمام باشندگان کے اندر جھانک کر دیکھئے آپ کو دنیا کا ہر شخص کسی نہ کسی وجہ سے پریشان نظر آئے گا بچوں سے لے کر بوڑھوں تک ہر ایک کسی نہ کسی پریشانی، بے چینی یا دکھ میں دکھائی دے گا۔ مانا کہ یہ دنیا ہے اور دکھ سکھ اس دنیا کا خاصہ ہے لیکن ہم بھی دکھ سکھ، پریشانیاں اور مصائب ہم اپنی سوچ سے زاویہ فکر تبدیل کرنے کے بعد راحت و سکون میں ڈھال سکتے ہیں۔

ایک مومن جس کا اللہ کی ذات پر کامل بھروسہ ہے وہ کسی بھی حال میں پریشان نہیں ہوتا! کوئی خوشی حاصل ہوئی تو اللہ کا شکر ادا کرتے اس خوشی کو دوبالا کر دیا اور یہ سمجھا کہ اللہ نے اپنے فضل سے مجھے یہ راحت و خوشی عطا فرمائی ہے لہٰذا اس نعمت پر شکر لازم ہے اس طرح وہ خوشی صرف خوشی ہی نہیں بلکہ روحانی مسرت اور قلبی سکون کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اور اگر کوئی پریشانی آ جائے اور اس وقت بھی مومن صبر کا دامن تھام لیتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اللہ پاک اس سے بڑی پریشانی بھی بھیج سکتے تھے یہ اللہ پاک کا کرم ہے کہ انہوں نے وقتی طور پر مجھے اس پریشانی میں مبتلا کر کے مجھے مزید اپنے قریب کرنے کا موقع عطا فرمایا ہے۔ لہٰذا پریشانی کے موقع پر ایک مومن صبر کر کے وہ درجات حاصل کر لیتا ہے جو ہزاروں روپے خرچ کر کے اور بہ ہزاروں نوافل سے بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ حدیث شریف کا مفہوم ہے روز محشر جب دنیا میں مصائب پر صبر کرنے والے صابرین کو ان کے صبر کی جزا دی جائے گی تو دوسرے لوگ یہ تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں ہمارے جسموں کو قینچیوں سے کاٹا جاتا اور ہم اس تکلیف پر صبر کرتے تو آج صابرین والی جزا ہمیں بھی نصیب ہوتی۔

دنیا کیا ہے؟ خوشی اور غم کا مجموعہ ہے۔ خوشی پر شکر ہے تو غم پر صبر، صبر و شکر کی جزا دنیا میں حقیقی راحت اور آخرت میں دائمی جنت کا داخلہ۔ لیکن اس مقام تک پہنچنے کیلئے بھی کسی صاحب مقام کی صحبت ضروری ہے۔ جس کی برکت سے انسان میں صبر و شکر کی صفات پیدا ہوں۔ ہمیں اپنے موقع پر

ظاہر ہوں۔ اس کیلئے ضروری ہے کہ خوشی غمی کے اسباب سے اوپر مسبب الاسباب (حق تعالیٰ) پر نظر ہو اور مسلمان کا تعلق اپنے رب سے پختہ ہو۔

اہل اللہ کی صحبت سے زاویہ نگاہ درست ہوتا ہے زندگی کا مصرف معلوم ہوتا ہے اور مقصود پر نظر پڑتی ہے۔ یہ چیزیں معمولی نہیں بلکہ متاع حیات ہیں۔

ایک بزرگ کی عزیزہ نے بڑی عمر میں دانت نکلوایا اور درد تکلیف کی حالت میں کہا کہ یہ دانت بھی عجیب چیز ہیں جب بچپن میں نکلتے ہیں تو بھی تکلیف..... بعد میں نکلوانے پڑیں تو بھی تکلیف۔

یہ بات سن کر بزرگ نے جو جواب ارشاد فرمایا وہ انقلاب آفریں ہے آپ نے ارشاد فرمایا تمہیں دانت نکلنے اور نکلوانے کی تکلیف تو یاد ہے لیکن انہی دانتوں سے تم نے بچپن سے لے کر اب تک جو ہزاروں من غذائیں استعمال کی ہیں وہ بھی تمہیں یاد ہیں کہ نہیں۔

واقعی اللہ والوں کی صحبت سے انسان حقیقۃً انسان بنتا ہے اور دنیا کے تمام افکار و پریشانیاں کافور ہو جاتی ہے۔ بس ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنا تعلق اللہ سے مضبوط کر لیں۔ اللہ پاک ہماری تمام پریشانیوں کو راحت میں تبدیل فرما دیں۔

شوق و سکون کی دو حالتیں

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انسان پر دو حالتیں طاری ہوا کرتی ہیں کبھی شوق کبھی سکون دونوں میں حکمتیں ہیں اپنے لئے کوئی خاص صورت تجویز نہ کرے چاہیے وصول دونوں سے ہو جاتا ہے جنت میں جزاء ہر کیفیت کے مناسب ہوگی۔ پس صاحب سکون کو عدم التہاب سے پریشان نہ ہونا چاہیے اور نہ اپنے کو محبت سے خالی اور محروم سمجھنا چاہیے بلکہ یوں سمجھے کہ شراب محبت مجھے بھی حاصل ہے مگر اس میں کافور ملا ہوا ہے جس کی وجہ سے حرارت کا غلبہ نہیں ہوتا پر اس کا حرج ہی کیا ہے تم بھی اللہ تعالیٰ کے مقربین میں داخل ہو اور اس جماعت میں سے ہو جن کو جنت میں کافور آمیز شراب دی جائے گی پس ہر حال میں راضی رہو اور اپنی تجویز کو دخل نہ دو حق تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں کافور ملا کر پلاتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں زنجبیل ملا کر پلاتے ہیں واصل دونوں ہیں۔

نسخہ 95

سکون کا نسخہ... شکر کی عادت

زندگی غم و خوشی سے عبارت ہے ایک مومن کیلئے ہر حالت میں جنت ہے کہ خوشی پر شکر ادا کرتا ہے اگر غم پہنچے تو صبر کرتا ہے اور صبر و شکر دونوں کی جزا جنت ہے۔ ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ میری نعمتوں اور راحتوں میں اضافہ ہو اور اس کیلئے تدابیر میں لگا رہتا ہے۔ نعمتوں میں اضافہ کا ایک دینی راستہ یہ بھی ہے کہ موجود نعمتوں پر شکر ادا کرنے کی عادت بنائی جائے۔ اہل تجربہ کا کہنا ہے کہ یہی دینی راستہ ہی حقیقی راستہ ہے۔

آج کون شخص ہے جو سکون کا متلاشی نہیں ہے لیکن وہ اس کی دوائی اور گولی اپنی جیب میں لئے پھرتا ہے عجیب بات یہ ہے کہ اس کو اس کا علم بھی نہیں ہے اور وہ کیا ہے؟ وہ ہے شکر کی عادت کہ ہر وقت اللہ پاک کی نعمتوں کو یاد کر کے شکر میں لگا رہنا آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ کہ اللہ والوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ کس طرح خوش و خرم نظر آتے ہیں حالانکہ ان پر بھی ایسی ایسی تکالیف اور امتحان آتے ہیں جن کا ہم لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے وہ یہی وجہ ہے کہ وہ ہر وقت اپنے اوپر ہزاروں نعمتوں کا ہجوم دیکھ کر خوش و خرم ہوتے ہیں اور ہمارا حال یہ ہوتا ہے کہ ایک چھوٹی سی تکلیف آئی اس کو لے کر بیٹھ جاتے ہیں اور ہزاروں نعمتیں بغیر استحقاق کے موجود ہیں لیکن ہم ایک ہی تکلیف کو لئے پھرتے ہیں اور ہر ایک کے سامنے اسے گاتے پھرتے ہیں۔

حضرت عارف ربانی حاجی محمد شریف صاحب (خلیفہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ) کے بڑے بڑے آپریشن ہوئے اور تکالیف آئیں لیکن آپ کی زبان مبارک سے یہی سننے میں آتا تھا کہ "میں نے تو کبھی کوئی تکلیف دیکھی ہی نہیں"۔

حضرت والا کی بیٹھک برلب سڑک تھی آپ دن کا اکثر وقت اسی میں گزارتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہاں سڑک سے کسی ریڑھی والے یا جھاڑو والے کو گزرتے دیکھتا ہوں تو اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ یہ بھی تو ممکن تھا کہ یہ ریڑھی یا جھاڑو تیرے ہاتھ میں ہوتا اور یہ

شخص تیری جگہ بیٹھا ہوتا تو وہ کیا کر سکتا تھا یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے تجھے یہاں بٹھایا ہوا ہے اور تجھے بادشاہی دے دی ہے اور فرماتے کہ شکر سے اللہ کے سامنے اس وقت ہاتھ جڑ جاتے ہیں اور اس طرح خوب شکر کی توفیق ہوتی ہے۔

ایک دفعہ حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری ہوئی ایک صاحب حضرت کے پاس پہنچ گئے جن کے دماغ میں خلل تھا اور انہوں نے بچکانہ حرکتیں شروع کر دیں جس کی وجہ سے حضرت کی طبیعت پر گرانی ہوئی اس وقت حضرت والا انتہائی موثر انداز میں بار بار یہ فرما رہے تھے۔ "دیکھا دماغ کا صحیح ہونا کتنی بڑی نعمت ہے"۔

سچ ہے کہ آدمی جتنا بھی معزز ہو اگر دماغ کا ایک معمولی پیچ بھی ڈھیلا ہو جائے تو ساری عزت جاتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ پاگل خانے بھجوا دیا جاتا ہے" واقعی دماغ کا صحیح ہونا بہت بڑی نعمت ہے۔

ایک دفعہ نشتر ہسپتال میں ایک مریض کو دیکھا اس کے دونوں پاؤں کے ساتھ وزن باندھ کر کھینچا ہوا تھا جس سے وہ بالکل حرکت نہیں کر سکتا جب صرف ایک پاؤں کھول دیا گیا تو وہ بہت خوش ہوا جیسے کہ عید کا دن ہے۔ حالانکہ اس سے اب وہ صرف معمولی حرکت کر سکتا تھا لیکن اس پر بھی اس کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔

ہمارے ایک بزرگ ہیں ایک دفعہ ان کا بچہ گم ہو گیا ایک صاحب نے پوچھا کہ جناب بچہ مل گیا ہے؟ فرمایا جی ہاں مل گیا ہے اور فرمایا: بھئی اب معلوم ہوا کہ بچوں کا گم نہ ہونا بھی کتنی بڑی نعمت ہے۔

ہمارے والد صاحب مدظلہم نے ہمیں نصیحت کے طور پر لکھا "تنہائی میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کر کے جپا کرو" ایک بزرگ نے ایک بادشاہ سے پوچھا اگر تمہیں پیاس لگی ہوئی ہو اور پانی نہ ملے تو ایک گلاس پانی کی کیا قیمت دو گے۔ بادشاہ نے کہا آدھی سلطنت دے دوں گا بزرگ نے پھر پوچھا اگر پانی پینے کے بعد پیشاب رک جائے تو کیا کرو گے بادشاہ نے کہا آدھی بادشاہت دے دوں گا۔

تو بزرگ نے فرمایا تمہاری بادشاہی کی قیمت ہی ایک گلاس پانی ہے۔

حضرت مولانا مفتی اعظم محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ صاحب زادی نے آ کر شکایت کی کہ ابا جان دانت میں تکلیف ہے اور کافی بے چینی ہے۔ شروع بچپن میں دانت کی تکلیفیں اٹھائیں اور اب اس عمر کو پہنچ گئے اب بھی یہ تکلیفیں پیش آ رہی ہیں یہ سن کر حضرت مفتی صاحب کا چہرہ متغیر ہو گیا اور ارشاد فرمایا:

کہ صاحبزادی اور میاں کا اتنا طویل عرصہ اس سے جو فائدہ اٹھایا اس کا کیا شکر کیا ہے۔ حقیقت یہی ہے اگر ان نعمتوں کا استحضار اور شکر کیا جائے تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ پریشانی قریب آئے۔

اسی لئے بزرگوں کا مشورہ ہے کہ کبھی کبھی ہسپتال کا چکر لگایا جائے تو صحت کی نعمت کی قدر ہو گی اور کبھی قبرستان کا چکر لگایا تو اس سے زندگی کی نعمت کی قدر ہو گی اور کبھی پاگل خانہ کا چکر لگایا جائے تو معلوم ہوگا کہ دماغ کا صحیح ہونا کتنی بڑی نعمت ہے کہ صرف دماغ کا ایک پیچ ڈھیلا ہو جائے کروڑوں کے مالک کو پاگل خانے پہنچا دیا جاتا ہے۔ اللہ کی پناہ اللہ کی پناہ۔

یہ ہے سکون کا ایک نسخہ کہ ہر وقت نعمتوں کے شکر سے زبان تر رہنی چاہئے پھر دیکھیں کس طرح سکون نہیں ملتا۔ ایک اللہ والے کے پاس ایک شخص آیا کہ حضرت بہت پریشان ہوں بہت پریشان وہ بزرگ فرمانے لگے۔ کیا تجھے یہی پریشانی ہے کہ اللہ پاک تیری مرضی کے مطابق کیوں نہیں چلتے؟ ارے اللہ کے بندے! یہ اللہ پاک کا حق ہے کہ تو ان کی مرضی کے مطابق چلے۔

اللہ پاک ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر کرنے اور اپنی رضا پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قانون خداوندی کا مخاطب قلب انسانی

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

”دنیاوی بادشاہوں کا قانون صرف بدن پر لاگو ہوتا ہے لیکن خدائی قانون قلب پر بھی لاگو ہے۔ دنیاوی سلطنتیں بدعملی سے روک سکتی ہیں لیکن قلب نہیں بدل سکتیں وہ تو خدا کی حکومت سے بدلے گا۔ خدائی حکومت وقانون برے افعال کی نفرت دل میں ڈال دیتی ہے۔ تو جب تک اخلاقی حالت درست نہ ہو آدمی صحیح معنوں میں آدمی نہیں بن سکتا“۔

نسخہ 96

زوجین کے اختلاف میں نسخہ تسکین

میاں بیوی اگرچہ آپس میں انتہائی قرب کا تعلق رکھتے ہیں قرآن کریم نے اسی قرب تعلق کی وجہ سے میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس بتلایا ہے کہ جیسے آدمی کا لباس آدمی کے انتہائی قریب ہوتا ہے جسم کے ساتھ جسم سے خارجی چیزوں سے سب سے زیادہ قریبی تعلق لباس کا ہی ہے اسی طرح قریب ترین اس کی بیوی ہے اور عورت کے قریب ترین اس کا خاوند ہے لیکن بہر حال اس قدر شدید قرب کے باوجود بھی یہ ایک مستقل حقیقت ہے کہ میاں اور بیوی دو الگ الگ وجود ہیں دونوں کی نفسیات وطبعی رجحانات مختلف ہیں بہت زیادہ یگانگت کے باوجود بھی کہیں نہ کہیں اختلاف ضرور ظاہر ہوگا لہٰذا اگر کسی موقع پر اختلاف رائے ظاہر ہو تو یہ کوئی انہونی بات نہیں اور نہ ہی کوئی گناہ کی بات ہے جب بھی اختلاف رونما ہو تو اس کو بڑھا کر جھگڑا ولڑائی بنانے کی بجائے اسے سمیٹنے کی راہ اپنائی جائے تو وہی اختلاف اور زیادہ محبت کا سبب بن جائے گا۔

دیکھئے! انسانی طبیعت کے تقاضے سے کبھی کبھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج میں بھی طبعی گرانی ہو جاتی مگر خدانخواستہ یہ بات کبھی ناخوش گواری کا سبب نہیں بنی بلکہ یہ سب کچھ محبت والفت کے ناز وادا کی صورت ڈھل کر ماحول میں اور خوش گواری پیدا کر دیتا ہے۔ سنئے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود حضرت عائشہؓ سے ارشاد فرماتے تھے: اے عائشہ! جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو یا ناراض ہوتی ہو تو مجھے پتہ چل جاتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: کیسے؟ ارشاد فرمایا کہ جب تم خوش ہوتی ہو تو قسم کھاتے ہوئے "ورب محمد" (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی قسم) اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو قسم کھاتے ہوئے کہتی ہو "ورب ابراهيم" (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے رب کی قسم) حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں فقط آپ کا نام ہی تو چھوڑتی ہوں ورنہ آپ کی محبت تو میرے دل میں موجود رہتی ہے محبت جدا نہیں ہوتی۔

غور فرمایئے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور عائشہ رضی اللہ عنہا میں کتنی محبت تھی؟ مگر پھر بھی طبعی گرانی کبھی آ ہی جاتی تھی اس سے معلوم ہوا میاں بیوی میں یہ صورت حال کوئی انہونی اور بڑی بات نہیں ہے دوسری بات یہ قابل غور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہؓ کی مذکورہ بالا گفتگو آپس میں کس قدر محبت وحکمت واضح ہو رہی ہے۔

ایک ضروری وضاحت یہ بھی ذہن میں رکھ لیں اس طرح کا یہ معاملہ فقط ایک طبعی چیز تھی اس کو کسی نامناسب معنی نہ پہنائے جائیں۔ لہٰذا میاں بیوی میں طبیعت کے اختلاف کے ضروری ہے۔ اظہار کے موقعہ پر ان تقاضوں کی اس طرح تسکین کریں کہ یہ چیزیں آپس میں محبت کے اضافہ کا سبب بن جائیں یہ طرز عمل اپنائیں پھر دیکھیں کہ گھر کے ماحول میں کس قدر خوش گواری آتی ہے اور کتنا دلی اعتماد اور سکون ملتا ہے؟

اس سلسلہ میں زیادہ اور بڑی ذمہ داری مرد کی ہے وہ اپنے رویے لچکدار و حکیمانہ رکھے تند روئی و سخت مزاجی نہ دکھائے، عورت صنف نازک ہے اس پر بے جا سختی اور دباؤ سے فائدہ نہیں ہوگا الٹا نقصان بڑھے گا لیکن حکمت، تدبیر، حوصلہ و صبر کے ساتھ کام لینے سے بہتر نتائج ملیں گے۔ بعض دفعہ آدمی سختی پر اتر آتا ہے اور عورت کے رویے جو اس کی طبیعت کا حصہ ہیں ان کو ختم کرنا چاہتا ہے یہ غلط سوچ ہے اس کی مثال تو پھر بالکل ایسی ہوگی کہ ایک بادشاہ کا باز اڑ کر کسی بھولی بڑھیا کے گھر جا بیٹھا بڑی بی نے دیکھا تو کہنے لگی کیسا خوبصورت پرندہ ہے لیکن پتہ نہیں کس بے قدرے کے پاس رہا ہے جس نے اس کا خیال نہیں کیا کہ اس کی چونچ ٹیڑھی ہوگئی ہے یہ بیچارا کھاتا کیسے ہوگا؟

اس کے ناخن بڑے بڑے ہو گئے ہیں اس غریب کو چلنے میں تکلیف ہوتی ہوگی بوڑھی اماں کو بہت ترس آیا اور اس نے قینچی اٹھا کر اس کی چونچ بھی کاٹ دی اور ناخن بھی کاٹ دیئے بادشاہ کے نوکر تلاش کرتے کرتے پہنچے تو باز کو دیکھا تو حیرت سے پوچھنے لگے اماں یہ کس نے کیا ہے؟ اماں نے بڑے فخریہ انداز میں بتلایا کہ میں نے کیا ہے تم نے تو اس کے ساتھ ظلم کر رکھا تھا شاہی نوکروں نے سر پیٹ کر کہا اماں! یہی ٹیڑھی چونچ اور لمبے ناخن ہی تو اس کا حسن و کمال تھے جو تو نے کاٹ ڈالے اب یہ بیکار ہو گیا ہے۔

تو میرے بھائی عورت کی نزاکت و حساسیت ہی اس کا امتیاز و کمال ہے اس لئے اس کو دبانے و کچلنے کی بجائے دانائی کے ساتھ اس سے کام لیں تو خوشیاں ملیں گی۔ اور اگر خاوند سمجھتا ہے کہ بیوی نے غلطی کی ہے تو بھی حتی الامکان معاف کر دے برداشت سے کام لے کسی اور مناسب موقع پر اچھے انداز سے سمجھا دے اللہ پاک ہم سب کی ازدواجی زندگی خوشگوار بنا دے۔ آمین!

خاندانی ماحول اور رشتہ داریوں کے تعلقات آج کل بہت ہی زیادہ پیچیدگیوں کا شکار ہیں، خاندان والے اور رشتہ دار ایک دوسرے کی شکایت کرتے ہیں ہر جگہ سے خاندانی جھگڑوں اور گھریلو چپقلش کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔

حالانکہ اسلام نے رشتہ داری کو بڑی اہمیت دی ہے اور رشتہ داروں کی آپس میں محبت کیلئے کئی اصول بھی بتائے ہیں تا کہ ہر قبیلہ اور برادری کے افراد ایک دوسرے کیلئے سکھ اور راحت کا ذریعہ بنیں ایک دوسرے کے دکھ میں شریک ہوں۔

ایک دوسرے کی طاقت بنیں اور ان کی یہ مجموعی طاقت اور بھلائی بالترتیب اپنے سب متعلقین کیلئے نفع مند ثابت ہو اور یوں ہر خاندان و برادری پورے معاشرے کیلئے خیر و بھلائی کا سرچشمہ ثابت ہو مگر افسوس کہ آج کسی برادری و خاندان کے اندرونی حالات اور ایک دوسرے کے جذبات پر اگر نظر پڑے تو یقیناً نفرت، چپقلش اور ناچاقی ہی نظر آئے گی۔

ایک عبرت آموز واقعہ

ایک ڈاکٹر صاحب اور ان کی اہلیہ میں جھگڑا رہتا تھا ایک دن وہ میڈیکل سٹور سے اپنے استعمال کیلئے سیرپ لائے اور گھر میں آ کے رکھ دیا اہلیہ صاحبہ نے اس سیرپ میں زہر ملا دیا جب ڈاکٹر صاحب نے دوسرے وقت سیرپ کی خوراک لینا چاہی تو انہیں شک سا پڑ گیا کہ اس سے تو اور طرح کی بو آ رہی ہے اور وہ اسی طرح اس سیرپ کو اٹھا کر میڈیکل سٹور پہ پہنچے اور شکایت کی بھئی یہ تو خراب لگتا ہے سٹور والے نے کہا ڈاکٹر صاحب آپ کمال کرتے ہیں یہ کیسے خراب ہو سکتا ہے؟ اگر آپ کو وہم پڑ ہی گیا ہو تو لاؤ میں آپ کو بھی پی کر دکھاتا ہوں اس سے کیا ہوتا ہے؟ چنانچہ اس نے اسی وقت اس سیرپ کی ایک خوراک لی اور وہیں ڈھیر ہو گیا بعد میں تحقیقات ہوئیں تو معلوم ہوا کہ یہ میاں بیوی کی آپس کی ناچاقی کا کرشمہ ہے جس

نے اس میڈیکل سٹور والے کی جان لے لی۔ یہ ہے گھریلو جھگڑے کی نحوست اور ہمیں آئے روز خبریں پڑھنے کو ملتی ہیں کہ آج فلاں جگہ ایک آدمی نے گھریلو جھگڑے سے تنگ آ کر خودکشی کر لی آج گھریلو جھگڑے کی وجہ سے یہ ہو گیا فلاں جگہ اتنے آدمی مارے گئے، فلاں جگہ یہ ہو گیا وہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس ہلاکت خیز بیماری سے نجات عطا فرمائیں اور ہمارے گھروں اور خاندانوں میں محبت و عافیت نصیب کریں۔ آمین!

فہم کا مدار...... دل

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں

''اگر دل میں ٹیڑھ ہو جاتی ہے تو صحیح سے صحیح کلام کا مطلب بھی ٹیڑھا سمجھتا ہے۔ سمجھ کا دارومدار دل پر ہے اور دل کا راستہ غلط ہو تو ہر مکتوب غلط ہو جائے گا۔ فرض کیجئے کہ ایک شخص کے دل میں خدانخواستہ یہودیت بھری ہوئی ہے وہ قرآن پاک کی آیتوں سے یہودیت نکالنا شروع کرے گا۔ نصرانی ذہنیت ہے تو اسے ہر آیت میں سے نصرانیت نکلتی ہوئی معلوم ہوگی۔ قادیانی ذہنیت ہے تو ہر آیت میں سے اسے قادیانیت نکلتی ہوئی معلوم ہوگی۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ جو مکتب فکر بنا ہوا ہو گا ویسا ہی آدمی ہر آیت اور ہر روایت سے مطلب سمجھے گا''۔

نسخہ 97

پریشانیوں کے گرداب سے نکلنے کا راستہ

گناہِ کبیرہ پر ایک نظر

(۱) کسی آدمی کو قتل کرنا (۲) زنا کرنا (۳) شراب پینا (۴) چوری کرنا (۵) کسی پر تہمت لگانا۔ (۶) سچی گواہی کا چھپانا (۷) جھوٹی قسم کھانا (۸) کسی کا مال چھین لینا (۹) سود لینا یا دینا (۱۰) سودی معاملہ کرنا (۱۱) یتیم کا مال کھا لینا (۱۲) رشوت لینا یا دینا (۱۳) ماں، باپ استاد کی نافرمانی اور بے ادبی کرنا (۱۴) کسی سے قطع رحمی کرنا یا رشتہ ناطہ توڑنا (۱۵) جھوٹی حدیث بیان کرنا (۱۶) بلا عذر رمضان شریف کا روزہ توڑنا (۱۷) ناپ تول میں کمی کرنا (۱۸) نماز کو وقت سے پہلے یا وقت گزرنے کے بعد پڑھنا (۱۹) زکوٰۃ فرض ہو چکنے باوجود ادا نہ کرنا (۱۰) باوجود مال اور طاقت ہونے کے حج نہ کرنا (۲۱) کسی صحابی کی شان میں گستاخی کرنا۔ (۲۲) غیبت کرنا بالخصوص کسی عالم یا حافظ قرآن کی (۲۳) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (یعنی نیک کاموں کا حکم اور بری باتوں سے روکنا، باوجود قدرت کے) چھوڑ دینا (۲۴) جادو سیکھنا سکھانا۔ (۲۵) کسی پر جادو کر دینا (۲۶) قرآن مجید پڑھ کر بھلا دینا (۲۷) بلا مجبوری کسی جاندار کو جلانا (۲۸) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا (۲۹) اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف ہو جانا (۳۰) عورت کا خاوند کی نافرمانی کرنا۔ (۳۱) چغلی کرنا (۳۲) نشہ دار چیز پینا (۳۳) جوا کھیلنا (۳۴) مردار گوشت کھانا (۳۵) قرآن پاک، رسول اللہ علیہ وسلم اور فرشتوں کو برا کہنا اور انکار کرنا کفر ہے۔ (۳۶) میاں بیوی میں لڑائی کرا دینا (۳۷) اسراف کرنا (۳۸) فتنہ فساد پھیلانا (۳۹) تقدیر کو جھٹلانا (۴۰) تکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچا پاجامہ کرنا (۴۱) کسی مسلمان کو کافر کہنا۔ (۴۲) علماء اور حفاظ کو نظر حقارت سے دیکھنا (۴۳) دکان یا مکان میں جاندار چیزوں کی تصویریں لگانا (۴۴) بلا ضرورت تصویر (فوٹو) کھنچوانا (۴۵) داڑھی منڈوانا یا کتروانا۔ (۴۶) امانت میں خیانت کرنا (۴۷) گالی دینا (۴۸) کھیل تماشوں سینما وغیرہ میں جانا (۴۹) ہارمونیم (موسیقی کے آلات) (۵۰) گراموفون اور اسی قسم کے دوسرے باجے بجانا جن کو

آج کل مسلمان باعث فخر اور باعث نجات سمجھتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت گناہ ہیں۔

جن گناہوں کو سر دست چھوڑ دینا آسان ہے انہیں فی الفور چھوڑ دیا جائے اور جن گناہوں سے جان چھڑانا فی الحال مشکل ہے ان کی مقدار کم کر دی جائے اور بتدریج کم کرتے چلے جائیں

ہر طرف ایک شور ہے غل ہے دہائی ہے فغاں ہے حالات کا شکوہ ہے کہیں تو سربراہان مملکت سے شکایت کوئی روز بروز بڑھتی ہوئی مہنگائی سے افسردہ تو کوئی آمدن کے وسائل سے پریشان۔ سکون و طمانیت عنقا ہے۔ ہر چہرہ مشکوک دکھائی دیتا ہے۔ گھریلو مسائل نے گھائل کر رکھا ہے۔ اپنے گلی محلے اور کالونیاں اب دیارِ غیر لگنے لگے ہیں۔ اپنا وطن اپنی زمین سے محبت و عقیدت کی تمازتیں اب نفرین کے جذبات میں بدل گئی ہیں۔

اگر ذرا باہر کی دنیا میں جھانک کر دیکھیں تو یہی حال تمام مسلم ممالک کا ہے۔ عالم کفر کا تو کہنا ہی کیا۔

مسئلہ صرف یہی نہیں کہ ہم نوع بنوع مسائل کا شکار ہیں مشکل یہ بھی ہے کہ مختلف حوالوں سے کی جانے والی اصلاح و انقلاب کی کوششیں بھی بے اثر ہو کر رہ گئی ہیں۔ کسی تبدیلی اور تغیر کی امیدیں بھی دھندلا گئی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ حالات کی نیا اس گرداب میں کیوں کر آن پھنسی اور اب اس سے نکلنے کی سبیل ہے تو کیا ہے؟ اس سلسلے میں دو باتیں قابلِ غور ہیں۔

1۔ ہمیں اپنی عقل و خرد اور خود رائی کے منہ زور گھوڑے اس ایک نکتہ پر روک ہی دینے ہوں گے کہ ہر دور کے تمام تر مسائل اور ہر نوع کی مشکلات کا حل اسلام کے دامن عافیت سے ہی وابستہ ہونے میں موجود ہے۔ باقی سب بے قیمت ہے۔

2۔ وہ اک ذرا سی بات جس پر توجہ نہ دیئے جانے کے باعث پورا معاشرہ ہی جہنم زار بن گیا آوے کا آوا ہی بگڑ گیا۔ وہ یہ کہ ہم نے اپنی ذات سے توجہ ہٹالی ہے۔ ہمیں ان موجودہ حالات کا ذمہ دار اپنے علاوہ ہر شخص نظر آتا ہے۔ ہر ایک اس بات کا خواہش مند ہے کہ اصلاح کا آغاز دوسرے شخص سے ہونا چاہئے۔ اس اصولی بات کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ''اے ایمان والو! خود اپنی خبر لو اگر تم ہدایت کے راستے پر ہو تو جو لوگ گمراہ ہیں وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ تم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ پھر وہ تمہیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ (المائدہ ۱۰۵)

موجودہ حالات کی ٹھیک ٹھیک عکاسی کرتے ہوئے 14 صدیاں قبل ہی آپ علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے ارشاد فرمایا تھا: "جب تم دیکھو کہ لوگ جذبہ بخل کی اطاعت کر رہے ہیں اور خواہشات نفسانی کے پیچھے دوڑ رہے ہیں دنیا کو ہر معاملے میں ترجیح دی جا رہی ہے اور ہر شخص اپنی رائے پر گھمنڈ میں مبتلا ہے تو ایسے میں خاص طور پر اپنی اصلاح کی فکر کرو اور عام لوگوں کے معاملے کو چھوڑ دو۔ (سنن ترمذی)

حالات کی قبروں پر کھڑے ہو کر زمانے کی تباہی اور لوگوں کی بربادی کی چیش گوئیاں کرنے والوں کے متعلق حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جو شخص یہ کہتا پھرے کہ لوگ برباد ہو گئے تو درحقیقت ان سب سے زیادہ برباد خود وہ شخص ہے"۔ (صحیح مسلم)

اپنی ذات پر ہر شخص کو مکمل اختیار حاصل ہے۔ ایک شخص اگر اپنے تئیں مکمل درست ہونے کا عزم کر لے تو کم از کم ایک فرد تو صحیح ہو گا۔ دنیا سے ایک بے نمازی صرف ایک رشوت خور ایک بدچلن ایک نافرمان۔ کم از کم ایک بدزبان ایک خائن فقط ایک گمراہ کا خاتمہ تو ہو گا۔ جب ایک شخص توبہ تائب ہو جائے گا تو ایک چراغ روشن ہو جائے گا اور پھر دیئے سے دیا جلتا چلا جائے گا۔ فرد سے افراد تیار ہوں گے اور معاشرہ افراد ہی سے تشکیل پاتا ہے۔ یوں آہستہ آہستہ پورے معاشرے کی کایا پلٹ سکتی ہے!

آپ نہ شرمایئے اس سے کہ میں اپنی ذات کو ملعون کیوں قرار دوں؟ اپنے من کا احتساب کیوں کر کروں؟ نہ گھبرایئے اس سے کہ سرتاپا گناہوں میں لتھڑی زندگی کو پاک کروں تو کیسے؟ پہلے ایک قصہ ذکر کرنے کے بعد لائحہ عمل کی طرف آتے ہیں۔

ذوالنون مصری رحمہ اللہ اپنے وقت کے مشہور بزرگ تھے۔ ان کے زمانے میں سخت ترین قحط پڑا۔ پانی کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ لوگ پیاسے مرنے لگے۔ درختوں کے پتے زرد پڑ گئے۔ جانور بلبلا اٹھے۔ کھیت کھلیان سب ویران ہو گئے۔ لوگ آبلہ پا آزردہ خاطر اور زبوں حال حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ کی خدمت میں پہنچے۔ دعا کی استدعا کی۔ مصری بزرگ نے دعا کیلئے ہاتھ نہیں اٹھائے لوگوں کے سامنے لمبی تقریر نہیں کی خدا کی پکڑ میں آئی ہوئی قوم پر وعیدوں کے تازیانے بھی نہیں برسائے۔ صرف اتنا ہی کہا "خدا کی رحمت ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہم سے روٹھ چکی ہے اور اس وقت سب سے بڑا گنہگار ذوالنون مصری ہے۔ جب تک وہ اس سرزمین کو اپنے وجود سے پاک نہیں کر دیتا خدا کی رحمت نہیں آ سکتی"۔ یہ کہا اور سامان کا گٹھا اٹھا کر قوم کو خیرباد کہتے ہوئے علاقے سے ہجرت کر گئے۔

عوام ابھی ورطہ حیرت میں مبتلا اور چہ میگوئیوں میں مصروف تھے کہ یکایک آسمان پر گڑ

گڑاہٹ ہوئی۔ بادلوں نے سماں باندھا اور چھم چھم بارش برسنے لگی۔

لوگوں کے دلوں پر راج کرنے والے اس بے تاج بادشاہ سے کسی کوتاہی کا امکان بھی کم سے کم ہے۔ چہ جائیکہ اسے علاقے بھر کا سب سے بڑا گناہ گار تصور کیا جائے۔ ممکن ہے حق تعالیٰ کو ان کی تواضع پر پیار آ گیا ہو اور آسمان نے ترنگ میں آ کر خوشی کے آنسو بہانے شروع کر دیئے ہوں۔

داستان کا سبق آموز پہلو یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کو اعتراف تقصیر انتہائی پسند ہے۔ اپنے وقت کے سردار اولیاء نے بڑی شان بے نیازی سے اپنے آپ کو ہدف ملامت قرار دے کر ہم جیسے گناہ گاری و زیاں کاری کے رسیا اشخاص کے واسطے قیامت تک کیلئے نمونہ چھوڑا۔ ایک ذرا ہمت کی ضرورت ہے اور بس! اس سے آگے ہماری انگلی پکڑ کر سینے سے لگا لینا خدا کا کام ہے۔ اولیاء کرام نے برائیوں کے جہنم زار سے نکل کر نیکی اور تقوے کی بہشت بریں میں پہنچنے کا بہت ہی آسان نسخہ بتلایا ہے۔ فرمایا جن گناہوں کو سردست چھوڑ دینا آسان ہے انہیں فی الفور چھوڑ دیا جائے۔ جن تقصیرات سے جان چھڑانا فی الحال مشکل ہے۔ ان کی مقدار کم کر دی جائے اور بتدریج کم کرتے چلے جائیں۔

دوسری جانب اس خطا کو چھوڑ دینے کی راہ میں جو دشواریاں حائل ہیں۔ ان دشواریوں کو دور کرنے کی کوشش بھی جاری رکھی جائے۔ بہر حال! بیمار کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اسے اپنی بیماری کا ادراک ہو جائے اور وہ اپنے آپ کو بیمار تسلیم کر لے۔ تب دوا کی جانب قدم بڑھتے ہیں اور شفا پاؤں چومتی ہے۔

دل کی راحت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ذکر اللہ ہی ایسی چیز ہے جس میں چین اور اطمینان منحصر ہے اور اس طریقہ کا معین ہے اللہ تعالیٰ کے عذاب اور نعمتوں کا مراقبہ اور کسی صاحب تحقیق کو اپنا رہبر بنا لو اور اس کے سایہ میں رہ کر اپنی زندگی ختم کر دو اس کے سوا کہیں چین ہے اور نہ آرام۔ (دوائے دل)

نسخہ 98

خیالات وساوس سے خود کو محفوظ رکھئے

وساوس کا علاج

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ ارشاد فرماتے ہیں کہ پریشانی کی مختلف انواع میں سے ایک نوع وسوسہ ہے جس سے مسلمان اگر متاثر ہو جائے پوری زندگی زیر و زبر ہو جاتی ہے۔ دل کا سکون برباد ہو جاتا ہے۔ اس لئے سکون قلب کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ جملہ وساوس کے بارہ میں شرعی تعلیمات کا علم ہو تاکہ نفس و شیطان کی طرف سے وساوس آنے پر انسان پریشانی سے بچ سکے اور اپنی زندگی کو سکون و اطمینان کی شاہراہ پر بے خوف و خطر چلا سکے۔

برے خیالات' ایمان کی علامت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وسوسے کے بارے میں پوچھا گیا کہ دل میں کفر و شرک کے اور فسق و فجور کے جو وسوسے آتے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ذاک محض الایمان ۔ یعنی یہ وسوسے خالص ایمان کی علامت ہیں۔ ان سے مت گھبراؤ اور ان کی وجہ سے مایوس مت ہو جاؤ اور اس کی وجہ سے زیادہ پریشان مت ہو کیونکہ یہ خالص ایمان کی علامت ہیں۔

ایک صحابیؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! بعض اوقات ہمارے دل میں ایسے وسوسے اور خیالات آتے ہیں کہ ان خیالات کو زبان پر لانے کے مقابلے میں ہمیں جل کر کوئلہ ہو جانا زیادہ پسند ہے یعنی ان خیالات کو زبان سے ظاہر کرنا آگ میں جل جانے سے زیادہ برا لگتا ہے۔ اس کے جواب میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو ایمان کی علامت ہے۔

شیطان ایمان کا چور ہے

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ "وسوسے"

شیطان کا عمل ہے کیونکہ شیطان ہی انسان کے دل میں یہ وسوسے ڈالتا ہے اور شیطان ایمان کا چور ہے یہ تمہارے ایمان پر ڈاکہ ڈالنا چاہتا ہے چور اور ڈاکو اس گھر میں ڈاکہ ڈالے گا جس گھر میں دولت ہو اگر دولت ہی نہیں تو پھر ڈاکو ڈاکہ کیوں ڈالے گا۔ لہٰذا شیطان جو تمہارے دل میں وسوسے ڈال رہا ہے اور تمہارے دل میں داخل ہو رہا ہے یہ اس بات کی علامت ہے کہ تمہارے دل میں ایمان کی دولت موجود ہے اگر یہ ایمان کی دولت نہ ہوتی تو یہ ڈاکو اس گھر میں داخل نہ ہوتا اس وجہ سے ان سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ یہ جو تم کہہ رہے ہو کہ میرے دل میں ایسے وسوسے آتے ہیں کہ ان کو ظاہر کرنے کے مقابلے میں جل کر مر جانا زیادہ پسند ہے یہ اندر سے تمہارا ایمان بول رہا ہے تمہارا ایمان یہ بول رہا ہے کہ یہ بات زبان سے نکالنے والی نہیں۔ اگر دل میں ایمان نہ ہوتا تو یہ بات نہ ہوتی اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو عین ایمان کی علامت ہے۔

وساوس پر گرفت نہیں ہوگی

ایک حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا شکر ہے کہ اس نے شیطان کے مکر اور جال کو وسوسے کی حد تک محدود کر دیا اس سے آگے نہیں بڑھایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ شیطان کی تدبیر تمہارے اوپر اس سے زیادہ کارگر نہیں ہو رہی ہے۔

ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دلوں میں جو وسوسے پیدا ہوتے ہیں اس سے درگزر فرما دیا ہے اور ان کو معاف فرما دیا ہے۔ ان پر مواخذہ نہیں ہوگا۔ البتہ عمل پر مواخذہ ہوگا۔

عقیدوں کے بارے میں خیالات

وسوسے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وسوسے عقیدے کے بارے میں ہیں یعنی دل میں شیطان اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں وسوسے ڈالے یا آخرت کے بارے میں وسوسے ڈالے کہ معلوم نہیں کہ آئے گی یا نہیں۔ اس قسم کے وسوسوں کے بارے میں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ جب تک تم اپنا عقیدہ درست رکھو گے پھر چاہے خیالات اور وساوس کیسے بھی آجائیں اس پر ان شاء اللہ مواخذہ نہیں ہوگا اور نہ ان خیالات کی وجہ سے انسان کافر ہوتا ہے۔ ان خیالات کی وجہ سے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں شیطان ہو گیا، میں تو کافر ہو گیا۔ یاد رکھئے! ان وسوسوں کے دل میں آنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک انسان اپنے دل اپنی زبان اور اپنے عمل سے مومن ہے لہٰذا آدمی کو مطمئن ہو جانا چاہئے۔

گناہوں کے خیالات

دوسرے گناہ کرنے اور فسق و فجور کرنے کے وسوسے اور خیالات آتے ہیں۔ مثلاً دل میں یہ خیال آتا ہے کہ فلاں گناہ کا ارتکاب کرلوں یا فلاں گناہ کرلوں یا کسی گناہ کی طرف طبیعت مائل ہو رہی ہے اور اس کی طرف کشش ہو رہی ہے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ اگر محض دل میں خیال آتا ہے تو اس پر ان شاء اللہ کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا جب تک اس خیال اور وسوسے پر عمل نہ کرلو گے لہٰذا جب گناہ کے تقاضے اور داعیے پر عمل کرلو گے تو یہ قابل مؤاخذہ اور قابل گرفت ہے۔ اور جب بھی کسی گناہ کا خیال یا وسوسہ آئے کہ فلاں گناہ کرلوں تو اس کا فوری توڑ یہ ہے کہ فوراً اللہ کی پناہ مانگو کہ یا اللہ! میرے دل میں اس گناہ کا خیال آرہا ہے، میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں، آپ مجھے اس گناہ سے بچا لیجئے۔ اس طرح اس خیال اور وسوسے کا توڑ ہوجائے گا۔

برے خیالات کے وقت اللہ کی طرف رجوع کرو

حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ قرآن کریم میں مذکور ہے کہ آپ آزمائش میں مبتلا ہوئے اور اس آزمائش کے نتیجے میں ان کے دل میں بھی گناہ کا کچھ وسوسہ آیا اس لئے کہ بہرحال آپ بھی انسان تھے لیکن اس وقت آپ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا فرمائی کہ:

وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُن مِّنَ الْجَاهِلِينَ

یعنی اے اللہ! اگر آپ ان عورتوں کے مکر کو مجھ سے دور نہیں کریں گے تو میں بھی تو ایک انسان ہوں ان کی طرف مائل ہوجاؤں گا اور جاہلوں میں سے ہوجاؤں گا۔ لہٰذا ان عورتوں کے مکر کو مجھ سے دور کردیجئے۔ جب بھی گناہ کا خیال یا گناہ کا وسوسہ اور داعیہ دل میں پیدا ہو تو فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرکے اس سے پناہ مانگ لو کہ اے اللہ! اپنے فضل و کرم سے مجھے اس گناہ سے محفوظ رکھئے۔ اور اس وقت اپنی ہمت کو تازہ کرلو کہ میں گناہ کے اس داعیہ پر عمل نہیں کروں گا۔ اگر یہ کرلو گے تو پھر ان شاء اللہ یہ خیالات اور وسوسے کچھ بھی نقصان نہیں کریں گے۔

نماز کی ناقدری مت کرو

اسی طرح نماز میں یہ جو خیالات آتے ہیں، بہت سے لوگ ان سے پریشان ہوتے ہیں اور ان خیالات کے نتیجے میں کہتے ہیں کہ ہماری یہ نماز تو اٹھک بیٹھک ہے، اس میں کوئی روح اور جان نہیں ہے۔ یاد رکھئے! نماز کی ایسی ناقدری نہیں کرنی چاہئے۔ ارے یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے

کہ اس نے ہمیں نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، اور ان خیالات کی وجہ سے اپنی نماز کو بے کار مت سمجھو، یہ نماز کی توفیق تو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور ان غیر اختیاری خیالات کی وجہ سے ان شاء اللہ تمہاری نماز خراب نہیں ہوئی۔ البتہ اپنے اختیار سے خیالات مت لاؤ۔

نیکی کے ارادے پر اجر و ثواب

بہرحال اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں دل کے خیالات پر مواخذہ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عجیب رحمت ہے کہ گناہ کے بارے میں تو یہ اصول مقرر فرما دیا کہ اگر گناہ کرنے کے بارے میں خیال آیا اور شوق پیدا ہوا اور دل میں تھوڑا سا ارادہ بھی کر لیا کہ یہ گناہ کرنا ہے لیکن عزم اور پختہ ارادہ کی حد تک نہیں پہنچا تو اس پر اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی پکڑ نہیں بلکہ اگر بار بار گناہ کا خیال آتا رہا اور انسان اس خیال کو دفع کرتا رہا اور اس پر عمل نہیں کیا تو ان شاء اللہ گناہ نہ کرنے پر اجر و ثواب ملے گا کیونکہ گناہ کا خیال آنے کے باوجود اس نے اپنے آپ کو گناہ سے بچا لیا اور نیکی کے بارے میں یہ اصول مقرر فرما دیا کہ اگر کسی نیکی کے بارے میں خیال آیا اور ارادہ کیا کہ فلاں نیکی کر لوں اگرچہ اس نیکی کا پختہ ارادہ نہیں کیا تب بھی صرف ارادے پر اللہ تعالیٰ اجر و ثواب عطا فرماتے ہیں مثلاً یہ ارادہ کیا کہ اگر مجھے مال مل گیا تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اتنا مال صدقہ کروں گا تو اس پر بھی اس کو ثواب ملے گا۔ یا مثلاً یہ ارادہ کر لیا کہ جب جہاد کا موقع آئے گا تو اللہ کے راستے میں جہاد کروں گا اور شہادت کا درجہ حاصل کروں گا تو اس کے بارے میں حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی شہداء میں شمار فرماتے ہیں چنانچہ فرمایا: اگر کوئی شخص سچے دل سے شہادت طلب کرے کہ اے اللہ! مجھے اپنے راستے میں شہادت کا مقام عطا فرمائیے تو اللہ تعالیٰ اس کو شہیدوں کی فہرست میں شمار فرمائیں گے چاہے بستر پر اس کو موت آئی ہو۔ بہرحال نیکی کے بارے میں تو قانون یہ ہے کہ پختہ ارادہ کرنے سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ اجر و ثواب عطا فرماتے ہیں اور گناہ کے اندر قانون یہ ہے کہ جب تک پختہ ارادہ نہ کرے اس وقت تک مواخذہ نہیں فرماتے یہ رحمت کا معاملہ ہے۔

خیالات کی بہترین مثال

بہرحال گناہوں کے پختہ ارادہ کرنے سے بچنا چاہئے لیکن گناہوں کے جو وساوس اور خیالات آرہے ہیں ان کی پرواہ نہ کرے بلکہ اپنے کام میں لگا رہے۔ ان خیالات کی وجہ سے اپنے کام کو نہ چھوڑے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان خیالات کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک شخص کو سربراہ وقت اور بادشاہ نے دعوت دی ہے اور بلایا ہے۔ اب یہ شخص جلدی میں بادشاہ سے ملاقات کرنے جا رہا

ہے۔اب کوئی شخص اس کا دامن گھسیٹتا ہے اور کوئی اس کا ہاتھ پکڑتا ہے اور اس کو روک کر اس سے بات کرنے کی کوشش کرتا ہے۔اس طرح لوگ اس کو تنگ کر رہے ہیں۔اب بتائیے کیا یہ شخص ان راستہ روکنے والوں سے الجھنا شروع کردے یا اپنا سفر جاری رکھے گا؟ اگر یہ شخص ان راستہ روکنے والوں سے الجھ گیا تو یہ شخص بادشاہ کے دربار میں کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔ لیکن اگر اس نے یہ سوچا کہ یہ تو پاگل اور بیوقوف لوگ ہیں، میرے راستے میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔ مجھے تو اس وقت بادشاہ کے پاس جانا ہے اور اس سے ملاقات کا اعزاز وشرف حاصل کرنا ہے تو وہ شخص ان کی طرف دھیان بھی نہیں دے گا۔

خیالات سے بچنے کا پہلا علاج

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے خط میں لکھا کہ حضرت! جب میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں تو طرح طرح کے خیالات آتے رہتے ہیں اور اس کی وجہ سے پریشانی ہوتی ہے کہ میری نماز تو کچھ بھی نہیں۔ حضرت نے اس کے جواب میں لکھا کہ "خیالات" کا آنا گناہ نہیں، خیالات کا لانا گناہ ہے" یعنی اگر وہ خیالات خود بخود آ رہے ہیں تو یہ گناہ نہیں۔ہاں جان بوجھ کر ارادہ کر کے دل میں خیالات لا رہے ہیں تو یہ گناہ ہے۔

خیالات کا علاج

ان خیالات اور وساوس کا علاج ہی یہ ہے کہ ان خیالات کی طرف التفات اور توجہ مت کرو، جب توجہ نہیں کرو گے تو ان شاء اللہ یہ خیالات خود بخود دور ہو جائیں گے۔ بس اپنا کام کئے جاؤ کہ جب نماز کی نیت باندھو تو اپنا ذہن نماز کی طرف لگاؤ۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے مواعظ اور ملفوظات میں یہ نکتہ واضح کیا ہے کہ یہ نماز بذات خود مطلوب ہے لہٰذا اگر غیر اختیاری طور پر خیالات آ رہے ہیں تو اس کی وجہ سے نماز کی ناقدری مت کرو۔ نمازی اکثر یہ سوال کرتے ہیں کہ ہم نماز پڑھتے ہیں لیکن نماز میں مزہ ہی نہیں آتا لطف ہی نہیں آتا پہلے نماز میں بہت لطف اور مزہ آتا تھا اور اب وہ لطف آنا بند ہو گیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بھائی! یہ نماز اس لئے فرض نہیں کی گئی کہ اس میں تمہیں مزہ اور لطف آیا کرے۔ بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی کا ایک طریقہ ہے اب اگر نماز میں مزہ آ جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور اگر مزہ نہ آئے تو اس کی وجہ سے نماز کی فضیلت میں ذرہ برابر کمی نہیں آتی۔ اگر تم نماز کے ارکان اور اس کی شرائط اور اس کے آداب پورے طور پر بجا لا رہے ہو اور سنت کے مطابق نماز ادا کر رہے ہو تو پھر ساری عمر بھی اگر مزہ نہ آئے تو اس میں تمہارا کوئی نقصان نہیں۔ اگر نماز میں مزہ آئے تو بھی نماز پڑھنی ہے اگر مزہ نہ آئے تو بھی نماز پڑھنی ہے۔

دل نہ لگنے کے باوجود نماز پڑھنا

بلکہ اگر نماز میں مزہ نہ آیا اور نماز پڑھنے میں مشقت محسوس ہوئی، لیکن اس کے باوجود تم نے نماز پڑھی تو اس پر تمہارے لئے زیادہ ثواب لکھا جائے گا۔ اس لئے کہ نماز پڑھنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا بلکہ نفس شرارت کر رہا تھا لیکن تم نے زبردستی اللہ کی عبادت کی خاطر اور اس کی اطاعت کی خاطر نفس پر جبر کرکے نماز پڑھ لی تو ان شاء اللہ اس نماز پر تمہیں ثواب زیادہ ملے گا۔ چنانچہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص کو ساری عمر بھی نماز میں مزہ نہ آئے لیکن پھر بھی نماز پڑھتا رہے، نماز کو چھوڑے نہیں، میں اس کو دو باتوں کی مبارک دیتا ہوں۔ ایک اس بات کی کہ جب اس کو نماز میں مزہ نہیں آیا لیکن اس کے باوجود وہ نماز پڑھتا رہا تو ان شاء اللہ اس کے اجر میں اضافہ ہوگا اور اس کو ثواب زیادہ ملے گا اور دوسرے اس پر کہ اگر اس کو نماز میں مزہ آتا تو یہ شبہ ہوتا کہ یہ شاید نفس کے مزے کی خاطر نماز پڑھ رہا ہے۔ لیکن جب نماز میں مزہ آیا ہی نہیں تو اب یہ شائبہ ختم ہو گیا۔ لہذا معلوم ہوا کہ یہ نماز صرف اللہ کے لئے پڑھ رہا ہے کیونکہ اس میں اخلاص زیادہ ہو گیا۔ اس کی وجہ سے اجر و ثواب میں اضافہ ہو جائے گا۔ اس لئے فکر میں مت پڑا کرو کہ مزہ آیا یا نہیں، لطف آیا یا نہیں۔

وسوسوں پر خوش ہونا چاہئے

بہرحال اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا کہ یہ وسوسے ایمان کی علامت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے دل میں وسوسوں کے آنے کو کوئی گناہ قرار نہیں دیا، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی جو تشریح کی ہے وہ یہ ہے کہ "ان دونوں حدیثوں میں امور غیر اختیاریہ پر مواخذہ نہ ہونا مذکور ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ ان حدیثوں میں وساوس پر مسرور ہونے کی طرف اشارہ ہے" یعنی اگر دل میں وسوسے آ رہے ہیں مگر ان وسوسوں پر عمل نہیں ہو رہا ہے تو ان وسوسوں پر خوش ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ یہ وسوسے تمہارے ایمان کی علامت ہیں، کسی کافر کے دل میں یہ وسوسے نہیں آتے بلکہ صاحب ایمان کے دل میں وسوسے آتے ہیں۔ اس لئے تم ان پر خوش ہو جاؤ۔ پھر آگے فرمایا کہ ان وسوسوں سے نجات کی یہی تدبیر ہے کہ ان کی کچھ پرواہ نہ کرے بلکہ ان پر خوش ہو۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ "شیطان کو مومن کی خوشی گوارہ نہیں۔ جب شیطان مومن کو وساوس پر خوش ہوتا ہوا دیکھے گا تو وسوسے ڈالنا چھوڑ دے گا"۔

وسوسہ کی تعریف

البتہ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ وسوسہ وہ ہے جو خود بخود دل میں آ جائے' لیکن اپنی طرف سے سوچ کر وسوسہ لانا یا گناہ کا تصور کرنا یا گناہ کا ارادہ دل میں لانا' یہ وسوسہ نہیں ہے بلکہ خود ایک عمل ہے' اور یہ عمل بکثرت خود گناہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اپنی طرف سے سوچ کر قصد اور ارادہ کر کے وسوسہ نہ لائے اور جو وسوسہ خود بخود آ جائے اس کی پرواہ نہ کرے۔

خیالات سے بچنے کا دوسرا علاج

یہ خیالات اور وسوسے جو انسان قصد اور ارادہ کر کے دل میں لاتا ہے اس سے بچنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جب کبھی اس قسم کا خیال دل میں پیدا ہو' اس وقت اپنے آپ کو کسی اور کام میں لگا لیں۔ اس لئے کہ یہ وسوسے اس طرح دور نہیں ہوتے کہ آدمی لاٹھی لے کر ان کے پیچھے پڑ جائے' بلکہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو کسی اور کام میں لگا لے' کسی اور مشغلے میں اپنے آپ کو مشغول کر دے۔ اس کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعا تلقین فرمائی ہے وہ دعا بکثرت کیا کرے' اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کے حق میں وہ دعا قبول فرمالے' آمین۔ وہ دعا یہ ہے۔

اللّٰهُمَّ اجْعَلْ وَسَاوِسَ قَلْبِىْ خَشْيَتَكَ وَذِكْرَكَ وَاجْعَلْ هِمَّتِىْ وَهَوَاىَ فِيْمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى

کیا عجیب و غریب دعا ہے۔ آپ ایسی ایسی دعائیں تلقین فرما گئے کہ انسان ان کا تصور نہیں کر سکتا۔ یعنی اے اللہ! میرے دل میں آنے والے خیالات کو اپنے خشیت اور اپنے ذکر میں تبدیل فرما دیجئے۔ انسان کی خاصیت یہ ہے کہ اس کا دماغ کبھی بھی خیالات سے خالی نہیں ہوتا' کوئی نہ کوئی خیال اس کے ذہن میں ہر وقت رہتا ہے' مثلاً ہاتھوں سے کچھ کام کر رہا ہے' لیکن دماغ کہیں اور لگا ہوا ہے اور خیالات مسلسل آ رہے ہیں۔ کوئی لمحہ خیالات سے خالی نہیں ہوتا لہٰذا یہ دعا کرو کہ یہ جو فضول خیالات آ رہے ہیں جن کا کوئی فائدہ نہیں ہے' یا اللہ! یہ خیالات بدل کر آپ کے ذکر اور آپ کی خشیت میں تبدیل ہو جائیں۔ جو خیال بھی آئے وہ یا تو آپ کا ہو یا آپ کی خشیت کا ہو' آپ کی یاد کا ہو۔ آپ کے سامنے حاضر ہونے کا ہو' آپ کی جنت کی نعمتوں کا ہو' دوزخ کے عذاب کا ہو اور آپ کے دین کے احکام کا خیال ہو۔ اور اے اللہ! میرے دل کے خیالات اور میری خواہشات کا رخ موڑ کر ان چیزوں کی طرف کر دیجئے جو آپ کو پسند ہوں اور دل صرف اس چیز کی طرف مائل ہو جو آپ کو پسند ہو۔ (از اصلاحی خطبات)

نسخہ 99

دوستی دشمنی میں اعتدال

دوستی کرنے کا زریں اصول

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اپنے دوست سے دھیرے دھیرے محبت کرو۔ یعنی اعتدال سے کرو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ تمہارا وہ دوست کسی دن تمہارا دشمن بن جائے اور مبغوض بن جائے اور جس شخص سے تمہیں دشمنی اور بغض ہے اس کے ساتھ بغض اور دشمنی بھی دھیرے دھیرے کرو کیا پتہ کہ وہ دشمن کسی دن تمہارا محبوب اور دوست بن جائے۔ (ترمذی شریف)

اس حدیث کی تشریح میں مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں۔ اس حدیث میں یہ عجیب تعلیم ارشاد فرمائی کہ دوست سے دوستی اور محبت بھی اعتدال کے ساتھ کرو اور جس سے دشمنی ہو تو اس کے ساتھ دشمنی بھی اعتدال کے ساتھ ہو۔ یاد رکھو دنیا کی دوستیاں اور محبتیں بھی پائیدار نہیں ہوتیں اور دنیا کی دشمنیاں اور بغض بھی پائیدار نہیں ہوتے۔ ہوسکتا ہے کہ کسی وقت وہ دوستی دشمنی میں تبدیل ہوجائے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی وقت وہ دشمنی دوستی میں تبدیل ہوجائے۔ اس لئے اعتدال سے آگے نہ بڑھو۔

ہماری دوستی کا حال

اس حدیث میں ان لوگوں کو خاص طور پر زریں تعلیم عطا فرمائی جن کا یہ حال ہوتا ہے کہ جب ان کی دوستی کسی سے ہوجاتی ہے یا کسی سے تعلق ہوجاتا ہے اور محبت ہوجاتی ہے تو اس دوستی اور محبت میں بے دھڑک آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں کہ پھر ان کو کسی حد کی پرواہ نہیں ہوتی۔ بس جن سے محبت اور تعلق قائم ہوگیا اب ان کے اندر کوئی عیب نظر نہیں آتا اور اب دن رات کھانا پینا ان کے ساتھ ہے اٹھنا بیٹھنا ان کے ساتھ ہے چلنا پھرنا انکے ساتھ ہے ہر کام ان کے ساتھ ہے اور دن رات ان کی رفاقت اور صحبت حاصل ہے اور ان کی تعریف کے گن گائے جارہے ہیں لیکن اچانک معلوم ہوا کہ دوستی ٹوٹ گئی اب وہ دوستی ایسی ٹوٹی کہ اب ایک دوسرے کی شکل وصورت دیکھنے کے

یہ دیکھے گا کہ یہ خود تو اس کام کو نہیں کر رہے ہیں۔ اور ہمیں نصیحت کر رہے ہیں۔ اگر یہ کوئی اچھا کام ہوتا تو پہلے یہ خود عمل کرتے۔ اس طرح وہ بات ہوا میں اڑ جاتی ہے۔ اور اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت نے جو انقلاب برپا کیا۔ اور صرف ۲۳ سال کی مدت میں پورے جزیرہ عرب کی کایا پلٹ دی، بلکہ پوری دنیا کی کایا پلٹ دی، یہ منصب اس لئے آیا کہ آپ نے جس بات کا امت کو کرنے کا حکم دیا، پہلے خود اس بات پر اس سے زیادہ عمل کیا، مثلاً ہمیں اور آپ کو حکم دیا کہ پانچ وقت کی نماز پڑھا کرو۔ لیکن خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ وقت کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ یعنی پانچ نمازوں کے علاوہ اشراق۔ چاشت اور تہجد بھی پڑھا کرتے تھے، بلکہ آپ کی یہ حالت تھی کہ: اذا حزبہ امر صلی (مشکوٰۃ)

یعنی جب آپ کو کسی کام کی پریشانی پیش آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے دعا کرتے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ: جعلت قرۃ عینی فی الصلوۃ۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ (نسائی، کتاب عشرۃ النساء، باب نمبر ایک)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا روزہ

اسی طرح دوسروں کو پورے سال میں ایک ماہ یعنی رمضان المبارک میں روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ لیکن آپ کا خود کا معمول یہ تھا کہ پورے سال میں کوئی مہینہ ایسا نہیں گزرتا تھا، جس میں کم از کم تین روزے آپ نہ رکھتے ہوں، اور بعض اوقات تین سے زیادہ بھی رکھتے تھے۔ اور دوسروں کو تو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ جب افطار کا وقت آ جائے تو فوراً افطار کر لو۔ اور دو روزوں کو ایک ساتھ جمع کرنے کو ناجائز قرار دیا۔

"صوم وصال" کی ممانعت

چنانچہ بعض صحابہ کرام کو آپ نے دیکھا کہ وہ اس طرح دو روزے ملا کر رکھ رہے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع فرما دیا کہ تمہارے لئے اس طرح ملا کر روزے رکھنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ حرام ہے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود "صوم وصال" رکھتے، اور یہ فرماتے کہ تم اپنے آپ کو مجھ پر قیاس نہ کرو، اس لئے کہ میرا پروردگار مجھے کھلاتا بھی ہے۔ اور

پاتا بھی ہے۔ یعنی تمہارے اندر اس روزے کی طاقت نہیں ہے، میرے اندر طاقت ہے۔ اس لئے میں رکھتا ہوں۔ گویا کہ دوسروں کے لئے آسانی اور سہولت کا راستہ بتا دیا کہ افطار کے وقت خوب کھاؤ، پیو اور رات بھر کھانے کی اجازت ہے۔ (ترمذی)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور زکوۃ

ہمیں اور آپ کو تو یہ حکم دیا کہ اپنے مال کا چالیسواں حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کر دو۔ زکوۃ ادا ہو جائے گی، لیکن آپ کا یہ حال تھا کہ جتنا مال آ رہا ہے، سب صدقہ ہو رہا ہے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لئے مصلی پر تشریف لائے، اور اقامت ہو گئی، اور نماز شروع ہونے والی ہے، اچانک آپ مصلے سے ہٹ گئے اور فوراً گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد واپس تشریف لے آئے۔ اور نماز پڑھا دی۔ صحابہ کرام کو اس پر تعجب ہوا چنانچہ نماز کے بعد صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! آج آپ نے ایسا عمل کیا جو اس سے پہلے کبھی نہیں کیا تھا اس کی کیا وجہ تھی؟ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ میں اس لئے گھر واپس گیا تھا کہ جب میں مصلی پر کھڑا ہوا، اس وقت مجھے یاد آیا کہ میرے گھر میں سات دینار (اشرفیاں) پڑے ہیں۔ اور مجھے اس بات سے شرم آئی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے سامنے اس حالت میں پیش ہو کہ اس کے گھر میں ضرورت سے زائد سات دینار رکھے ہوں، چنانچہ میں نے ان کو ٹھکانے لگا دیا۔ اور پھر اس کے بعد آکر نماز پڑھائی۔

اللہ کے محبوب نے خندق بھی کھودی

غزوہ احزاب کے موقع پر خندق کھودی جا رہی ہے، صحابہ کرام خندق کھودنے میں لگے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ نہیں تھا کہ دوسرے لوگ تو خندق کھودیں، اور خود امیر ہونے کی وجہ سے آرام سے بستر پر سو جائیں، بلکہ وہاں یہ حال تھا کہ دوسروں کو جتنا حصہ کھودنے کے لئے ملا تھا، اتنا حصہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے بھی مقرر فرمایا۔ ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ اس حالت میں جب خندق کھودی جا رہی تھی، مشقت کا وقت تھا، اور کھانے پینے کا کما حقہ انتظام نہیں تھا، اور میں بھوک سے بیتاب ہو رہا تھا تو بھوک کی شدت کی وجہ سے میں نے اپنے پیٹ پر ایک پتھر باندھ لیا تھا۔

پیٹ پر پتھر باندھنا

پیٹ پر پتھر باندھنے کا محاورہ ہم نے اور آپ نے بہت سنا ہے، لیکن کبھی دیکھا نہیں۔ اور

اس کے ہر کام میں عیب تلاش کئے جا رہے ہیں۔ ارے بھائی اگر کوئی آدمی برا ہو گا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر اچھائی بھی رکھی ہوگی۔ ایسا نہ ہو کہ عداوت کی وجہ سے تم اس کی اچھائیوں کو بھی نظر انداز کرتے چلے جاؤ۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا (سورۃ المائدہ)

یعنی کسی قوم کے ساتھ عداوت تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم اس کے ساتھ انصاف نہ کرو۔ بیشک اس کے ساتھ تمہاری دشمنی ہے لیکن اس دشمنی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اب اس کی اچھائی کا بھی اعتراف نہ کیا جائے بلکہ اگر وہ کوئی اچھا کام کرے تو اس کی اچھائی کا اعتراف کرنا چاہئے لیکن چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عام طور پر ہمارے پیش نظر نہیں رہتا اس لئے محبتوں میں بھی حدود سے تجاوز ہو جاتا ہے اور بغض اور عداوت میں بھی حدود سے تجاوز ہو جاتا ہے۔

یہ دعا کرتے رہو

اول تو صحیح معنی میں محبت صرف اللہ جل شانہٗ سے ہونی چاہئے۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا تلقین فرمائی جو ہر مسلمان کو ہمیشہ مانگنی چاہئے۔

اللھم اجعل حبک احب الاشیاء الی (کنز العمال ج ۲ ص ۱۸۲)

اے اللہ اپنی محبت کو تمام محبتوں پر غالب فرما۔ اب انسان چونکہ کمزور ہے اور اس کے ساتھ بشری تقاضے لگے ہوئے ہیں اس لئے انسان کو دوسروں سے بھی محبت ہوتی ہے۔ مثلاً بیوی سے محبت اولاد سے محبت دوستوں سے محبت ماں باپ سے محبت عزیز و رشتہ داروں سے محبت یہ ساری محبتیں انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہیں یہ محبتیں انسان کے ساتھ رہیں گی اور کبھی ختم نہیں ہوں گی لیکن اصل بات یہ ہے کہ آدمی یہ دعا کرے کہ یا اللہ یہ ساری محبتیں آپ کی محبت کے تابع ہو جائیں اور آپ کی محبت ان تمام محبتوں پر غالب آ جائے۔

دوستی کے نتیجے میں گناہ

بسا اوقات ان دوستیوں کے نتیجے میں ہم گناہ کے اندر مبتلا ہو جاتے ہیں اور یہ سوچتے ہیں کہ چونکہ یہ دوست ہے اگر اس کی بات ہم نے نہ مانی تو اس کا دل ٹوٹے گا لیکن اگر اس کے دل ٹوٹنے کے نتیجے میں شریعت ٹوٹ جائے تو اس کی پروا نہیں۔ حالانکہ شریعت کو توڑنے

سے بچانا دل کو ٹوٹنے سے بچانے سے مقدم ہے بشرطیکہ شریعت میں گنجائش نہ ہو۔ لیکن اگر شریعت کے اندر گنجائش ہو تو اس صورت میں بیشک یہ حکم ہے کہ مسلمان کا دل رکھنا چاہئے اور حتی الامکان دل نہ توڑنا چاہئے کیونکہ یہ بھی عبادت ہے۔

"غلو" سے بچیں

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں معاملات کے اندر "غلو" کرنے کی ممانعت ہے۔ کسی بھی معاملے میں غلو نہ ہو، نہ تعلقات میں اور نہ ہی معاملات میں اور غلو کے معنی ہیں "حد سے بڑھنا" کسی بھی معاملے میں انسان حد سے نہ بڑھے بلکہ مناسب حد کے اندر رہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اس حدیث پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اصلاح قلب کی ضرورت

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"اس دور میں بدعملی جہالت کی وجہ سے نہیں ہے علم کے باوجود بدعملی ہے۔ علم کے راستے اتنے کھل چکے ہیں کہ قدم قدم پر آدمی کو علم ہوتا ہے اور بلکہ یہ بدعملی عدم تزکیہ کی وجہ سے ہے کہ جب قلوب مانجھے ہی نہیں گئے اور قلب کے مقامات درست ہی نہیں ہوئے۔ دل کی کلیں درست ہی نہیں ہوئیں۔ تو جتنا بڑا علم ہوگا اتنی ہی بدعملی بھی ہوگی۔ اس لئے جہاں ظاہری علم حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ وہاں پر باطنی تربیت کی بھی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر آدمی بچتا نہیں ہے"۔

نسخہ 100

اصلاح معاشرہ کا نصاب

معاشرے کی اصلاح کیسے ہو؟

قرآن کریم میں حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (سورۃ المائدۃ آیت ۱۰۵)

عجیب و غریب آیت

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں۔

یہ ایک عجیب و غریب آیت ہے، جو ہماری ایک بہت بڑی بیماری کی تشخیص کر رہی ہے، اور اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ یہ آیت ہماری دکھتی ہوئی رگ پکڑ رہی ہے، اللہ جل شانہ سے زیادہ کون انسان کی نفسیات اور اسکے مزاج اور اس کی بیماریوں کو پہچان سکتا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ اس آیت میں ہمارے ایک بہت بڑے سوال کا جواب بھی دیا گیا ہے، جو آجکل کثرت سے ہمارے دلوں میں پیدا ہو رہا ہے۔

اصلاح معاشرہ کی کوششیں کیوں بے اثر ہیں؟

پہلے وہ سوال عرض کر دیتا ہوں۔ اس کے بعد اس آیت کا مفہوم اچھی طرح سمجھ میں آسکے گا۔ بعض اوقات ہمارے اور آپ کے دلوں میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آج ہم دنیا میں دیکھ رہے ہیں کہ اصلاح حال، اور اصلاح معاشرہ کی تہ جانے کتنی کوششیں مختلف جہتوں اور مختلف گوشوں سے ہو رہی ہیں۔ کتنی انجمنیں، کتنی جماعتیں، کتنی پارٹیاں، کتنے افراد، کتنے جلسے، کتنے جلوس، کتنے اجتماع ہوتے ہیں۔ اور سب کا مقصد بظاہر یہ ہے کہ معاشرہ میں پھیلی ہوئی برائیوں کا سد باب کیا جائے، معاشرے کو سیدھے راستے پر لایا جائے۔ اور انسان کو انسان بنانے کی فکر کی جائے۔ ہر

ایک کے اغراض و مقاصد میں اصلاح حال، اصلاح معاشرہ، فلاح و بہبود جیسی بڑی بڑی باتیں درج ہوتی ہیں اور بڑے بڑے دعوے ہوتے ہیں۔ جو انجمنیں اور جماعتیں اس کام پر لگی ہوئی ہیں اور جو ایسے افراد اس کام میں معروف ہیں، اگر ان کو شمار کیا جائے تو شاید ہزاروں تک ان کی تعداد پہنچے گی۔ ہزاروں جماعتیں ہزاروں افراد اس کام پر لگے ہوئے ہیں۔

لیکن دوسری طرف اگر معاشرے کی عمومی حالت کو بازاروں میں نکل کر دیکھیں۔ دفتروں میں جا کر دیکھیں۔ جیتی جاگتی زندگی کو ذرا قریب سے دیکھنے کا موقع ملے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ ساری کوششیں ایک طرف اور خرابی کا سیلاب ایک طرف، معاشرے پر اس اصلاح کا کوئی نمایاں اثر نظر نہیں آتا، بلکہ ایسا لگتا ہے کہ زندگی کا پہیہ اسی طرح غلط راستے پر گھوم رہا ہے، اگر ترقی ہو رہی ہے تو برائی میں ہو رہی ہے، اچھائی میں نہیں ہو رہی۔ تو ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ ساری کوششیں معاشرے کو بدلنے میں کیوں ناکام نظر آتی ہیں؟ اکا دکا مثالیں اپنی جگہ ہیں۔ لیکن بحیثیت مجموعی اگر پورے معاشرے پر نظر ڈال کر دیکھا جائے تو کوئی بڑا فرق نظر نہیں آتا اس کی کیا وجہ ہے؟

بیماری کی تشخیص

اس سوال کا جواب بھی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عطا فرمایا ہے۔ اور ہماری ایک بیماری کی تشخیص بھی فرما دی ہے، اور یہ وہ آیت ہے جو اکثر و بیشتر ہماری نگاہوں سے اوجھل رہتی ہے۔ اس کے معنی بھی معلوم نہیں ہیں۔ مفہوم بھی پیش نظر نہیں رہتا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (سورۃ المائدۃ)

اے ایمان والو! تم اپنے آپ کی خبر لو، اگر تم سیدھے راستے پر آ گئے (تم نے ہدایت حاصل کر لی۔ صحیح راستہ اختیار کر لیا) تو جو لوگ گمراہ ہیں۔ ان کی گمراہی تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ تم سب کو اللہ کی طرف لوٹنا ہے، وہاں پر اللہ تعالیٰ تمہیں بتائیں گے کہ تم دنیا کے اندر کیا کرتے رہے ہو۔

اپنے حال سے غافل، اور دوسروں کی فکر

اس آیت میں ہماری ایک بہت بنیادی بیماری یہ بتا دی کہ یہ اصلاح کی کوششیں جو عام نظر آتی ہیں، اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ہر شخص جب اصلاح کا جھنڈا لے کر کھڑا ہوتا ہے تو اس کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ اصلاح کا آغاز دوسرا شخص اپنے آپ سے کرے، یہ خود دوسروں کو بلا رہا ہے۔ دوسروں کو

دعوت دے رہا ہے، دوسروں کو اصلاح کا پیغام دے رہا ہے۔ لیکن اپنے آپ سے اور اپنے حالات میں تبدیلی لانے سے غافل ہوتا ہے، آج ہم سب اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھ لیں کہ مختلف محفلوں اور مجلسوں میں ہمارا طرز عمل یہ ہوتا ہے کہ ہم معاشرے کی برائیوں کا تذکرہ مزے لے لے کر کرتے ہیں "سب لوگ تو یوں کر رہے ہیں۔" "لوگوں کا تو یہ حال ہے" "معاشرہ تو اس حد سے خراب ہو گیا ہے" "فلاں کو میں نے دیکھا وہ یوں کر رہا تھا" سب سے آسان کام اس بگڑے ہوئے معاشرے میں یہ ہے کہ دوسروں پر آسان اعتراض کر دے، تنقید کر دے، دوسروں کے عیب بیان کر دے کہ لوگ تو یوں کر رہے ہیں، اور معاشرے کے اندر یہ ہو رہا ہے، شاید ہی ہماری کوئی محفل اور کوئی مجلس اس تذکرے سے خالی ہوتی ہو، لیکن کبھی اپنے گریبان میں منہ ڈال کر یہ دیکھنے کی توفیق نہیں ہوتی کہ خود میں کتنا بگڑ گیا ہوں، خود میرے معاملات کتنے خراب ہیں۔ خود میرا طرز عمل کتنا غلط ہے، اس کی کتنی اصلاح کی ضرورت ہے، بس دوسروں پر تنقید کا سلسلہ جاری رہتا ہے، دوسروں کی عیب جوئی جاری رہتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ساری گفتگو لطف سخن کے لئے مجلس آرائی کے لئے مزہ لینے کے لئے ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں اصلاح کی طرف کوئی قدم نہیں بڑھتا۔

سب سے زیادہ برباد شخص!

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا عجیب ارشاد ہے ہم لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے فرمایا کہ: من قال هلك الناس فهو اهلكهم (صحیح مسلم)

جو شخص یہ کہے کہ ساری دنیا تباہ و برباد ہو گئی (یعنی دوسروں پر اعتراض کر رہا ہے کہ وہ بگڑ گئے۔ ان کے اندر بے دینی آگئی، ان کے اندر بے راہ روی آگئی، وہ بد عنوانیوں کا ارتکاب کرنے لگے) تو سب سے زیادہ برباد خود وہ شخص ہے۔ اس لئے کہ دوسروں پر اعتراض کی غرض سے یہ کہہ رہا ہے کہ وہ برباد ہو گئے اگر اس کو واقعی بربادی کی فکر ہوتی تو پہلے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اپنی اصلاح کی فکر کرتا۔

بیمار شخص کو دوسرے کی بیماری کی فکر کہاں؟

جس شخص کے اپنے پیٹ میں درد ہو رہا ہو، مروڑ اٹھ رہے ہوں۔ بے چین ہو رہا ہو، وہ دوسروں کی چھینکوں کی کیا پرواہ کرے گا کہ دوسرے کو چھینکیں آرہی ہیں نزلہ ہو رہا ہے۔ خدا نہ کرے اگر میرے پیٹ میں شدید درد ہے تو مجھے اپنی فکر ہو گی، اپنی جان کی فکر ہو گی، اپنے درد کو دور کرنے کی فکر ہو گی، اپنی تکلیف مٹانے کی فکر ہو گی، دوسرے کی بیماری اور دوسرے کی معمولی تکلیف کی طرف دھیان بھی نہیں جائیگا، بلکہ

جیسا بھی دیکھا گیا ہے کہ اگر اپنی تکلیف معمولی ہے اور دوسرے کی تکلیف بہت زیادہ ہے۔ اس کے باوجود اپنی تکلیف کا خیال اتنا پھیلا ہوا ہوتا ہے کہ دوسرے کی بڑی ہوئی تکلیف بھی نظر نہیں آتی۔

بیماری کا علاج

اللہ جل جلالہ اس آیت کے اندر فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو! پہلے اپنے آپ کی فکر کرو، اور یہ جو تم کہہ رہے ہو کہ فلاں شخص گمراہ ہو گیا، فلاں شخص تباہ و برباد ہو گیا۔ تو یاد رکھو کہ اگر تم سیدھے راستے پر آ گئے تو اس کی گمراہی تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ ہر انسان کے ساتھ اس کا اپنا عمل جائے گا، لہٰذا اپنی فکر کرو، تم سب اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔ وہاں وہ تمہیں بتائیگا کہ تم کیا عمل کرتے رہے تھے، تمہارا عمل زیادہ بہتر تھا، یا دوسرے کا عمل زیادہ بہتر تھا۔ کیا معلوم کہ جس پر اعتراض کر رہے ہو، جس کے عیب تلاش کر رہے ہو، اس کی کوئی ادا، اس کا کوئی عمل اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں اتنا مقبول ہو کہ وہ تم سے آگے نکل جائے۔ بہرحال! یہ صرف لطف سخن کے لئے اور مجلس آرائی کے لئے ہم لوگ جو باتیں کرتے ہیں وہ اصلاح کا راستہ نہیں۔

خود احتسابی کی مجلس

ہاں! اگر کسی جگہ محفل ہی اسی کام کے لئے منعقد ہو کہ اس میں اس بات کا تذکرہ ہو کہ ہم لوگوں میں کیا کیا خرابیاں پائی جاتی ہیں اور لوگ اس نیت سے اس محفل میں شریک ہوں کہ ان باتوں کو سنیں گے اور سمجھیں گے اور پھر اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کریں گے تو پھر ایسی محفل منعقد کرنا درست ہے۔

انسان کا سب سے پہلا کام

انسان کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ اپنے شب و روز کا جائزہ لے اور پھر یہ دیکھے کہ میں کتنا کام اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق اور اس کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کر رہا ہوں۔ اور کتنا کام اس کے خلاف کر رہا ہوں، اگر اس کے خلاف کر رہا ہوں تو اس کی اصلاح کا کیا راستہ ہے؟ اللہ تعالیٰ یہ فکر ہمارے اور آپ کے دلوں میں پیدا فرما دے تو ہمارے معاشرے کی اصلاح بھی ہو جائیگی۔

معاشرہ کیا ہے؟

معاشرہ کس چیز کا نام ہے؟ انہیں افراد کا مجموعہ معاشرہ بن جاتا ہے، اگر ہر شخص کو اپنی اصلاح کی فکر پیدا ہو جائے تو سارا معاشرہ خود بخود سدھر جائے۔ لیکن اگر ہر شخص دوسرے کی فکر کرتا رہے اور اپنے کو چھوڑ تا رہے تو سارا معاشرہ خراب ہو جائیگا۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا طرز عمل

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حالات کو دیکھیں گے تو یہ نظر آئے گا ہر شخص اس فکر میں تھا کہ کسی طرح میں درست ہو جاؤں، کسی طرح میں اپنی بیماریوں کو دور کرلوں، چنانچہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ جو مشہور صحابی ہیں۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے اور ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ہو کر اور آپ کی باتیں سن کر دلوں پر کیا اثر ہوتا ہوگا۔ کیسی رقت طاری ہوتی ہوگی، کیسا جذبہ پیدا ہوتا ہوگا ایک دن مضطربانہ بیٹھے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آکر عرض کیا۔ یارسول اللہ! " نافق حنظلة" حنظلہ تو منافق ہو گیا یعنی اپنے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ میں منافق ہو گیا، آپ نے ان سے پوچھا کہ کیسے منافق ہو گئے؟ کہا: یارسول اللہ! جب تک آپ کی مجلس میں بیٹھتا ہوں آپ کی بات سنتا ہوں تو دل پر بڑا اثر ہوتا ہے حالات بہتر کرنے کی طرف توجہ ہوتی ہے، لیکن جب باہر نکلتا ہوں اور دنیا کے کاموں کے اندر لگتا ہوں تو وہ جذبہ جو آپ کی مجلس میں بیٹھ کر پیدا ہوا تھا، وہ ختم ہو جاتا ہے یہ تو منافق کا کام ہے کہ ظاہر حالات کچھ ہوں اور اندر کچھ ہوں، اس لئے مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میں منافق تو نہیں ہو گیا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دی کہ حنظلہ! تم منافق نہیں ہوئے، بلکہ "ساعة فساعة" یہ گھڑی گھڑی کی بات ہوتی ہے۔ ہر وقت دل کی کیفیت ایک جیسی نہیں رہتی، کسی وقت جذبہ زیادہ ہوتا ہے کسی وقت کم ہوتا ہے، اس سے یہ سمجھنا کہ میں منافق ہو گیا کوئی صحیح بات نہیں ہے۔ (صحیح مسلم)

حضرت حنظلہ کے دل میں اپنے بارے تو یہ خیال پیدا ہوا کہ میں منافق ہو گیا لیکن آپ نے کسی دوسرے کو منافق نہیں کہا، خود احتسابی سے اپنے آپ کو منافق تصور کر کے بے قرار ہو گئے کہ اپنی فکر ہے، یہ فکر ہے کہ کہیں میرے اندر تو نفاق نہیں آ گیا ہے۔؟

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی خصوصیت

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بہت سے راز بتا رکھے تھے، آپ ہی کو رازداری سے منافقین کی پوری فہرست بھی بتا رکھی تھی کہ مدینہ شریف میں فلاں فلاں شخص منافق ہے۔ اور اس وجہ ثوق سے بتا رکھی تھی کہ جب مدینہ طیبہ میں کسی کا انتقال ہو جاتا تو حضرات صحابہ کرامؓ یہ دیکھتے تھے کہ اس نماز جنازہ میں حضرت حذیفہ بن یمانؓ شامل ہیں یا نہیں؟ اگر حضرت حذیفہ بن یمانؓ شامل ہیں تو یہ اس بات کی علامت تھی کہ وہ شخص مومن تھا، اور اگر حضرت

حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے جنازہ میں شامل نہیں تو صحابہ کرام یہ اندازہ کیا کرتے تھے کہ شاید یہ شخص منافق ہے، اگر مومن ہوتا تو حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضرور شامل ہوتے۔

خلیفہ ثانی کو اپنے نفاق کا اندیشہ

کتب حدیث میں آتا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جب کہ خلیفہ بن چکے ہیں۔ اور آدھی سے زیادہ دنیا پر حکومت ہے اور جن کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ جب دیکھو غلط کار لوگوں کی اصلاح کے لئے درہ لئے پھر رہے ہیں، انتظام کا رعب اور دبدبہ ہے، لیکن اسی عالم میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے خوشامد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے حذیفہ! خدا کے لئے مجھے یہ بتادو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں منافقین کی جو فہرست بتادی ہے۔ اس میں عمر بن خطاب کا نام تو نہیں ہے؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ خیال پیدا ہو رہا ہے کہ کہیں میرا نام بھی تو اس فہرست میں شامل نہیں؟ کہیں میں منافقین میں شامل تو نہیں؟ (البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۱۹)

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہ عالم تھا کہ ہر ایک کو یہ فکر لگی ہوئی تھی کہ میرا کوئی فعل، میرا کوئی عمل، میرا کوئی قول، میری کوئی ادا، اللہ تبارک وتعالیٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف تو نہیں ہے، اور جب یہ فکر لگی ہوئی ہے تو اب جب وہ کسی دوسرے سے کوئی اصلاح کی بات کہتے ہیں تو وہ بات دل پر اثر انداز ہوتی ہے، اس سے زندگیاں بدلتی ہیں، اس سے انقلاب آتے ہیں، اور انقلاب برپا کر کے دنیا کو دکھا بھی دیا علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے مشہور واعظ تھے۔ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے ایک ایک وعظ میں نو نو سو آدمیوں نے ان کے ہاتھ پر گناہوں سے توبہ کی ہے۔ بس ایک وعظ کہہ دیا۔ اور سب کا دل کھینچ لیا۔ اور بات یہ نہیں تھی کہ ان کی تقریر بہت جوشیلی ہوتی تھی۔ یا بڑی فصیح بلیغ ہوتی تھی۔ بلکہ بات دراصل یہ تھی کہ دل سے اٹھتا ہوا جذبہ جب زبان سے باہر نکلتا ہے تو وہ دوسرے کے دل پر اثر ڈالتا ہے۔

ہمارا حال

ہماری یہ حالت ہے کہ میں آپ کو ایک بات کی نصیحت کر رہا ہوں، اور خود میرا عمل اس پر نہیں ہے۔ اس لئے اول تو اس بات کا اثر نہ ہوگا، اور اگر اس بات کا اثر ہو بھی گیا تو سننے والا جب

یہ دیکھے گا کہ یہ خود تو اس کام کو نقل کر رہے ہیں۔ اور ہمیں نصیحت کر رہے ہیں۔ اگر یہ کوئی اچھا کام ہوتا تو پہلے یہ خود عمل کرتے۔ اس طرح وہ بات ہوا میں اڑ جاتی ہے، اور اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت نے جو انقلاب برپا کیا۔ اور صرف ۲۳ سال کی مدت میں پورے جزیرہ عرب کی کایا پلٹ دی، بلکہ پوری دنیا کی کایا پلٹ دی، یہ منصب اس لئے آیا کہ آپ نے جس بات کا امت کو کرنے کا حکم دیا، پہلے خود اس بات پر اس سے زیادہ عمل کیا، مثلاً ہمیں اور آپ کو حکم دیا کہ پانچ وقت کی نماز پڑھا کرو۔ لیکن خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ وقت کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ یعنی پانچ نمازوں کے علاوہ اشراق۔ چاشت اور تہجد بھی پڑھا کرتے تھے، بلکہ آپ کی یہ حالت تھی کہ: اذا حزبه امر صلی (مشکوٰۃ)

یعنی جب آپ کو کسی کام کی پریشانی پیش آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے دعا کرتے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ: جعلت قرة عيني في الصلوة. میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ (نسائی، کتاب عشرۃ النساء باب نمبر ایک)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا روزہ

اسی طرح دوسروں کو پورے سال میں ایک ماہ یعنی رمضان المبارک میں روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ لیکن آپ کا خود کا معمول یہ تھا کہ پورے سال میں کوئی مہینہ ایسا نہیں گزرتا تھا، جس میں کم از کم تین روزے آپ نہ رکھتے ہوں، اور بعض اوقات تین سے زیادہ بھی رکھتے تھے۔ اور دوسروں کو تو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ جب افطار کا وقت آجائے تو فوراً افطار کر لو۔ اور دو روزوں کو ایک ساتھ جمع کرنے کو ناجائز قرار دیا۔

"صوم وصال" کی ممانعت

چنانچہ بعض صحابہ کرام کو آپ نے دیکھا کہ وہ اس طرح دو روزے ملا کر رکھ رہے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع فرما دیا کہ تمہارے لئے اس طرح ملا کر روزے رکھنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ حرام ہے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود "صوم وصال" رکھتے، اور یہ فرماتے کہ تم اپنے آپ کو مجھ پر قیاس نہ کرو، اس لئے کہ میرا پروردگار مجھے کھلاتا بھی ہے۔ اور

چلاتا بھی ہے۔ یعنی تمہارے اندر اس روزے کی طاقت نہیں ہے، میرے اندر طاقت ہے۔ اس لئے میں رکھتا ہوں۔ گویا کہ دوسروں کے لئے آسانی اور سہولت کا راستہ بتا دیا کہ افطار کے وقت خوب کھاؤ، پیو اور رات بھر کھانے کی اجازت ہے۔ (ترمذی)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور زکوۃ

ہمیں اور آپ کو تو یہ حکم دیا کہ اپنے مال کا چالیسواں حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کر دو۔ زکوۃ ادا ہو جائے گی، لیکن آپ کا یہ حال تھا کہ جتنا مال آ رہا ہے، سب صدقہ ہو رہا ہے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لئے مصلیٰ پر تشریف لائے، اور اقامت ہو گئی، اور نماز شروع ہونے والی ہے، اچانک آپ مصلے سے ہٹ گئے، اور فوراً گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد واپس تشریف لے آئے۔ اور نماز پڑھا دی۔ صحابہ کرام کو اس پر تعجب ہوا چنانچہ نماز کے بعد صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! آج آپ نے ایسا عمل کیا جو اس سے پہلے کبھی نہیں کیا تھا اس کی کیا وجہ تھی؟ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ میں اس لئے گھر واپس گیا تھا کہ جب میں مصلیٰ پر کھڑا ہوا، اس وقت مجھے یاد آیا کہ میرے گھر میں سات دینار (اشرفیاں) پڑے ہیں۔ اور مجھے اس بات سے شرم آئی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے سامنے اس حالت میں پیش ہو کہ اس کے گھر میں ضرورت سے زائد سات دینار رکھے ہوں، چنانچہ میں نے ان کو ٹھکانے لگا دیا۔ اور پھر اس کے بعد آ کر نماز پڑھائی۔

اللہ کے محبوب نے خندق بھی کھودی

غزوہ احزاب کے موقع پر خندق کھودی جا رہی ہے، صحابہ کرام خندق کھودنے میں لگے ہوئے ہیں، لیکن یہ نہیں تھا کہ دوسرے لوگ تو خندق کھودیں، اور خود امیر ہونے کی وجہ سے آرام سے بستر پر سو جائیں، بلکہ وہاں یہ حال تھا کہ دوسروں کو جتنا حصہ کھودنے کے لئے ملا تھا اتنا حصہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے بھی مقرر فرمایا، ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ اس حالت میں جب خندق کھودی جا رہی تھی، مشقت کا وقت تھا، اور کھانے پینے کا کوئی انتظام نہیں تھا، اور میں بھوک سے بیتاب ہو رہا تھا تو بھوک کی شدت کی وجہ سے میں نے اپنے پیٹ پر ایک پتھر باندھ لیا تھا۔

پیٹ پر پتھر باندھنا

پیٹ پر پتھر باندھنے کا محاورہ ہم نے اور آپ نے بہت سنا ہے، لیکن کبھی دیکھا نہیں۔ اور

اللہ تعالیٰ نہ دکھائے آمین۔ لیکن جس پر یہ حالت گزری ہو وہ جانتا ہے۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ پیٹ پر پتھر باندھنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟ اور پتھر باندھنے سے کس طرح بھوک مٹتی ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ جب بھوک کی شدت ہوتی ہے تو اس کی وجہ سے انسان کو اتنی کمزوری لاحق ہو جاتی ہے کہ وہ کچھ کام نہیں کر سکتا، اور پتھر باندھنے سے پیٹ پر ذرا ثقل ہو جاتا ہے اس کی وجہ سے آدمی میں کھڑا ہونے کی طاقت آ جاتی ہے۔ ورنہ وہ کمزوری کی وجہ سے کھڑا بھی نہیں ہو سکتا۔

تاجدار مدینہ کے پیٹ پر دو پتھر تھے

بہر حال! تو ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ شدت بھوک کی وجہ سے میں نے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیا تھا، اور اسی حالت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا ہے، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ پر سے قمیص اٹھا دی، اور میں نے دیکھا کہ آپ کے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے ہیں۔ یہ ہے وہ چیز کہ جس بات کی تعلیم دی جارہی ہے، جس بات کی تبلیغ کی جارہی ہے، جس بات کا حکم دیا جارہا ہے، پہلے خود اس پر اس سے زیادہ عمل کر کے دکھا دیا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مشقت اٹھانا

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، جنت کی خواتین کی سردار، ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتی ہیں، اور اپنے ہاتھ مبارک دکھا کر عرض کرتی ہیں کہ میرے ہاتھوں میں چکی پیس پیس کر گٹے پڑ گئے ہیں، اور پانی کی مشک ڈھو ڈھو کر سینے پر نیل آ گئے ہیں یا رسول اللہ! خیبر کی فتح کے بعد سارے مسلمانوں کے درمیان غلام اور کنیزیں تقسیم ہوئی ہیں، جو ان کے گھروں کا کام کرتی ہیں، لہٰذا کوئی خدمت گار کنیز مجھے بھی عطا فرما دیجئے۔

اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کوئی کنیز خدمت کے لئے مل جاتی تو اس کی وجہ سے آسمان نہ ٹوٹتا، لیکن جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

فاطمہ! جب تک سارے مسلمانوں کا انتظام نہیں ہو جاتا، اس وقت تک محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے گھر والوں کے لئے کوئی غلام اور کنیز نہیں آسکتی میں تمہیں اس مشقت کے عوض غلام اور کنیز سے بہتر نسخہ بتاتا ہوں، اور پھر فرمایا کہ ہر نماز کے بعد "سبحان اللہ" ۳۳ بار" الحمد للہ" ۳۳ بار، اور "اللہ اکبر" ۳۴ بار پڑھا کرو۔ (صحیح مسلم)

اس وجہ سے اس کو "تسبیح فاطمہ" کہا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس کی تلقین فرمائی تھی۔ لہٰذا دوسروں کے ساتھ تو معاملہ یہ ہے کہ غلام تقسیم ہو رہے ہیں۔ کنیزیں تقسیم ہو رہی ہیں، اور پیسے بھی تقسیم ہو رہے ہیں، اور خود اپنے گھر میں یہ حالت ہے۔

لہٰذا جب یہ صورت ہوتی ہے کہ خود کہنے والا دوسروں سے زیادہ عمل کرتا ہے تو اس کی بات میں تاثیر ہوتی ہے، اور وہ بات پتھروں پر اثر انداز ہوتی ہے، وہ انسانوں کی دنیا بدل دیتی ہے، ان کی زندگیوں میں انقلابات لاتی ہے۔ اور انقلاب لائی، چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں نے صحابہ کرامؓ کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔

۳۰ شعبان کو نفلی روزہ رکھنا

تیس شعبان کا جو دن ہوتا ہے، اس میں حکم یہ ہے کہ اس دن روزہ نہ رکھا جائے، بعض لوگ اس خیال سے روزہ رکھ لیتے ہیں کہ شاید آج رمضان کا دن ہو۔ اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ رمضان کا چاند ہو چکا ہو، لیکن ہمیں نظر نہ آیا ہو، اس لئے احتیاط کے طور پر لوگ شعبان کی ۳۰ تاریخ کا روزہ رکھ لیتے ہیں۔ لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے احتیاط رمضان کے طور پر تیس شعبان کو روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ لیکن یہ روزہ نہ رکھنے کا حکم اس شخص کیلئے ہے جو صرف احتیاط رمضان کی غرض سے روزہ رکھ رہا ہو، البتہ جو شخص عام نفلی روزے رکھتا چلا آ رہا ہے، اور وہ اگر ۳۰ شعبان کو بھی روزہ رکھ لے اور احتیاط رمضان کی نیت اور خیال دل میں نہ ہو تو اس کیلئے جائز ہے۔ (ترمذی)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ۳۰ شعبان کے دن خود روزے سے ہوتے تھے۔ اور پورے شہر میں منادی کرتے ہوئے پھرتے تھے کہ آج کے دن کوئی شخص روزہ نہ رکھے، اس لئے کہ عام لوگوں کے بارے میں یہ خطرہ تھا کہ اگر وہ اس دن روزہ رکھیں گے تو احتیاط رمضان کا خیال ان کے دل میں آ جائے گا اور روزہ رکھنا گناہ ہو گا، اس لئے سختی سے منع فرما دیا۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی احتیاط

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ جن کے ہم اور آپ نام لیوا ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ آپ کو لوگوں کے لئے فتویٰ کے اندر آسانی پیدا کرنے کی ہر وقت فکر رہتی تھی، تاکہ لوگوں کو مشکلات نہ ہوں، جتنا ہو سکے آسانی پیدا کی جائے۔ آج کل بازاروں میں پھلوں کی جو خرید و فروخت ہوتی ہے آپ

حضرات جانتے ہوں گے کہ آج کل یہ ہوتا ہے کہ ابھی درخت پر پھول بھی نہیں آتا کہ پوری فصل فروخت کر دی جاتی ہے اور اس طرح پھل کے آنے سے پہلے اس کو بیچنا شرعاً جائز نہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منع فرماتے تھے کہ جب تک پھل ظاہر نہ ہو جائے اس وقت بیچنا جائز نہیں۔ اس شرعی حکم کی وجہ سے بعض علماء نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ بازاروں میں جو پھل فروخت ہوتے ہیں، ان کی خرید و فروخت چونکہ اسی طریقے پر ہوتی ہے، اس لئے ان پھلوں کو خرید کر کھانا جائز نہیں لیکن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان پھلوں کو کھانے کی گنجائش ہے، البتہ خود ہمیشہ احتیاط کی اور ساری عمر بازار سے پھل لے کر نہیں کھایا، اور دوسروں کو کھانے کی اجازت دے دی۔ یہ اللہ کے بندے ہیں۔ جس چیز کی دوسروں کو تلقین کرتے ہیں، اس سے زیادہ خود اس پر عمل کرتے ہیں، تب ان کی بات میں اثر پیدا ہوتا ہے۔

معاشرے کی اصلاح کا راستہ

لہٰذا ہمارے اندر خرابی یہ ہے کہ اصلاح کا جو پروگرام شروع ہو گا۔ جو جماعت قائم ہو گی، جو انجمن کھڑی ہو گی، جو آدمی کھڑا ہو گا، اس کے دماغ میں یہ بات ہو گی کہ یہ سب لوگ خراب ہیں، ان کی اصلاح کرنی ہے۔ اور اپنی خرابی کی طرف دھیان اور فکر نہیں۔ اس لئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں کہ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ (سورۃ المائدۃ: ۱۰۵)

اے ایمان والو! اپنی خبر لو، اگر تم راستے پر آ جاؤ تو گمراہ ہونے والے اور غلط راستے پر جانے والے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، لہٰذا مجلس آرائی کے طور پر، اور محض برسبیل تذکرہ دوسروں کی برائیاں بیان کرنے سے کوئی فائدہ نہیں، اپنی فکر کرو، اور اپنی جتنی اصلاح کر سکتے ہو، وہ کر لو، واقعہ یہ ہے کہ معاشرے کی اصلاح کا راستہ بھی یہی ہے، اس لئے معاشرہ کس کا نام ہے؟ میرا آپ کا اور افراد کے مجموعے کا نام معاشرہ ہے، اب اگر ہر شخص اپنی اصلاح کی فکر کر لے کہ میں ٹھیک ہو جاؤں، تو رفتہ رفتہ سارا معاشرہ ٹھیک ہو جائے گا۔ لیکن اگر معاملہ یہ رہا کہ میں تمہارے اوپر تنقید کروں اور تم میرے اوپر تنقید کرو، میں تمہاری برائی بیان کروں، اور تم میری برائی بیان کرو، پھر تو اس طرح معاشرے کی حالت کبھی درست نہیں ہو سکتی، بلکہ اپنی فکر کرو، تم دیکھ رہے ہو کہ دنیا جھوٹ بول رہی ہے، لیکن تم نہ بولو، دوسرے لوگ رشوت لے رہے ہیں، تم رشوت نہ لو، دوسرے لوگ سود کھا رہے ہیں، تم سود نہ کھاؤ، دوسرے لوگ دھوکہ دے رہے ہیں، تم دھوکہ نہ دو، دوسرے لوگ حرام کھا رہے

ہیں ہم نہ کھاؤ، لیکن اس کے تو کوئی معنی نہیں ہیں کہ مجلس کے اندر تو کہہ دیں کہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں، اور پھر خود بھی صبح سے شام تک جھوٹ بول رہے ہیں، یہ طریقہ درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس فکر کو ہمارے دلوں میں پیدا فرما دے کہ ہر شخص کو اپنی اصلاح کی فکر ہو جائے۔

اپنا فرض بھی ادا کرو

البتہ یہاں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ اپنی اصلاح کی فکر میں یہ بات بھی ضروری ہے کہ جس جگہ نیکی کی بات پہنچانا ضروری ہے وہاں نیکی کی بات پہنچائے اور اپنا فرض ادا کرے، اس کے بغیر وہ ہدایت یافتہ نہیں کہلا سکتا، نہ اس کے بغیر اپنی اصلاح کا فریضہ مکمل ہوتا ہے یہی بات سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث میں واضح فرمادی ہے حدیث یہ ہے۔

عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: یاایھا الناس انکم تقرؤن ھذہ الآیۃ " یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ " (سورۃ المائدۃ: ۱۰۵)

وانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ان الناس اذا راوا الظالم فلم یاخذ واعلی یدیہ اوشک ان یعمھم اللہ بعقاب منہ.

آیت سے غلط فہمی

یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جس میں آپ نے قرآن کریم کی اس آیت کی صحیح تشریح نہ سمجھنے پر لوگوں کو تنبیہ فرمائی اور آیت کی تشریح میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ارشاد فرمائی جس سے اس آیت کے صحیح مطلب پر روشنی پڑتی ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ بعض لوگ اس آیت کا یہ مطلب سمجھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا کہ اپنی خبر لو اپنی اصلاح کی فکر کرو بس اب ہمارے ذمے تو اپنی اصلاح کی فکر واجب ہے، اگر کسی دوسرے کو غلط کام کرتے ہوئے دیکھ رہے ہیں تو اس کو ٹوکنا، اس کی اصلاح کی فکر کرنا ہمارے ذمے ضروری نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمارہے ہیں کہ اس آیت کا یہ مطلب لینا غلط فہمی ہے، اس لئے کہ اگر لوگ یہ دیکھیں کہ ایک ظالم کسی دوسرے پر ظلم کر رہا ہے، لیکن وہ لوگ اس ظالم کا ہاتھ پکڑ کر اس کو ظلم سے نہ روکیں تو ان حالات میں قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے تمام افراد پر اپنا عذاب نازل فرمادیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ فرمارہے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ تمہارے سامنے ظالم ظلم کر رہا ہے اور مظلوم پٹ رہا ہے، اور ظالم کو ظلم سے روکنے کی طاقت تمہارے اندر موجود ہے، لیکن اس کے باوجود تم نے یہ سوچا کہ اگر یہ ظلم کر رہا ہے یا غلط کام کر رہا ہے تو یہ اس کا انفرادی عمل ہے۔ میں تو ظلم نہیں کر رہا ہوں۔ لہٰذا مجھے اس کے اس عمل میں مداخلت نہیں کرنی چاہئے اور مجھے ان سے الگ رہنا چاہئے، اور وہ اپنے اس طرز عمل پر اس آیت سے استدلال کرے کہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ فرمادیا کہ اپنی اصلاح کی فکر کرو۔ اگر دوسرا شخص غلط کام کر رہا ہے تو اس کی غلط کاریاں تمہیں نقصان نہیں پہنچائیں گی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمارہے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ اس آیت سے یہ مطلب نکالنا بالکل غلط ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ اگر ظالم کو ظلم سے روکنے کی قدرت اور طاقت تمہارے اندر ہو تو تم ضرور اس کو ظلم سے روک دو۔

آیت کی صحیح تشریح و تفسیر

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر اس آیت کا کیا مطلب ہے؟ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اس میں یہ جو فرمایا کہ "کسی کی غلط کاری تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گی، بشرطیکہ تم اپنی اصلاح کی فکر کرلو" اس میں اصل بات یہ ہے کہ ایک شخص اپنی استطاعت کے مطابق اور اپنی طاقت کے مطابق امر بالمعروف کا فریضہ ادا کرچکا ہے، لیکن اس کے باوجود دوسرا شخص اس کی بات نہیں مانتا، تو تمہارے اوپر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے، اب اس کی غلط کاری تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گی، اب تم اپنی فکر کرو اور اپنے حالات کو درست رکھو، ان شاء اللہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تم سے مواخذہ نہیں ہوگا۔

اولاد کی اصلاح کب تک

مثلاً اولاد ہے۔ اولاد کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اگر والدین یہ دیکھ رہے ہیں کہ اولاد غلط راستے پر جارہی ہے تو ان کا فرض ہے کہ وہ اس کو روکیں، اور اس کو غلط کاری سے بچائیں جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا کہ تم اپنے آپ کو بھی آگ سے بچاؤ، اور اپنے گھر والوں کو بھی آگ سے بچاؤ، والدین کے ذمہ یہ فرض ہے، لیکن ایک شخص نے اپنی ساری توانائیاں صرف کردیں، لیکن اولاد نے بات نہ مانی، تو اس صورت میں ان شاء اللہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں معذور ہوگا۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا بھی آخر وقت تک اسلام نہیں لایا، اور حضرت نوح علیہ السلام نے اس کو سمجھایا، اس کو تبلیغ کی، دعوت دی، اور ان سے زیادہ کون حق تبلیغ ادا کرے گا۔ لیکن اس کے

باوجود آخر وقت تک وہ اسلام نہ لایا۔ اب اس کا مواخذہ حضرت نوح علیہ السلام سے نہیں ہوگا۔

ایک شخص کا دوست غلط راستے پر جا رہا ہے، غلط کاموں میں مبتلا ہے۔ اور یہ شخص اپنی استطاعت کے مطابق اپنے دوست کو پیار و محبت سے ہر طرح اس کو سمجھاتا رہا، اور سمجھا سمجھا کر تھک گیا، لیکن وہ دوست غلط کاموں سے باز نہیں آیا، تو اب اس کی ذمہ داری اس پر عائد نہیں ہوگی۔

تم اپنے آپ کو مت بھولو

آگے علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک آیت نقل کی ہے کہ:

تَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (سورۃ البقرۃ: ۴۴)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا تم دوسروں کو نیکی کی نصیحت کرتے ہو، اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو، یعنی تم تورات کے عالم ہو، جس کی وجہ سے لوگ تمہاری طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہ حکم اگرچہ یہودیوں کے لئے تھا، لیکن مسلمانوں کے لئے بطریق اولیٰ ہوگا کہ جو شخص دوسروں کو نصیحت کر رہا ہے، اس کو چاہئے کہ وہ اس نصیحت کو پہلے اپنے اوپر لاگو کرے۔

یہ مسئلہ تو میں آپ کو پہلے بتا چکا ہوں کہ تبلیغ کے بارے میں یہ حکم نہیں کہ جو شخص برائی میں مبتلا ہے وہ تبلیغ نہ کرے، اور دوسروں کو نصیحت نہ کرے، بلکہ حکم یہ ہے کہ نصیحت کرے، لیکن نصیحت کرنے کے بعد یہ سوچے کہ میں جب دوسروں کو نصیحت کر رہا ہوں تو خود بھی اس پر عمل کروں، اور اپنے آپ کو نہ بھولے، اور یہ نہ سمجھے کہ یہ نصیحت دوسروں کے لئے ہے، بلکہ یہ سوچے کہ یہ نصیحت میرے لئے بھی ہے، اور مجھے بھی اس پر عمل کرنا ہے۔

مقررین اور واعظین کے لئے خطرناک بات

اس آیت کے بعد امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ جس میں بڑی خطرناک بات ارشاد فرمائی گئی ہے، اللہ تعالیٰ اس کا مصداق بننے سے ہم سب کو بچائے۔ آمین۔ فرمایا کہ:

عن اسامة بن زيد بن حارثة رضي الله عنهما قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: يؤتى بالرجل يوم القيامة فيلقى في النار فتندلق اقتاب بطنه فيدور كما يدور الحمار في الرحا فيجتمع اليه اهل النار فيقولون يا فلان مالك؟ الم تكن تامر بالمعروف وتنهى

عن المنكر؟ فيقول: بلى كنت آمر بالمعروف ولا آتيه وانهى عن المنكر و آتيه (البدایہ جلد اول ص ۱۷۵)

حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور آگ میں ڈال دیا جائے گا، آگ میں گرتے ہی گرمی کی شدت کی وجہ سے اس کی آنتیں پیٹ سے باہر نکل آئیں گی، اور وہ شخص اپنی آنتوں کے گرد اس طرح گھومے گا جس طرح گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے اس زمانے میں ایک بڑی چکی ہوا کرتی تھی اس چکی میں گدھے کو باندھ دیتے تھے، وہ اس چکی کو گھماتا تھا۔ جب اہل جہنم اس کا یہ منظر دیکھیں گے تو وہ آکر اس کے پاس جمع ہو جائیں گے، اور اس سے پوچھیں گے کہ یہ قصہ ہے؟ ایسی سزا تمہیں کیوں دی جا رہی ہے؟ کیا تم وہ شخص نہیں ہو کہ تم لوگوں کو نصیحت کیا کرتے تھے؟ اور برائی سے روکا کرتے تھے؟ تم عالم فاضل تھے اور داعی حق تھے اور لوگوں کے لئے مصلح کا درجہ رکھتے تھے۔ آج تمہارا یہ انجام کیسے ہوا؟ اس وقت وہ شخص جواب میں کہے گا کہ ہاں! میں اصل میں لوگوں کو تو نیکی کی نصیحت کرتا تھا۔ لیکن خود نیکی نہیں کرتا تھا اور لوگوں کو برائی سے روکتا تھا، اور میں خود اس برائی کا ارتکاب کیا کرتا تھا، اس وجہ سے آج میرا یہ انجام ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ بچائے، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے آمین اس حدیث کو جب پڑھتا ہوں تو ڈر لگتا ہے وہ لوگ جن کو نیکی کی بات کہنے اور دین کی بات سنانے کا کام کرنا ہوتا ہے ان کے لئے یہ بڑا نازک اور خطرناک مرحلہ ہے، ایسا نہ ہو کہ وہ اس کا مصداق بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کا مصداق بننے سے بچائے آمین۔

دین و دُنیا کی تسکین کیلئے منتخب 23 دُعائیں

مومنین کیلئے رؤف ورحیم سید الاولین والاخرین رحمۃ للعالمین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں چھوڑا جس کے بارہ میں اپنی تعلیمات سے نہ نوازا ہو اسی طرح زندگی کے نشیب وفراز کے ہر موقع ومحل کے مناسب ایسی مبارک دعاؤں کا مجموعہ بھی امت کے ہاتھوں دے گئے ہیں تا کہ ہر ہر موقع پر مخلوق کا خالق کے ساتھ رابطہ باضابطہ استوار رہے۔ انسانی زندگی سے پریشانی ختم ہو جائے تو سکون ہی سکون ہے۔

اسی سلسلہ میں ادعیہ مسنونہ میں سے چند خاص دعائیں ذکر کی جاتی ہیں۔ تا کہ عصر حاضر کی پریشان حال امت مسلمہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں خدا سے اپنی حاجات ومشکلات میں مدد مانگے۔ ہمیں یقین ہے کہ جب محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم فرمودہ الفاظ میں خدا کو یاد کیا جائے گا تو اسی محبوب کے صدقے میں محبوب کا امتی بھی نوازا جائے گا۔

منتخب دعائیں

1۔ سخت پریشانی کو دور کرنے کے لئے دعا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے وہب بن منبہ سے پوچھا کہ (تم تو آسمانی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہو) کیا کسی کتاب میں کوئی ایسا تیر بہدف نسخہ تم کو ملا ہے کہ جس کو سخت پریشانی کے وقت استعمال کر کے فوری طور پر اس سے نجات حاصل کی جا سکے؟ تو وہب بن منبہ نے کہا۔ ہاں ایک دعا ہے جو اور دو دعا یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ یَا مَنْ یَّمْلِکُ حَوَائِجَ السَّائِلِیْنَ وَیَعْلَمُ ضَمِیْرَ الصَّامِتِیْنَ فَاِنَّ لِکُلِّ مَسْاَلَۃٍ مِّنْکَ سَمْعًا حَاضِرًا وَّجَوَابًا عَتِیْدًا وَّلِکُلِّ صَامِتٍ مِّنْکَ عِلْمًا مُّحِیْطًا بَاطِنًا مَوَاعِیْدُکَ الصَّادِقَۃُ وَاَیَادِیْکَ الْفَاضِلَۃُ وَرَحْمَتُکَ الْوَاسِعَۃُ اَنْ تَفْعَلَ بِیْ

(یہاں اپنی حاجت کو الفاظ میں ذکر کرے یا دل دل میں اس کا تصور کرے)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ دعا مجھے خواب میں سکھائی گئی تھی۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ کسی اور کو بھی یہ دعا معلوم ہے۔

2۔ حل مشکلات کا بہترین وظیفہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مشکل میں یہ دعا فرماتے:۔

اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَهٗ سَهْلًا وَّاَنْتَ تَجْعَلُ الْحَزْنَ اِذَا شِئْتَ سَهْلًا۔

"اے اللہ! کچھ آسان نہیں مگر جسے آپ آسان بنا دیں۔ آپ غم کو جب چاہیں آسان بنا دیں"۔

3۔ غم دور کرنے اور دل کو خوش و خرم رکھنے کے لئے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص صبح کے وقت سورۃ یٰسین پڑھے گا وہ شام تک

خوش وخرم رہے گا اور جو شخص اسے شام کے وقت پڑھے گا وہ صبح تک فرحت وخوشی میں رہے گا۔ ہمیں اس شخص نے خبر دی ہے جس نے اس کا تجربہ کیا۔

4۔ سکون قلب کا مجرب نسخہ: استغفار

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص استغفار کو پابندی سے پڑھے تو حق تعالیٰ اس کو ہر غم سے نجات عطا فرماتا ہے۔ وہ استغفار یہ ہے۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ تَعَالٰی رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ

میں مغفرت چاہتا ہوں اس اللہ سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو زندہ ہے اور قیوم ہے اسی کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اور ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو غم اور تکلیف بہت گھیرے رہتا ہو تو اس کے لئے یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

5۔ جب کسی مصیبت، پریشانی یا حادثہ میں پھنس جائے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اے علی! میں تم کو وہ دعا نہ سکھا دوں جب تم کسی مصیبت میں گرفتار ہو تو پڑھو۔ میں نے کہا خدا آپ پر فدا کرے ضرور کیوں نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی حادثہ میں گرفتار ہو تو یہ پڑھو۔ خدا نے چاہا تو ہر قسم کی بلا دور ہوگی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

"شروع اللہ کے نام جو رحمٰن ورحیم ہے نہیں کوئی قوت وطاقت سوائے اللہ کے جو بلند وعظیم الشان مرتبے والا ہے"۔

6۔ غم ورنج سے محفوظ رہنے کی دعا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جو اس دعا کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے غم کو دور کر دے گا۔

اَللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ
اِکْفِنِیْ کُلَّ مُھِمٍّ مِّنْ حَیْثُ شِئْتَ وَمِنْ اَیْنَ شِئْتَ

"اے ساتوں آسمان کے رب اور بزرگ عرش کے رب میری تمام پریشانیوں سے حفاظت فرما۔ جس طرح تو چاہے اور جہاں سے چاہے"۔

7۔ رنج وغم کو دور کرنے کی دعا

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ دعا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی اور حکم دیا جب کوئی رنج وغم پیش آئے تو یہ کلمات کہوں:۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْكَرِيْمُ الْعَظِيْمُ سُبْحَانَهٗ تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ
الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

"کوئی معبود نہیں سوائے اس اللہ کے جو کریم و بزرگ ہے، پاک ہے وہ، بابرکت ہے وہ جو عرش عظیم کا رب ہے۔ حمد اس اللہ کے لئے جو تمام عالم کو پالنے والا ہے۔"

8۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ایک دعا

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو جب کوئی اہم معاملہ پیش آتا تو فرماتے:۔

اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

9۔ جب کوئی پریشانی غالب ہو تو کیا پڑھے

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم پر کوئی معاملہ غالب آجائے (پریشان کن بات ہو) تو کہو:۔ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ

"کافی ہے میرے لئے اللہ اور وہ بہترین کارساز ہے"۔

10۔ دل کی گھبراہٹ کو ختم کرنے والی دعا

حضرت میمونہ بنت ابی عسیب فرماتی ہیں کہ قبیلہ جرش کی ایک عورت اونٹ پر سوار ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت کدے پر آئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آواز دے کر کہنے لگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی دعا کے ذریعہ میری مدد کریں تاکہ میں (دل کی گھبراہٹ سے نجات پاکر) سکون و اطمینان حاصل کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنا ہاتھ اپنے دل (سینہ کے بائیں جانب) پر رکھ کر ہاتھ پھیرتے ہوئے یہ دعا پڑھو۔

بِاسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ دَاوِنِيْ بِدَوَائِكَ وَاشْفِنِيْ بِشِفَائِكَ
بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ وَاحْذَرْ عَنِّيْ اَذَاكَ

وہ عورت فرماتی ہے کہ میں نے اس طرح دعا کی تو بڑی مفید پائی۔

11۔ ہر پریشانی سے نجات کے لئے دعا

مشہور بزرگ معروف کرخیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص تین مرتبہ اس دعا کا ورد کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی پریشانی کو دور فرمائے گا خواہ وہ کسی بھی قسم کی کیوں نہ ہو؟ دعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ احْفَظْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ عَافِ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ

اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ فَرِّجْ عَنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)

12۔ غمزدہ کے لئے مجرب دعا

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ غمزدہ کی دعا یہ ہے:۔

اَللّٰھُمَّ رَحْمَتَکَ اَرْجُوْا فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ

وَاَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ کُلَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ

"اے اللہ! آپ ہی کی رحمت سے امید رکھتا ہوں۔ پس ہمیں اپنے نفس کے حوالے آنکھ جھپکنے کی مقدار بھی نہ فرما اور میرے تمام حال کو درست فرما۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں"۔

13۔ غم کے موقع کے لئے دعا

حضرت اسماء بنت عمیس فرماتی ہیں کہ میں تم کو ایسی دعا نہ سکھاؤں جو تم غم کے موقعہ پر کہو

اَللّٰہُ اَللّٰہُ رَبِّیْ لَا اُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا

"اللہ اللہ میرا رب ہے۔ میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا"۔ ایک اور موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو تم اس مذکورہ بالا دعا کو ۷ مرتبہ پڑھو۔

14۔ معمولاتِ اکابر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جب کوئی غم کی بات پیش آتی تو آپ یہ دعا فرماتے

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْعَظِیْمُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ لَا اِلٰہَ

اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ

الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ

"نہیں کوئی معبود سوا اللہ کے جو بردبار بلند و بالا ہے۔ نہیں کوئی معبود سوا اللہ جو بزرگ

عرش کا رب ہے۔ نہیں کوئی معبود سوا اللہ کے جو کریم عرش کا رب ہے۔ نہیں کوئی معبود اللہ کے جو آسمانوں و زمین کا رب ہے اور عرش کا رب ہے''۔

15۔ جب وحشت محسوس کرے تو یہ پڑھے؟

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے وحشت کی شکایت کی (یعنی دل میں سکون و اطمینان نہیں رہتا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کثرت سے یہ پڑھا کرو۔ چنانچہ اس کے پڑھنے سے ان کی وحشت دور ہو گئی۔

سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ رَبِّ الْمَلٰئِکَۃِ وَالرُّوْحِ جَلَّلْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْعِزَّۃِ وَالْجَبَرُوْتِ

''پاک ہے مقدس بادشاہ جو فرشتوں اور روح کا رب ہے۔ اس کی عزت و جبروت کی وجہ سے آسمان و زمین کی ہیبت ہو گئی''۔

16۔ رنج و غم سے محفوظ رہنے کی دعا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ دعا پڑھے گا غم و رنج سے محفوظ رہے گا۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَبْلَ کُلِّ شَیْءٍ وَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بَعْدَ کُلِّ شَیْءٍ وَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَبْقٰی وَ یَفْنٰی کُلُّ شَیْءٍ

''نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے ہر شے سے قبل ہے نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے ہر شے کے بعد ہے۔ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے وہ باقی رہے گا اور ہر چیز فنا ہو جائے گی''۔

17۔ رنج و غم دور کرنے کا عمل

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آیۃ الکرسی اور سورۃ بقرہ کی آخری آیت غم و رنج کے موقعہ پر پڑھے گا اللہ پاک اس کی اعانت فرمائے گا۔

18۔ رنج و غم اور فکر کے دور کرنے کی دعا

حدیث شریف میں آیا ہے۔ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ"
جو شخص پڑھا کرے اس کیلئے یہ ننانوے دکھ بیماریوں کی دوا ہے جس میں سب سے ہلکی بیماری فکر و پریشانی ہے۔ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ"
ترجمہ:۔ ''اللہ کی مدد کے بغیر نہ تو کسی برائی سے بچنے کی طاقت ہے نہ کسی بھلائی کے

حاصل کرنے کی قوت ہے"۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دعا یعنی لاحول الخ کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا مطلب جانتے ہو کیا ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی ارشاد فرمایا اس کا مطلب یہ ہے "گناہ سے پھرنے کی طاقت نہیں مگر اللہ کی حفاظت سے اور اللہ کی عبادت کرنے کی قوت نہیں مگر اللہ کی مدد سے"۔ اور فرمایا کہ جو شخص ہمیشہ استغفار کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ہر مشکل کو آسان کر دیتا ہے اور ہر غم کو دور کر دیتا ہے اور ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے کہ جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ جو جلیل القدر تابعی ہیں۔ سوڈان کے رہنے والے تھے اور شام میں مفتی تھے' موقوفا روایت کرتے ہیں کہ جس نے پڑھا "لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰہِ" اللہ تعالیٰ اس سے ستر تکلیفوں کو دور کر دیں گے جن میں سب سے ادنیٰ تکلیف فقر کا دور ہونا ہے۔

19. "لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰہِ" کے چار فوائد

ف نمبرا: یہ کلمہ لاحول ولاقوۃ الخ عرش کے نیچے جنت کا خزانہ ہے' اور جنت کی چھت عرش الٰہی ہے۔ اس کے پڑھنے سے اعمال صالحہ کے اختیار کرنے اور گناہوں سے بچنے کی توفیق ہونے لگتی ہے۔ اس معنی میں یہ جنت کا خزانہ ہے۔

ف نمبر۲:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لاحول ولاقوۃ ننانوے (دنیوی واخروی) بیماریوں کی دوا ہے۔ جن میں سب سے ادنیٰ بیماری غم ہے۔ (چاہے دنیا کا ہو یا آخرت کا)

ف نمبر۳:۔ جب بندہ اس کلمہ کو پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ عرش پر فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ میرا بندہ فرماں بردار ہو گیا اور سرکشی چھوڑ دی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تجھے ایسا کلمہ نہ بتادوں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے وہ "لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰہِ" ہے۔ یہ نعمت کیا کم ہے کہ بندہ زمین پر یہ کلمہ پڑھتا ہے اور حق تعالیٰ شانہٗ عرش پر فرشتوں کے مجمع میں اس کا ذکر فرماتے ہیں۔

ف نمبر۴:۔ شب معراج میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہوا' آپ نے فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی امت کو حکم فرمادیں کہ وہ جنت کے باغوں کو بڑھا لیں "لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰہِ" سے۔

20۔رات کی بے چینی اور نیند نہ آنے کی دعا

بستر پر لیٹنے کے بعد اگر کسی کو نیند نہ آتی ہو اور بے خوابی کی وجہ سے طبیعت پریشان اور بے قرار ہو تو یہ دعا پڑھے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی پریشانی دور ہو جائے گی۔ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی اس شکایت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ دعا سکھائی تھی جب وہ پڑھنے لگے تو ان کی بے خوابی اور بے قراری دور ہو گئی۔

اَللّٰھُمَّ غَارَتِ النُّجُوْمُ وَھَدَاءَ تِ الْعُیُوْنُ وَاَنْتَ حَیٌّ قَیُّوْمٌ لَا تَاْخُذُکَ سِنَۃٌ وَّ لَا نَوْمٌ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ اَھْدِیٔ لَیْلِیْ وَاَنِمْ عَیْنِیْ

”اے اللہ! ستارے چھپ گئے اور آنکھیں آرام لینے لگیں تو ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والا ہے تجھ کو نیند اور اونگھ نہیں آتی اے ہمیشہ زندہ رہنے والے اور اے قائم رہنے والے اور سب کو قائم رکھنے والے رات کو مجھے آرام دے اور میری آنکھ کو سلا دے“۔

21۔غم اور پریشانی دور کرنے کی ایک جامع دعا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب کسی شخص کو دکھ اور غم پہنچے اور وہ یہ دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کا دکھ اور غم دور فرما دیتے ہیں اور اس کی جگہ مسرت اور خوشی عنایت کر دیتے ہیں۔

حدیث کے راوی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم یہ دعا یاد نہ کر لیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں ہر سننے والے کو چاہیے کہ یہ دعا یاد کر لے۔

اَللّٰھُمَّ اَنَا عَبْدُکَ وَابْنُ اَمَتِکَ فِیْ قَبْضَتِکَ نَاصِیَتِیْ بِیَدِکَ مَاضٍ فِیَّ حُکْمُکَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَاؤُکَ اَسْاَلُکَ بِکُلِّ اسْمٍ ھُوَلَکَ سَمَّیْتَ بِہٖ نَفْسَکَ اَوْ اَنْزَلْتَہٗ فِیْ کِتَابِکَ اَوْعَلَّمْتَہٗ اَحَدًا مِنْ خَلْقِکَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِہٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَکَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ نُوْرَصَدْرِیْ وَرَبِیْعَ قَلْبِیْ وَجِلَاءَ حُزْنِیْ وَذَھَابَ ھَمِّیْ وَغَمِّیْ

اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے اور بندی کا بیٹا، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، تیرا ہر حکم میرے لیے فیصلہ کن ہے، تیرا ہر فیصلہ انصاف پر مبنی ہے، میں تجھ سے تیرے ہر اس نام کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں جسے تو نے خود اپنے لیے پسند کیا ہے یا اپنی کتاب میں نازل کیا ہے یا

اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا ہے یا اپنے علم غیب کے خزانے میں محفوظ کر رکھا ہے کہ قرآن کو میرے دل کی بہار سینے کا نور اور میرے دکھوں اور غموں کو دور کرنے کا ذریعہ بنادے۔

22۔صدقہ سے مصیبتوں کا دفعیہ ہوتا ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صدقہ پروردگار کے غصہ کو بجھاتا ہے اور بری موت کو منع کرتا ہے۔(ترمذی)

دنیا و آخرت کی مصیبتوں سے محفوظ رہنے کے لئے صدقہ کرنا بھی بڑا اکسیر ہے۔حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ صدقہ اللہ پاک کے غصہ کو بجھاتا ہے۔یعنی گناہوں کی وجہ سے جو دنیا و آخرت میں مصیبت اور بربادی لانے کا بندے نے سامان کرلیا تھا صدقہ کرکے اس سے اس کی حفاظت ہو جاتی ہے۔اور صدقہ گناہوں کا کفارہ بھی بن جاتا ہے۔لہذا گناہ پر گرفت نہیں ہوتی اور اللہ پاک کی ناراضگی ختم ہو جاتی ہے۔یہ جو فرمایا کہ صدقہ بری موت کو دفع کرتا ہے۔اس کا یہ مطلب ہے کہ صدقہ کرنے والے مسلمان کی حالت موت کے وقت خراب نہیں ہوتی۔یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غفلت نہیں ہوتی اور منہ سے برے الفاظ نہیں نکلتے اور برے خاتمہ سے حفاظت ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔لیکن صدقہ حلال مال سے ہونا ضروری ہے۔

دوزخ کے عذاب سے بچانے میں بھی صدقہ کو بڑا دخل ہے۔ایک حدیث میں ارشاد ہے۔

دوزخ سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی صدقہ کرکے ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صدقہ دینے میں جلدی کرو اس لئے کہ مصیبت اس کو پھاند کر نہیں آئے گی۔

23۔تنگی کو فرحت میں بدلنے کی دعا

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا میں آپ کو مندرجہ ذیل عمل بتاتا ہوں اس پر آپ مداومت کریں ان شاء اللہ ہر قسم کی مشکلات خواہ روزی اور رزق کی ہوں یا اعزہ و اقرباء کے ستانے کی ہوں' حل ہوتی رہیں گی۔اگر ممکن ہو تو آخر رات میں ورنہ بعد از مغرب یا بعد از عشاء اور اگر رات کو ممکن نہ ہو تو دن ہی میں یہ عمل کرلیا کریں لیکن ایسے وقت میں جبکہ نوافل جائز ہوں۔

چار رکعت بہ نیت رفع مصائب نازلہ و قضاء حاجت و مشکلات پڑھیں۔

اول رکعت میں بعد سورۃ فاتحہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ نَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَ كَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ (ایک سو مرتبہ)

اور دوسری رکعت میں بعد از فاتحہ

رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (ایک سو بار مرتبہ)

اور تیسری رکعت میں بعد از فاتحہ

اُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ (ایک سو بار مرتبہ)

اور چوتھی رکعت میں بعد از فاتحہ

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِیْرُ (ایک سو بار مرتبہ)

اور سلام پھیرنے کے بعد سو مرتبہ

رَبِّ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ

پڑھ کر رفع مشکلات و (تکمیل) ارادہ کے لئے دل سے دعا مانگیں۔

ان شاء اللہ تھوڑے ہی عرصہ میں عمدہ نتائج ظاہر ہوں گے۔ سو کا عدد گننے کے لئے تسبیح ہاتھ میں لے سکتے ہیں۔ ہاتھ باندھے نماز میں بھی شمار کر سکتیں ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی رنج و غم پیش آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے۔

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ

"اے زندہ اور باقی رہنے والے تیری رحمت سے میں استغاثہ کرتا ہوں"۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی رنج و غم کا معاملہ پیش آتا تو آپ آسمان کی جانب نظر فرماتے اور یہ کہتے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ

"پاک ہے خدائے بزرگ و برتر"

ناصر

مثالی سسر
مثالی داماد

ادارہ تالیفات اشرفیہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ

(0322-6180738, 061-4519240